معارفِ رضا

شمارہ: ۱۴

۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی، پاکستان

معارفِ رضا

شمارہ: ۱۴

۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی، پاکستان

شمارہ: ۱۴

معارفِ رضا

۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

بانی: سیّد محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ
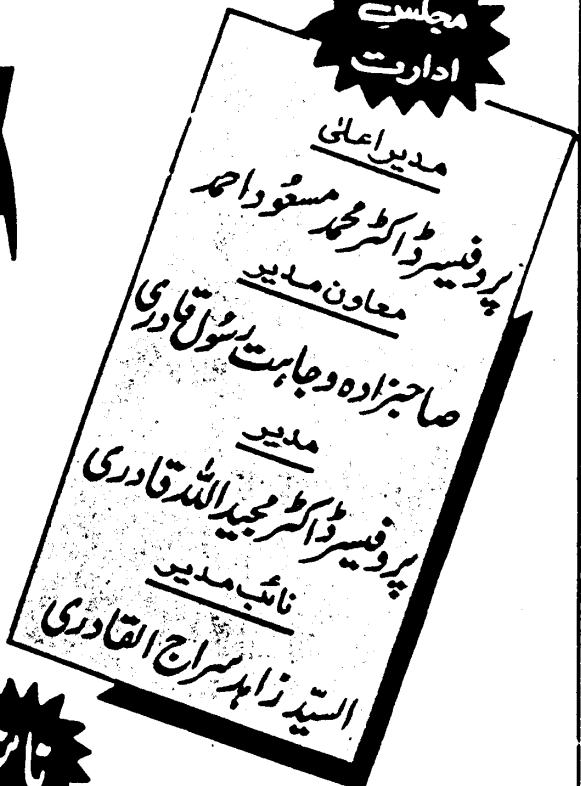
المختار پبلی کیشنز

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

۲۵ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر کراچی ۷۴۴۰۰

فون: ۷۷۲۵۱۵۰ پوسٹ بکس: ۴۸۹ ٹیلیگرام: "المختار" اسلامی جمہوریہ پاکستان

رسالہ ——— معارف رضا

شمارہ ——— (۱۴) ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

تعداد ——— ایک ہزار

نگران طباعت ——— اقبال احمد اختر القادری

ناشر ——— ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

ہدیہ ——— نیوز پیپر -/۴۰ روپے
آفسٹ پیپر -/۷۰ روپے

ملنے کے پتے

☆ المختار پبلی کیشنز ۲۵' جاپان مینشن' رضا چوک (ریگل) صدر' کراچی ۷۴۴۰۰'
فون- ۷۷۱۲۱۹' ۷۷۲۵۱۵۰

☆ مکتبہ رضویہ' آرام باغ' گاڑی کھاتہ' کراچی-۷۴۰۰۰' فون- ۲۱۶۴۶۴

☆ مکتبہ قادریہ' جامعہ نظامیہ رضویہ' اندورن لوہاری گیٹ' لاہور

☆ اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ' مصطفیٰ کالونی' ۵-بی-۲' گلشن احمد رضا'
نارتھ کراچی-۷۵۸۵۰

☆ مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ' لاہور

سورۂ فاتحہ کا بنگلہ زبان میں ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

(আল্লাহ্‌র নামে আরম্ভ, যিনি অত্যন্ত দয়ালু, পরম করুণাময়)

১। সমস্ত প্রশংসা আল্লাহ্‌র জন্য; যিনি সমস্ত জগদ্বাসীর মালিক (প্রতিপালক), — اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝۱

২। পরম দয়ালু, করুণাময়: — الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۲

৩। প্রতিদান-দিবসের মালিক। — مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝۳

৪। আমরা শুধু তোমারই এবাদত করি এবং কেবল তোমারই সাহায্য প্রার্থনা করি। — اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝۴

৫। আমাদেরকে সোজা পথে পরিচালিত কর! — اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۝۵

৬। তাদের পথে, যাদের উপর তুমি অনুগ্রহ করেছ। — صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ

৭। তাদের পথে নয়, যাদের উপর ক্রোধ নিপতিত এবং যারা পথ ভ্রষ্ট (তাদের পথেও নয়)। আমিন! — غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۝۷

شمولات

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار	صفحہ نمبر
۱۔	سورہ فاتحہ (بنگلہ ترجمہ)		۳
۲۔	اداریہ	وجاہت رسول قادری	۶
۳۔	نغمہ رضا (نعت شریف)	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۲
۴۔	عربی تقریظ	علامہ الشیخ الیوسف النبہانی	۱۵
۵۔	اعلام الاعلام	امام احمد رضا خاں محدث بریلوی	۲۱
۶۔	فارسی فتویٰ	ایضاً	۳۸
۷۔	کنز الایمان و خزائن العرفان	مولانا فضل القدیر ندوی	۳۹
۸۔	ترجمہ قرآن مولنا احمد رضا خاں	ڈاکٹر رشید احمد جالندھری	۴۲
۹۔	کنز الایمان جو سندی ترجمو	علامہ پروفیسر غلام عباس قادری	۴۵
۱۰۔	قرآن کریم فتاوی کا اولین ماخذ	ڈاکٹر محمد طفیل	۵۳
۱۱۔	سلاسل تلمذ الامام احمد رضا	علامہ عطا محمد رضوی مصباحی	۶۷
۱۲۔	عربی فتوی	امام احمد رضا خاں محدث بریلوی	۷۱
۱۳۔	فتاوی رضویہ کا عربی خطبہ	مولنا قاضی عبد الدائم	۷۳
۱۴۔	فتاوی رضویہ کا علمی مقام	پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	۸۱
۱۵۔	طبقات الفقہا اور مقام رضا	پروفیسر انوار احمد خاں	۸۸
۱۶۔	فاضل بریلوی اور ان کے ملفوظات	پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد	۹۹

۱۷-	دولتہ المکیہ میں ریاضیاتی دلائل	پروفیسر محمد ابرار حسین	۱۰۹
۱۸-	فتاویٰ رضویہ اور صاع کی تحقیق	پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق ضیاء	۱۱۸
۱۹-	فتاویٰ رضویہ میں علوم ریاضی و ہیت	ایضاً	۱۳۴
۲۰-	امام احمد رضا اور علماء کراچی	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	۱۴۷
۲۱-	امام احمد رضا اور پیر مہر علی شاہ	مولانا السید زاہد سراج القادری	۱۶۷
۲۲-	امام احمد رضا اور علامہ ہدایت رسول	ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی	۱۸۸
۲۳-	سند مسند نشین	مولانا عنایت محمد خاں غوری	۱۹۳
۲۴-	خلیفہ مفتی اعظم ہند السید علوی	عابد حسین شاہ صاحب	۲۰۱
۲۵-	صدائے صحافت	خان محمد افسر خان قادری	۲۱۴
۲۶-	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا	علامہ مبارک حسین مصباحی	۲۲۷
۲۷	کنز الایمان اور عظمت رسالت	مولانا نوشاد عالم چشتی	۲۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الکریم

اداریہ

وجاہت رسول قادری

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ کا وصال ۲۵ **صفر المظفر ۱۳۴۰ھ** میں ہوا تھا' آج ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ان کے ۷۵ ویں یوم وصال کے موقع پر "معارف رضا" کا خصوصی شمارہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے۔ جوکہ ٦ زبانوں عربی' فارسی' اردو' سندھی' بنگلہ اور انگریزی پر مشتمل ہے۔ امام احمد رضا کی عبقریت' وسعت علم اور ندرت فکر کا اندازہ صرف ان دو باتوں سے لگایا جاسکتا ہے کہ (ا) آپ کی واحد ذات ہے جس کی علمی و فکری اور ملی کارناموں کے حوالے سے ہر سال ایک ضخیم رسالہ مسلسل چودہ برسوں سے شائع ہورہا ہے' جس میں عالم اسلام کے مستند اور معروف علماء' دانشور اور محققین کے تحقیقی مقالات اردو اور انگریزی زبان کے علاوہ عربی اور دیگر زبانوں میں بھی شائع ہوتے ہیں۔

(ا) دوسرے یہ کہ عالم اسلام' بلکہ جدید دنیا کی یہ منفرد **شخصیت (امام احمد رضا)** ہے کہ جس کے حوالے سے گذشتہ ۲۵ برسوں سے مختلف سطحوں اور جہتوں سے اور مختلف ممالک میں تحقیقی و تصنیفی کام ہورہا ہے لیکن کام سمٹنے کی بجائے اور بڑھتا جارہا ہے' اور ہر روز تحقیق کے نئے دروازے کھل رہے ہیں اور نئے زاویہ نگاہ سامنے آرہے ہیں ان پر تحقیقی کام کا آغاز کرنے والے پہلے صرف چند عشاق تھے۔ جس کے سرخیل محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دام مجدہ ہیں پھر کچھ دنوں کے بعد تو یہ عالم ہوگیا کہ

لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

دراصل امام احمد رضا کا یہ کمال اور یہ عزت و عظمت ان کے جذبہ عشق کا صدقہ ہے اس عشق صادق کا جو ان کو اللہ رب العزت کے نبی محترم' محبوب مکرم' سید عالم احمد مجتبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا' وہ سید عالم جن کو اللہ رب قدیر' علیم و خبیر نے تمام **ماکان ومایکون** کا عالم اور تمام کائنات کا نگہبان اور شاہد و ناظر بناکر بھیجا ہے۔ امام احمد رضا کی شخصیت و کردار میں اسی پرنور ذات کی جھلک ہے' اس روئے زیبا کی جس کی قرآن مجید نے "والضحیٰ" کہہ کر قسم اٹھائی ہے امام صاحب کے علم میں اسی علم و حکمت کی گہرائی و

گہرائی کی جھلک ہے جو آقاؤ مولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی سے حاصل کیا اور پھر اپنی خاص توجہ سے اپنے محبوب غلاموں کو عطا فرمایا جس کا اشارہ قرآن مجید میں ملتا ہے :

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم ایتہ و یزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمتہ (ال عمران ایت ۱۶۴)

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

گویا امام احمد رضا کو علم کی جو بھی میراث عطا ہوئی وہ "ورثتہ الانبیاء علیہ السلام" بلکہ ورثتہ النبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طور سے عطا ہوئی' اسی ایک بات نے احمد رضا خاں کو اپنے زمانہ کا "اعلیٰ حضرت" اور امام بنادیا۔ امام نے خود فرمایا اور سچ فرمایا

مہ بے داغ کے صدقے جاؤں
یوں دمکتے ہیں دمکنے والے

الحمد اللہ کہ آج ان کا نام چار وانگ عالم میں ایک "عاشق رسول" صلی اللہ علیہ وسلم اور عالم اسلام کے ایک عظیم مفکر کی حیثیت سے دمک رہا ہے اور عشق و علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی اور خوشبوئیں تمام عالم میں بکھیر رہا ہے۔

قارئین محترم!

ہر سال کی طرح اس مرتبہ بھی معارف رضا میں تنوع پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے تاکہ مختلف موضوعات پر مقالہ جات کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ کی متنوع اور عبقری شخصیت کا کچھ اندازہ ہوسکے۔

مقالات کو جن فاضل شخصیات نے قلمبند کیا ہے وہ برصغیر پاک و ہند کی مستند اور معروف شخصیات ہیں اور اپنے اپنے موضوعات اور شعبوں میں سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً "امام احمد رضا کی ریاضیات وہیئت پر دسترس کے حوالے سے تین مقالے معارف رضا کی زینت ہیں۔

۱۔ فتاویٰ رضویہ میں علم ریاضی وہیئت کا استعمال۔

۲۔ فاضل بریلوی اور صاع کی تحقیق

یہ دونوں مقالے جناب پروفیسر ڈاکٹر صادق ضیاء صاحب صدر شعبہ ریاضیات گورنمنٹ کالج فیصل آباد کے اشحات قلم کا نمونہ ہیں اور

۳۔ الدولتہ المکیہ میں ریاضیاتی دلائل، مرتبہ محترم، پروفیسر ابرار حسین صاحب سابق استاد شعبہ اساسی سائنس، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد قابل ذکر ہیں۔

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کا اب تک متعدد زبانوں مثلاً انگریزی، ہندی، سندھی، وغیرہ میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ مولانا عبدالمنان صاحب چٹاگانگ، بنگلہ دیش نے بنگلہ زبان میں بھی ترجمہ کرلیا ہے جو قسط وار شائع ہورہا ہے۔

سورہ فاتحہ کا بنگالی متن (ترجمہ کنزالایمان) کا عکس معارف رضا کی زینت ہے۔

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ایک معروف بین الاقوامی اسکالر ہیں ان کا مقالہ "ترجمہ قرآن اور مولانا احمد رضا خاں" معارف رضا میں پیش کیا جارہا ہے جو یقیناً غیر جانبدار محققین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

مولانا مفتی محمد رحیم سکندری صاحب شیخ الحدیث و التفسیر اور مہتمم دارالعلوم راشدیہ، پیر جو گوٹھ سندھ، نے "کنزالایمان" کا سندھی میں ترجمہ کیا ہے، اس سندھی ترجمہ کی خصوصیات پر جناب پروفیسر مولانا غلام عباس قادری صاحب، فاضل استاد سراج الدولہ کالج کراچی نے سندھی زبان میں ایک جامع مقالہ تحریر کیا ہے جسے معارف رضا ۱۹۹۴ء میں شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

"کنزالایمان" پر صدرالافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمتہ نے خزائن العرفان کے عنوان سے ایک مختصر مگر جامع تفسیری حاشیہ تحریر کیا ہے اس حوالہ سے فاضل محقق مولانا فضل القدیر ندوی صاحب (جو راقم کے استاد گرامی بھی ہیں) نے ایک مختصر مگر بسیط مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ اس کا خلاصہ، آپ نے امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء کے موقع پر پڑھا تھا، اس خلاصہ کی جامعیت اور عنوان کی اہمیت کے پیش نظر معارف رضا ۱۹۹۴ء میں شائع کیا جارہا ہے۔

فتاوی رضویہ کی خصوصیات اور امام احمد رضا کے فقہی مقام کے حوالہ سے چار مختلف موضوعات پر مقالے موصول ہوئے ہیں۔

(۱) ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور کے حوالے سے بین الاقوامی سطح کی جانی پہچانی شخصیت ہے، متعدد قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں پنجاب یونیورسٹی اور پاکستان کی نمائندگی کرچکے ہیں عربی اور اردو میں بیسیوں تحقیقی مقالات سپرد قلم کرچکے ہیں، اس کے علاوہ عربی ادب کے مجلہ "المجمع العربی الباکستانی" لاہور کے رئیس التحریر بھی ہیں۔

آپ کا مقالہ "فتاوی رضویہ کا علمی مقام" معارف رضا ۱۹۹۴ء میں شامل ہے۔

(۲) بین الاقوامی فورم کے اسکالر "محترم ڈاکٹر حافظ محمد طفیل ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد کا بسیط مقالہ "قرآن حکیم فتاوی رضویہ کا اولین ماخذ" کے عنوان سے یہ مقالہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء منعقدہ کراچی میں پڑھا گیا تھا۔

(۳) مولانا قاضی عبدالدائم صاحب کے مقالہ کا عنوان ہے "فتاوی رضویہ کا خطبہ" جس میں امام صاحب کے اس عربی خطبہ کی ادب و زبان' کی خوبیوں کو اجاگر کرنے کے علاوہ اس کی علمی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۴) جناب پروفیسر محمد انور خاں' استاد شعبہ اسلامک کلچر سندھ یونیورسٹی' ایک ابھرتے ہوئے ریسرچ اسکالر ہیں' آپ کا مقالہ "طبقات فقہا" اور "اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام" کے نام سے پیش کیا جارہا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ کے حوالے سے کچھ سندات و تقاریظ بھی معارف رضا ۱۹۹۴ء کی خصوصی اشاعت کا زیور ہیں۔

۱۔ سند مسند نشینی فرزند اکبر حجتہ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمتہ عربی متن و اردو ترجمہ کے ساتھ' پیش کردہ مولانا عنایت محمد خاں غوری فیروز پوری مرحوم مغفور' یہ سند علامہ مفتی محمد غلام جان قادری ہزاروی کے خلیفہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ سے دستیاب ہوئی ہے ادارہ خانوادہ مفتی غلام جان ہزاروی صاحب کا اس عطیہ کے لئے شکر گزار ہے۔

۲۔ "الدولتہ المکیہ بالمادتہ الغیبیہ" امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کی علم غیب نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں ایک معرکتہ الارا تصنیف ہے۔ علماء عرب و عجم نے اس کا مطالعہ کیا اور اس کی تعریف میں تقاریز لکھیں۔ حضرت علامہ محمد اسمٰعیل یوسف نبہانی علیہ الرحمتہ بیروت' لبنان کے اجل علماء و اولیاء میں شمار ہوتے ہیں الدولتہ المکیہ پر آپ کی تفریظ عربی ماہنامہ البیان طرابلس شمارہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں شائع ہوئی تھی جس سے اندازہ ہوا کہ امام احمد رضا کے علم و فضل کا چرچا ان کے دور میں ہی دنیائے عرب و عجم میں دور دور تک پہنچ چکا تھا' اور اس دور کے علماء و فضلاء امام احمد رضا کے حضور خراج تحسین پیش کرتے نظر آتے ہیں ہم رسالہ "البیان" کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کے لئے محترم عابد حسین شاہ صاحب' چکوال کے ممنون ہیں۔

اس مرتبہ ہندوستان کے چار محقق علماء اسکالرز کے مضامین زیب قرطاس ہیں۔

۱۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی' تحریر ڈاکٹر مختار الدین احمد' یہ مقالہ ڈاکٹر صاحب

موصوف نے امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء منعقدہ کراچی میں پڑھا تھا۔

۲۔ سلاسل تلمذ الامام احمد رضا و تعارف الاجلہ من العلماء (عربی) از علامہ عطا محمد رضوی مصباحی۔ مبارکپور۔

۳۔ امام احمد رضا اور علامہ ہدایت رسول مصنفہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ریسرچ اسکالر، روہیلکھنڈ یونیورسٹی، بریلی

۴۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ تعارف و تاثر ترتیب و پیشکش علامہ مبارک حسین مصباحی مبارکپور۔

مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی، کی شخصیت محتاج تعارف نہیں امام احمد رضا پر تحقیق کے حوالے سے آپ کی ذات عالمی جامعات اور علمی و تحقیقی حلقوں میں مستند و معروف ہے، اس مرتبہ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی مشہور چار زبانوں والی نعت شریف **"لم یات نظیرک فی نظر"** کا تشریحی ترجمہ بعنوان "نغمہ رضا" تحریر کیا ہے۔ جسے ہم معارف رضا کے قرطاس کی زیب و زینت بنارہے ہیں اس نعت کی صوری و معنوی خوبیوں کی بناء پر اس کا عنوان "نغمہ رضا" بہت خوب ہے۔

برصغیر پاک و ہند کا کوئی گوشہ نہیں تھا جہاں کے علماء مشائخ نے کسی نہ کسی عنوان سے امام احمد رضا محدث بریلوی سے اکتساب فیض نہ کیا ہو، ادارہ کے جنرل سیکریٹری جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید علمہ نے، اس دور کے علماء کراچی کے حوالے سے امام احمد رضا کے ساتھ ان کے رابطوں اور تعلقات پر اپنے مقالہ "امام احمد رضا اور علماء کراچی" میں روشنی ڈالی ہے۔

امام احمد رضا کی طرح علماء عرب و عجم ان کے صاحبزادگان کے بھی گرویدہ تھے اور بعض علماء عرب نے ان سے سندیں اور خلافتیں بھی حاصل کی تھیں۔ محترم عابد حسین شاہ، چکوال نے اپنے مرتبہ مقالہ "خلیفہ مفتی اعظم ھند، سید علوی بن عباس میں سرزمین عرب کے ایک ایسے ہی بزرگ کا ذکر کیا ہے۔ امام احمد رضا اور ان کے صاحبزادگان پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے یہ ایک اہم مقالہ ہے۔

حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمتہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کے ہم عصر اور ہم مسلک علماء میں ایک بہت اہم شخصیت کے مالک ہیں، ادارہ کے جوائنٹ سیکریٹری نوجوان فاضل السید زاہد سراج القادری، استاد المرکز القادری نے ان دونوں بزرگوں

کی فکری، سیاسی، اور اعتقادی ہم آہنگی پر ایک بھرپور مقالہ تحریر کیا ہے جو معارف کے شمارہ میں ہم قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کررہے ہیں۔ امید ہے یہ مقالہ پسند کیا جائے گا

"صدائے صحافت" کے عنوان سے ۱۹۸۴ء تا ۱۹۹۳ء اخبارات و رسائل میں امام احمد رضا اور ان کی خدمات پر شائع ہونے والے مضامین کی ایک فہرست مستقبل کے محققین کے افادے کے لئے شائع کی جارہی ہے، جسے ادارہ ھذا کی اسلام آباد شاخ کے ناظم محبی محمد افسر خان القادری نے ترتیب دیا ہے۔

انیسویں صدی ہجری میں زوال حکومت و سلطنت کے ساتھ ساتھ جہاں بہت سے نئے سوالات اور مسائل مسلمانوں کے معاشرے میں اٹھ رہے تھے ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالسلام؟ امام احمد رضا نے اپنے مقالہ "اعلام اعلام بان ہندوستان دارالسلام" میں اسی مسئلہ کا جواب فراہم کیا ہے۔ تاریخ و تحقیق سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ مقالہ معارف میں شائع کیا جارہا ہے۔

مولانا نوشاد عالم چشتی صاحب انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ایک ذہین طالب علم ہیں جو دین و مسلک سے اپنی لگن اور دینی موضوعات پر جذبہ تحقیق اور جستجو کی وجہ سے طلباء کے حلقوں میں بہت معروف ہیں ان کا مقالہ "کنزالایمان اور عظمت رسالت" امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک بہت اہم خصوصیت تحفظ عظمت بارگاہ نبوت پر روشنی ڈالتا ہے۔ قارئین ان کے طرز استدلال کو یقیناً سراہیں گے۔

آخر میں ہم ان تمام فاضل مقالہ نگار حضرات کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں جنھوں نے اپنی تدریسی، تحقیقی اور تصنیفی مصروفیات سے وقت نکال کر اپنی رشحات قلم کے شہ پاروں سے ہمیں نوازا۔

ادارہ اپنے سرپرستوں اور محسنوں کا بھی بے حد ممنون ہے جن کی سرپرستی اور تعاون کے بغیر معارف رضا کا اجراء ممکن نہ تھا۔ ادارہ ان تمام حضرات کا بھی بے حد شکر گزار ہے جنھوں نے مالی تعاون فرما کر اس کی اشاعت کو ممکن بنایا۔ ہم اپنے کارکنوں خصوصاً آفس سیکریٹری جناب مولانا اقبال احمد اختر القادری صاحب، ناظم اشتہارات جناب سید محمد خالد القادری صاحب اور جناب محمد فاروق قادری کی گرانقدر خدمات کے بھی ممنون ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ادارہ ھذا کی خدمات اور تعاون کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے طفیل دارین کی برکتیں عطا فرمائے (آمین)۔

نغمۂ رضا

نعت، امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ

تشریحی ترجمہ۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

لم یات نظیرک فی نظر مثل‌تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تو رے سرسو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اے محبوب تجھ جیسا کسی نے نہیں دیکھا --- تیرا مثل پیدا ہی نہیں ہوا --- کائنات کی شاہی کا تاج تیرے ہی سر سجتا ہے ---- (سب ہی نے) تجھی کو دونوں جہاں کا بادشاہ جانا اور مانا ہے----

البحر علا و الموج طغی من بے کس و طوفان ہو شربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

سمندر چڑھ رہا ہے، موجیں بپھر رہی ہیں، میں بے یارومددگار ہوں، طوفان ہوش اڑائے دیتا ہے---- ہوا مخالف ہوگئی، بھنور میں پھنس گیا ہوں، (اے محبوب) میری کشتی کو پار لگا دے---- !

یاشمس نظرت الی لیلی، چو بطیبہ رسی عرض بکنی !
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

اے آفتاب ! تو نے میری رات دیکھی؟ (اتنی سیاہ رات کو تیرے ہوتے ہوئے بھی اس کی سیاہی نہ گئی !) جب تو گردش کرتے کرتے مدینہ پہنچے تو یہ عرض کرنا "تیرے نور کی چکا چوند نے پوری کائنات کا منور کر رکھا ہے مگر میری رات، رات ہی رہی، دن نہ ہو سکی"-----

✵

لک بدر فی الوجه الاجمل' خطہ ہالہ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پروکنڈل' رحمت کی برن برسا جانا

تیرے چہرۂ زیبا میں چودھویں کا چاند دمک رہا ہے ---- تیرا خط' جیسے چاند کے گرد ہالہ ---- تیری زلف جیسے گھنگور گھٹا ---- تیرے مہکتے' چاند جیسے چمکتے چہرے کے گردا گرد رحمت ہی رحمت ہے ---ہم پر بھی رحمت کی پھوہار ڈالتا جا !

✵

انا فی عطش و سخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

اے گیسوئے پاک ! میں پیاسا ہوں' تیری سخاوت کا کیا کہنا ! اے رم جھم برسنے والے ابر کرم ! دو بوندیں مجھ پر بھی گراتا جا۔

✵

یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

اے مرے قافلے والو ! کچھ دن تو اور ٹھہرو ---- مجھ حقیر حسرت بھرے پیاسے پر کچھ تو رحم کرو ! ---- (فراق کے خیال سے) میرا دل دھڑک رہا ہے' تڑپ رہا ہے' کانپ کانپ رہا ہے --- ابھی مدینہ سے کوچ کی خبر تو نہ سناؤ ---- !

✵

واهالسويعات ذهبت آں عہد حضور بار گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دروا وہ مدینے کا جانا

آہ ! کیا گھڑیاں تھیں جو بیت گئیں !---- وہ تیری بارگاہ میں حاضری کا زمانہ جب بھی مجھے یاد آتا ہے تو میرا دل بیچین ہو جاتا ہے---- آہ ! وہ مدینہ کا جانا !(وہ بھی کیا دن تھے !)

✵

القلب شج و الھم شجون دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

دل زخمی ہے اور مصیبتیں پیچ در پیچ ہیں ---- دل ایسا ضیعف ہے اور جان ایسی کمزور ہے--- !اے محبوب !میں اپنا دکھ درد کس کو سناؤں ----؟ تیرے سوا میرا ہے کون؟

✵

الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دگر بزرن عشقا
موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

(اے محبوب) تجھ پر جان قربان !----سوزش عشق اور بڑھادے ---اے آتش عشق !ایک اور لپٹ مار---- ہاں' تونے میرا تن من دھن سب پھونک دیا (یہ جان رہ گئی ہے) اس کو بھی جلا کر بھسم کر دے۔

✵

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

اے قلم !تو رضا کے روکھے پھیکے اشعار لکھ چکا' بس کر !
----یہ تو نہ رضا کا طرز ہے اور نہ رنگ شاعری---- کچھ دوستوں کی فرمائش نے مجبور کیا تو یہ طرز اختیار کی اور چار زبانوں میں نعت پیش کی۔

(نوٹ)

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی الہندی قدس سرہ العزیز کی معرکتہ الارا تصنیف بزبان عربی "الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے متعلق ہے عرب و عجم میں بہت مقبول ہوئی اور اس زمانے کے اکثر و بیشتر علماء و فضلاء نے اس پر تقاریظ لکھیں جو پاکستان و ہندوستان میں کئی بار شائع بھی ہوئیں ہیں یہاں ہم ۱۳۳۱ھ میں شائع ہونے والی ایک عربی تقریظ کا عکس پیش کررہے ہیں جو ملک شام (طرابلس) سے نکلنے والے ایک رسالے بنام البیان میں شائع ہوئی تھی۔

یہ تقریظ شام کے ایک جلیل القدر عالم و فاضل الشیخ الیوسف النبہانی قدس سرہ العزیز (المتوفی ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء) نے اس وقت تحریر فرمائی جب آپ مدینہ منورہ (۱۳۳۱ھ) پہنچے اور وہاں سید عبدالباری بن العلامہ السید امین رضوان نے آپ کو امام احمد رضا کی تصنیف پیش کی اس سے قبل بیروت میں آپ کو مولانا الشیخ کریم اللہ الھندی نے بھی ایک نسخہ روانہ کردیا تھا چنانچہ آپ نے جو تقریظ تحریر فرمائی یہاں اسی اصل کا عکس اور البیان میں شائع ہونے والی تقریظ کا بھی عکس پیش کیا جارہا ہے۔ یہ رسالہ عرب دنیا میں اعلیٰ حضرت کے زمانے میں شائع ہوا کرتا تھا اس میں اس نادر روزگار ہستی کی تقریظ شائع ہونا تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔

ادارہ ھذا کو البیان رسالہ کا عکس جناب عابد حسین شاہ صاحب چکوال سے حاصل ہوا جنھوں نے یہ رسالہ امام احمد رضا کے ایک ہم عصر عالم دین حضرت مولانا قاضی ابوالفضل محمد نور قادری چکوال کے کتب خانے سے حاصل کیا۔

ادارہ اس سلسلے میں جناب عابد حسین شاہ صاحب بانی بہاء الدین ذکریا لائبریری چواسیدن شاہ، چکوال کے تعاون کا مشکور ہے۔

(ادارہ)

مجلة دينية علمية تاريخية ادبية

صاحبها ومحررها ومديرها المسئول

جميل عبد القادر عدره

قيمة الاشتراك عن سنة في طرابلس الشام مجيدي واحد

في سائر البلاد العثمانية مجيدي وربع وفي الاقطار الاجنبية فرنك ٨

تدفع سلفاً

تصدر الآن مرة في الشهر

من اول العدد الاول من مشتركاً

[illegible] تكون الرسائل بعنوان (ادارة مجلة البيان) بطرابلس الشام

وللادارة حق تنقيح الرسائل وتهذيبها

* طبعت بمطبعة (الحضارة) * بطرابلس شام *

ماہنامہ البیان، طرابلس (شام)

شمارہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

رسالة

جائتنا هذه الرساله من المدينة المنورة من حضرة السيد الفاضل صاحب الامضاء وقد آثرنا نشرها اجابة للطلب وها هي بحروفها

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام عَلَى سيدنا محمد المصطفى وعَلَى آله واصحابه اما بعد فالمعروض في خدمة اخواني المسلمين بانه لما كان قد كثر البحث واختلفت الاقوال في هذا الزمن في مسئلة علم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقام علماء الاسلام وكتبوا الرسائل في تحقيق هذه المسئلة ومنهم العلامة الامام والفاضل الهمام شيخنا ومولانا الشيخ احمد رضا خان القادري الهندي البريلوي متعنا الله بطول حياته آمين فانه سلمه الله تعالى قد كتب رسالة جميلة سماها (الدولة المكية بالمادة الغيبية) ثم قدمها الى العلماء من العرب والعجم وطلب عليها التصديقات من علماء الغرب والشرق فقبلها اكثر العلماء من الحرمين الشريفين والغرب والشام والمصر من علماء الازهر وكتبوا التقاريظ عليها قد بلغت عددها نيفاً وخمسين تقريظاً فمن علماء الشام السيد الشريف والحسيب النسيب سيدنا وشيخنا ومولانا السيد احمدافندى الحموى الكيلاني دام فضله ابن السيد الشريف اسعد افندي بن السيد الشريف نعمان افندي بن السيد الشريف عبد الرزاق شيخ السادة الاشراف في حماة الشام والعالم العلامة والشيخ الفهامة مولانا محمد توفيق افندي الشامي الايوبى الانصاري المدرس في المكتب الاعدادية في المدينة المنورة دام فيضه والعالم

الكامل الشيخ الفاضل الافندى مختار بك دام مجده ابن المرحوم الحاج احمد باشا المؤيد العظمى

والعالم العلامة المحقق والفاضل الفهامة المدقق مولانا الشيخ يوسف النبهاني متع الله المسلمين بطول حياته آمين

ولما كان تقريظ مولانا الشيخ النبهاني دام فضله في آخر الكل وصار ختام المسك للرسالة المذكورة فاذكره ههنا اعلاماً للناس وها هوذا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين والتابعين لهم باحسان الى يوم الدين اما بعد فاني لما تشرفت بالمجاورة في اعتاب سيد المرسلين في بلدته الطاهرة ومدينته المنورة في هذا العام سنة ١٣٣١ هجرية طلب مني بعض العلماء الافاضل من اهل السنة والعترة الطاهرة اهل المدينة المنورة وهو السيد عبد الباري بن العلامة السيد امين رضوان نفعني الله ببركاته وبركات اسلافه الطيبين الطاهرين ان اقرظ هذا الكتاب المسمي بالدولة المكية بالمادة الغيبية تأليف الامام العلامة الشيخ احمد رضا خان الهندي وكان قبل ذلك كاتبني الى بيروت في هذا المعنى الشيخ الفاضل العالم الكامل العامل الشيخ كريم الله الهندي فلما ارسله اليّ هذه المرة السيد عبد الباري حفظه الله قرأته من اوله الى آخره فوجدته من انفع الكتب الدينية واصدقها لهجة واقومها حجة ولا يصدر مثله الا عن امام كبير علامة نحرير فرضى الله عن مؤلفه وارضاه وبلغه من كل خير مناه . واما ما يتعلق بالرد على الوهابية ومن يدعي الاجتهاد المطلق في هذا الزمان فقد استوفيته في كتابي شواهد الحق في الاستغاثة بسيد الخلق صلى الله عليه وسلم . واما ما يتعلق في علم

رسول الله صلى الله عليه وسلم الغيب بتعليم الله تعالى فقد استوفيت الكلام عليه في كتابي المذكور و كتابي حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم واختم كلامى بسؤال الحق تعالى بجاه هذا النبى الكريم عليه افضل الصلاة والتسليم ان يكثر من امثال مؤلف هذا الكتاب الائمة الاعلام حماة الاسلام المتصدين للرد على الكفرة والمبتدعين اللئام فانهم من افضل المجاهدين الذابين عن حوزة الدين والحمد لله رب العالمين

وكتب ذلك بقلمه الفقير الحقير يوسف بن اسماعيل النبهاني في المدينة المنورة في صفر الخير سنة ١٣٣١ الختم

يوسف النبهاني

انتهى تقريظ مولانا الشيخ يوسف النبهاني دامت معاليه ثم اقول ان الرسالة الشريفة الدولة المكية ستطبع عن قريب في الهند وتشاع فمن اراد التحقيق في مسئلة سعة علم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فعليه بمطالعة الرسالة المذكورة وما علينا الا البلاغ هذا ما لزم

حرر في ٢٧ من صفر الخير سنة ١٣٣١ هجرية.

وانا العبد الفقير المعترف بالعجز والتقصير
احمد علي الهندي الرامفوري ابن المرحوم
السيد الشريف بشير الدين القادري
نسبا وطريقة عفا الله تعالى عنهما آمين

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين والتابعين لهم باحسان الى يوم الدين

اما بعد لما تشرفت بالمجاورة في اعتاب سيد المرسلين في بلدته الطاهرة ومدينته المنورة في هذا العام سنة ١٣٣١ هجرية طلب مني بعض العلماء الفاضل من اهل السنة والعترة الطاهرة اهل المدينة المنورة وهو السيد محمد عبد الباري بن العلامة السيد محمد امين رضوان نفعني الله ببركاته وبركات اسلافه الطيبين الطاهرين ان اقرظ هذا الكتاب المسمى بالدولة المكية بالمادة الغيبية تاليف الامام الشيخ احمد رضا خان الهندي وكان قبل ذلك كاتبني الى بيروت في هذا المعنى الشيخ الفاضل العالم الكامل العامل الشيخ محمد كريم الله الهندي فلما ارسله الي هذه المرة السيد محمد عبد الباري حفظه الله تعالى قرأته من اوله الى اخره فوجدته من انفع الكتب الدينية واصدقها لهجة واقواها حجة ولا يصدر مثله الا من امام كبير علامة نحرير فرضي الله تعالى عن مؤلفه وارضاه وبلغه من كل خير مناه اما ما يتعلق بالرد على الوهابية ومن يدعي الاجتهاد المطلق في هذا الزمان فقد استوفيته في كتابي شواهد الحق في الاستغاثة بسيد الخلق صلى الله تعالى عليه وسلم واما ما يتعلق في علم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الغيب بتعليم الله تعالى فقد استوفيت الكلام عليه في كتابي المذكور وكتابي حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم واختم كلامي بسؤال الحق تعالى بجاه هذا النبي الكريم افضل الصلاة والتسليم ان يكثر من امثال مؤلف هذا الكتاب الائمة الاعلام حماة الاسلام المتصدين للرد على الكفرة والمبتدعين اللئام فانهم من افضل المجاهدين الذابين عن حوزة الدين والحمد لله رب العالمين وكتب ذلك بقلم الفقير الحقير يوسف بن اسماعيل النبهاني في المدينة المنورة في صفر الخير سنة ١٣٣١ھ

صورة المهر

يوسف النبهاني

جس میں یہ تحقیق ہے کہ ہندوستان دار الاسلام ہے اور آجکل کے بیہودہ لغو رسالوں کی باتیں نہیں

از افادات عالیہ

امام اہلسنّت مجدد دین وملت اعلیٰحضرت

عظیم البرکۃ قبلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

مسمےٰ بنام تاریخی

اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام

جس کو

مولوی محمد حسنین رضا خاں (ابن عاشق رسول استاذ زمن

مولنا حسن مرحوم)

نے

اپنے اہتمام سے

حسنی پریس واقع آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی میں چھپایا اور شائع کیا

مسائل

از بدایوں محلہ براہم پورہ مرسلہ مرزا علی بیگ صاحب ۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) ہندوستان دار الحرب ہے یا دارالاسلام (۲) اس زمانہ کے یہود و نصاریٰ کتابی ہیں یا نہیں (۳) روافض وغیرہم بتدعین کہ کفار داخل مرتدین ہیں یا نہیں۔ جواب مفصل بدلائل عقلیہ و نقلیہ مدلل درکار ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب سوال اوّل

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب ہندوستان دار الاسلام ہی ہرگز دار الحرب نہیں کہ دار الاسلام کے دار الحرب .... ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں اہل اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض۔ نکاح۔ رضاع۔ طلاق۔ عدۃ۔ رجعۃ۔ مہر۔ خلع۔ نفقات۔ حضانت۔ نسب۔ ہبۃ۔ وقف۔ وصیت۔ شفعہ۔ وغیرہا۔ بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرا بیضا کی بنا پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علما سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل و حکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود و مجوس و نصاریٰ ہوں اور بحمد اللہ یہ بھی شوکت و جبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین فتاوےٰ عالمگیریہ میں سراج وہاج سے نقل کیا۔ اعلم ان دار الحرب تصیر دار الاسلام بشرط واحد وھو اظہار حکم الاسلام فیہا پھر سراج وہاج میں صاحب المذہب سیدنا و مولٰنا محمد بن الحسن قدس سرہ الاحسن کی زیادات سے

کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے نقل کیا انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ بشرائط ثلث احدہا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار وان لا یحکم فیہا بحکم الاسلام ثم قال وصورۃ المسئلۃ ثلثۃ اوجہ اما ان یغلب اہل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اہل مصر غلبوا واجروا احکام الکفر او نقض اہل الذمۃ العہد وتغلبوا علی دارہم ففی کل من ہذہ الصور لا تصیر دار الحرب الا بثلث شرائط وقال ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ بشرط واحد وہو ظہر احکام الکفر وہو القیاس الخ درغرر ملا خسرو میں ہے دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیہا کاقامۃ الجمعۃ والاعیاد وان بقی فیہا کافر اصلی ولم یتصل بدار الاسلام بان کان بینہا وبین دار الاسلام مصر اخر لاہل الحرب الخ ہذا لفظ العلامۃ خسرو واثرہ شیخی زادہ فی مجمع الانہر وتبعہ المولی الغزی فی التنویر واقرہ المدقق العلائی فی الدر ثم الطحطاوی والشامی اقتدیا فی الحاشیتین جامع الفصولین سے نقل کیا گیا لہ ان ہذہ البلدۃ صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیہا فما بقی شیئ من احکام دار الاسلام فیہا تبقی دار الاسلام علی ما عرف ان الحکم اذا ثبت بعلۃ فما بقی شیئ من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ ہکذا ذکر شیخ الاسلام ابو بکر فی شرح سیر الاصل انتہی وعن الفصول العمادیہ ان دار الاسلام لا یصیر دار الحرب اذا بقی شیئ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اہل الاسلام وعن منثور الامام ناصر الدین دار الاسلام انما صارت دار الاسلام باجراء الاحکام فما بقیت علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام وعن البرہان شرح مواہب الرحمن لا یصیر دار الحرب ما دام فیہ شیئ منہا بخلاف دار الاسلام لانا رجحنا اعلام الاسلام واحکام اعلام کلمۃ الاسلام وعن الدر المنتقی لصاحب الدر المختار ان دار الحرب تصیر دار الاسلام بجریے بعض احکام الاسلام شرح نقایہ میں ہے لاخلاف ان دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیہا اور اسی میں ہے قال شیخ الاسلام والامام الاسبیجابی ان الدار محکومۃ بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیہا کما فی العمادی وغیرہ۔۔

پھر اپنے بلاد اور وہاں کے فتن و فساد کی نسبت فرماتے ہیں فالاحتیاط ان یجعل هذه البلاد
دار الاسلام والمسلمین وان کانت للملاعین والید فی الظاهر لهؤلاء الشیاطین
ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظلمین ونجنا برحمتك من القوم الکفرین کما فی المستصفی
وغیره) در غرر و تنویر الابصار و درمختار و مجمع الانہر وغیرہا میں کہ شرط اول کو صرف بلفظ اجرائے
احکام الشرک تعبیر کیا وہاں بھی یہی مقصود کہ اُس ملک میں کلیۃً احکام کفر ہی جاری ہوں نہ یہ کہ
مجرد جریان بعض کفر کافی ہے اگرچہ اُن کے ساتھ بعض احکام اسلام بھی اجرا پائیں فی الحلیة
الطحطاویة علی الدر المختار قوله باجراء احکام اهل الشرك ای علی الاشتهار
وان لا یحکم فیها بحکم اهل الاسلام هندیه وظاهره انه لو اجریت احکام المسلمین
واحکام اهل الشرك لا تکون دار حرب انتهی) اور اسی طرح حاشیہ شامیہ میں نقل کر کے
مقرر رکھا اقول وبالله التوفیق والدلیل علی ذلك امران الاول قول محمد
وهو الطراز المذهب انما تصیر دار حرب عند الامام بشرائط ثلث احدها اجراء
احکام الکفار علی سبیل الاشتهار وان لا یحکم فیها بحکم الاسلام فانظر کیف
زاد الجملة الاخیرة ولم یقتصر علی الاولی فلو لم یفسر کلامهم بما ذکرنا لکان کلام
الامام قاضیا علیهم وناهیك به قاضیا عدلا فالثانی ان هؤلاء العلماء
هم الذین قالوا فی دار الحرب انها تصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیها
فامّا ان تقولوا ههنا ایضًا انها تصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام ولو
مع جریان بعض احکام الکفر فعلی هذا ترتفع المباینة بین الدارین اذ کل دار تجری
فیها الحکمان مع استجماع بقیة شرائط الحربیة تکون دار حرب واسلام جمیعًا
لصدق الحدین معًا وکذا الواردة الخلوص والتمحض فی کل الموضعین یعنی ان
دار الحرب ما یجری فیها احکام الشرك خالصة ودار الاسلام ما یحکم فیها باحکام
الاسلام محضة فعلی هذا تکون دار التی وصفنا هالك واسطة بین الدارین ولم
یقل به احد واما ان ترید التمحض فی المقام الثانی دون الاول
فهذا یخالف ما قصده الشارع من اعلاء الاسلام
وبنی العلماء کثیرا من الاحکام علی ان الاسلام یعلو ولا یعلی علی انه یلزم ان تکون
دور الاسلام باسرها دور حرب علی مذهب الصاحبین اذ ما جری فیها شیء من

احکام الکفر او حکم فیها ببعض ما لم ینزل الله سبحٰنه وتعالیٰ وهو معلوم مشاهد فی هذه الاعصار بل من قبلها بکثیر حیث فشا التهاون فی الشرع الشریف وتقاعد الحکام عن اجراء احکامه وترقی اهل الذمة علی خلاف مرام الشریعة عن ذل ذلیل الی عز جلیل واعطوا مناصب رفیعة ومراتب شامخة منیعة حتی استعلوا علی المسلمین ورحم الله القائل کما نقل المولی الشامی ؎

احبابنا نوب الزمان کثیرة ✤ وامرّ منها رفعة السفهاء

فمتی بفیق الدهر من سکراته ✤ دار الیهود بذلة الفقهاء

وکذلک ارتضی بعض الظلمة من حکام الجور بعض البدعات التی خرقها ائمة الکفر فاجروها فی بلادهم کتحلیف الشهود والزام المصادرات والمکوس ووضع الوظائف الباطلة علی الاموال والنفوس الی غیر ذلک من الاحکام الباطلة ویسلم هذا الامر الفظیع من اشنع الشنائع الهائلة فوجب القول بان المراد فی المقام الاول هو الخلوص والتمحض دون الثانی وهو المقصود وبهذا تبین ان الدار التی تجری فیها الحکمان شیٔ من هذا وشیٔ من هذا کالدار هذه لا تکون دار حرب علی مذهب الصاحبین ایضاً لعدم تمحض احکام الشرک فمن الظن ما عرض لبعض المعاصرین من بناء نفی الحربیة علی الهند علی مذهب الامام فقط فتزعم انه لا یستقیم علی مذهب الصاحبین واضطر الی تطویل الکلام بما کان فی غنی عنه واشد سخافته واعظم شناعته ما اعتری بعض اجلة المشاهیر من الذین ادرکنا عصرهم اذحاولوا نفی الحربیة عن بلادنا بناء علی عدم تحقق الشرط الثانی اعنی الاتصال بدار الحرب ایضاً فقالوا معنی الاتصال ان تکون محاطة بدار الحرب من کل جهة ولا تکون فی جانب بلدة اسلامیة وهو غیر واقع فی بلاد الهند اذجانبها الغزنی متصل بملک الافاغنة کقندهار وکابل وغیرهما من بلاد دار الاسلام اقول یا لیته تفکر فی معنی الثغور او نظر الی فضائل المرابطین فتامل فی معنی الرباط او علم ان مکة والشام والطائف وارض حنین

وبنی المصطلق وغیرها کانت دار حرب علی عهد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مع اتصالها بدار الاسلام قطعاً او فهمان الامام؟ کلما فتح بلدة من بلاد الکفار واجری فیها احکام الاسلام صارت دار الاسلام والتی تلیها من البلاد تحت حکم الکفار دار حرب کما کانت او تفطن ان لو صح ما قاله لاستحال ان یکون شئ من دیار الکفر دار حرب الا ان یفصل بینها وبین الحدود الاسلامیة البحار والمفاوز ولم یقل به احد وذلک لانه کلما حکمت علی بلدة بانها دار حرب سألنا عما یحیطها من البلاد فان کان فیها شئ من بلاد الاسلام کانت الاولی ایضا دار الاسلام لعدم الاتصال بالمعنی المذکور ولا نقلنا الکلام الی ما یلاصقها حتی ینتهی الی بلدة من بلاد الاسلام فتصیر کلها دار الاسلام لتلازق بعضها ببعض او لا تکون فی تلک الجهة بلدة اسلامیة الی منقطع الارض وبالجملة ففساد هذا القول اظهر من ان یخفی وانما منشؤه القیاس الفاسد وذلک ان الشرط عند الامام فی صیرورة بلدة من دار الاسلام دار الحرب ان لا تکون محاطة بدار الاسلام من الجهات الاربع وذلک لان غلبة الکفار اذن علی شرف الزوال فلا تخرج به البلدة عن دار الاسلام فزعم ان شرط الحربیة ان تکون محاطة بدار الحرب من جمیع الجوانب وما افسده من قیاس کما لا یخفی عما افاد الناس الحاصل ہندوستان

کے دار الاسلام ہونے میں شک نہیں عجب اُن سے جو تحلیل ربوا کے لیے جس کی حرمت نصوص قاطعۂ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اُس پر وارد اس ملک کو دار الحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت واستطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گویا یہ بلاد اسی دن کے لیے دار الحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اُڑائیے اور آرام تمام وطن مالوف میں

بسر فرمایئے استغفر اللہ افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون
ببعض اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے سود والے قیامت کو آسیب زدہ
کی طرح اُٹھیں گے یعنی مجنونانہ گرتے پڑتے بدحواس اور حضور پُرنور سرور عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے کچھ لوگ ملاحظہ فرمائے کہ پیٹ اُن کے
پھولکر مکانوں کے برابر ہوگئے ہیں اور مثل شیشہ کے ہیں کہ اندر کی چیز نظر آتی
ہے سانپ بچھو اُن میں بھرے ہیں میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں جبرئیل
نے عرض کیا سود کھانے والے جب تحریم ربوا کی آیت نازل ہوئی بعض
مسلمانوں نے کہا جو سود ہمارا نزول آیت سے پہلے کا رہگیا ہے وہ لے لیں آئندہ باز
رہیں گے حکم آیا اگر نہیں مانتے تو اعلان کر دو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی
کا سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود خوار پر لعنت کی۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالے وجہہ
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سود خوار پر لعنت فرماتے
سُنا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں سود کے ستر ٹکڑے ہیں
سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے اور ایک حدیث میں آیا
سود کا ایک درم دانستہ کھانا ایسا ہے جیسا چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کرنا
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم

نصاریٰ باعتبار حقیقت اخرویہ ازانجا کہ قیام مبدء مستلزم صدق مشتق ہے
بلاشبہہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و بنوت ہیں اسی طرح وہ یہود جو الوہیت
و ابنیت عزیر علیہ الصلاۃ والسلام کے قائل تھے مگر کلام اسمیں ہے کہ حق تبارک و
تعالیٰ نے کتب آسمانی کا اجلال فرماکر جن یہود و نصاریٰ کے احکام کو احکام مشرکین
سے جُدا کیا اور اُن کا نام اہل کتاب رکھا اور اُن کے نسا و ذبائح کو حلال و مباح
ٹھہرایا آیا نصارائے زمانہ بھی کہ الوہیت عبد اللہ مسیح بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام کی
علی الاعلان تصریح اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ الوہیت بندہ خدا عزیر علیہ الصلاۃ

والسلام کے قائل ہوں انھیں میں داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا ان پر شرعاً یہ ہی
احکام مشرکین جاری ہونگے اور اُن کی نسار سے تزوج اور ذبائح کا تناول نا روا ہوگا۔
کلمات علمائے کرام رحمۃ اللہ تعالے علیہم اجمعین اس بارے میں مختلف بہت مشائخ نے
قول اخیر کی طرف میل فرمایا بعض علما نے تصریح کی کہ اسی پر فتوے ہی مستصفے میں ہے
قالوا هذا يعني الحل اذا لم يعتقدوا المسيح الها اما اذا اعتقدوه فلا و فی
مبسوط شیخ الاسلام ويجب ان لا يأكلوا ذبائح اهل الكتاب اذا اعتقدوا
ان المسيح اله وان عزير اله ولا يتزوجوا نساءهم وقيل عليه الفتوى
ان علما کا استدلال آیۂ کریمہ قالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصرى المسيح
ابن الله سے ہے کہ اُس کے آخر میں ارشاد فرمایا سبحٰنه وتعالى عما يشركون
دیکھو اول اُن کے اقوال خبیثہ یاد فرماکر آخر اُن کے شرک سے اپنی نزاہت و تبری
بیان فرمائی تو معلوم ہوا کہ قائلین بنوت مشرکین ہیں مگر ظاہر الروایۃ میں اُن پر
علی الاطلاق حکم کتابیت دیا اور اُن کے ذبائح و نسار کو حلال ٹھہرایا۔ در مختار
میں ہے صح نکاح کتابیۃ وان کره تنزيها مؤمنة بنبي مرسل مقرة بكتاب
منزل وان اعتقدوا المسيح الها وكذا حل ذبيحتهم على المذهب بحر
انتهى۔ رد المحتار میں بحر الرائق سے منقول ہے وحاصله ان المذهب
الاطلاق لما ذكره شمس الائمة في المبسوط من ان ذبيحة النصراني حلال
مطلقاً سواء قال بثالث ثلثة اولا لاطلاق الكتاب هنا والدليل ورجحه
في فتح القدير الخ مستصفے میں عبارت مذکورہ کے بعد مبسوط سے ہے لکن بالنظر الى
الدلائل ينبغي ان يجوز الاكل والتزوج انتهى فتاوی ہندیہ میں ہے مقتضى الدلائل
الجواز كما ذكره التمرتاشي في فتاواه الخ رد المحتار میں ہے في المعراج ان اشتراط
ما ذكر في النصارى مخالف لعامة الروايات، امام محقق علی الاطلاق مولٰنا
کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح القدیر میں اس مذہب کی ترجیح
اور دلیل مذکور مذہب اول کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں مطلق لفظ المشرك
اذا ذكر في لسان الشارع لا ينصرف الى اهل الكتاب وان صح لغة في طائفة

بل طوائف واطلق لفظ الفعل اعنی یشرکون علی فعلهم کما ان من رائی بعلمه من المسلمین فلم یعمل الا لاجل زید یصح فی حقه انه مشرك لغة ولا یتبادر عند اطلاق الشارع لفظ المشرك ارادته لما عهد من ارادته به من عبد مع الله غیره ممن لا یدعی اتباع نبی وکتاب ولذلك عطفهم علیه فی قوله تعالی لم یکن الذین کفروا من اهل الکتب والمشرکین منفکین ونص علی حلهم بقوله تعالی والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم ای العفائف منهن الی آخر ما اطال واطاب کما هو دابه رحمه الله تعالی بالجملہ محققین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہود ونصاری مطلقاً اہل کتاب ہیں اور اُن پر احکام مشرکین جاری نہیں اقول وکیف لا وقد علم الله سبحنه وتعالی انهم یقولون بثالث ثلثة حتی نهاهم عن ذلك وقال انتهوا خیرا لکم وان هم یقولون ان المسیح اله حتی قال لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسیح ابن مریم بل بالوهیة امه ایضاً حتی یسأله علیه الصلٰوة والسلام یوم القیمة یعیسی ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله وانهم مصرحون بالبنوة حتی نقل عنهم قالت الیهود عزیر ابن الله وقالت النصری المسیح ابن الله ومع ذلك فرق بینهم وبین المشرکین فقال والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم وقال طعام الذین اوتوا الکتب حل لکم وقال لم یکن الذین کفروا من اهل الکتب والمشرکین منفکین حتی تاتیهم البینة فارشد بالعطف الی التغایر فالمولی سبحنه وتعالی اعلم بمن اجرم واعلم بما یشرع من الاحکام فله الحکم وله الحجة السامیة لا اله الا هو سبحنه وتعالی عما یشرکون حتی ترقی بعض المشائخ فجوز نکاح الصابئات ایضاً انکن یدین بکتاب منزل ویؤمن بنبی مرسل وان عبدن الکواکب وصرح انها لا تخرجهم عن الکتابیة وهو الذی یعطیه ظاهر کلام الامام المحقق برهان الملة والدین المرغینانی فی البدایة حیث رتب عدم حل النکاح علی امرین عبادة الکواکب وعدم الکتاب وتبعه العلامة ابو عبد الله محمد بن عبد الله الغزی

فی التنویر فقال لا عبادة کوکب لا کتاب لهما فاشار بمفهوم المخالف الی انهاان کان لها کتاب حل نکاحها مع عبادتها الکوکب فان قلت الیس قد تکلم فیه المولی زین بن نجیم فی البحر فقال الصحیح انهما ان کانوا یعبدونها و یعنی الکواکب حقیقة فلیسوا اهل الکتاب وان کانوا یعظمونها کتعظیم المسلمین للکعبة فهم اهل الکتاب کذا فی المجتبیٰ انتهی فیستفاد منه ان الصحیح صابئة الکتابیة لعبادة غیر الله سبحانه وتعالی فلا یجتمعان ابدا و حینئذ مامال الیه کثیر من المشایخ فی حق اولئك الیهود والنصاری انهم مشرکون حقا حتی قیل ان علیه الفتوی قلت وبالله التوفیق ههنا فرق دقیق هو ان قضیة العقل هی المباینة القطعیة بین الکتابیة وعبادة غیر الله سبحانه وتعالی فانها هی الشرك حقا والکتابی غیر مشرك عند الشرع فکل من رأیناه یعبد غیر الحق جل وعلا حکمنا علیه انه مشرك قطعا وان کان یقر بکتب وانبیاء علیهم الصلاة والسلام ولکنا خالفنا هذه القضیة فی الیهود والنصاری بحکم النص فانا وجدنا القرآن العظیم یحکی عنهم ما یحکی من العقائد الخبیثة ثم یحکم علیهم بان هم اهل الکتاب ویمیزهم عن المشرکین فوجب التسلیم لورود النص بخلاف الصابئة اذ لم یرد فیهم مثل ذلك فلم یجز قیاسهم علی هؤلاء ولا الخروج عن قضیة العقل فی بابهم والحاصل ان کتابیة القائلین بالبنوة والوهیة الغیر من الیهود والنصاری واردة فیما حسب علی خلاف القیاس فیقتصر علی المورد وبهذا تبین ان ماقاله ذلك البعض من المشایخ ان عبادة الکواکب لا تخرج الصابئة عن الکتابیة قول مهجور وان کلام الهدایة والتنویر غیر محمول علی ظاهره وان الحق مع العلامة صاحب البحر فی تصحیحه انهم ان کانوا یعبدون الکواکب وانه لا تنافی بین تصحیحه هذا وقوله سابقا فی اولئك الیهود والنصاری ان المذهب الاطلاق وان قالوا ثالث ثلثة وبه ظهر ان انتصار العلامة عمر بن نجیم فی النهر والمولی محمد بن عابدین فی رد المحتار لذلك البعض من المشایخ بان مامر من حل النصرانیة وان اعتقدت المسیح الها یؤید قول بعض المشایخ

انتهى مبني على الذهول عن هذا الفرق فاغتنم تحرير هذا المقام فقد زلت فيه
اقدام والحمد لله ولي الانعام مگر تاہم جبکہ علما کا اختلاف ہے اور اُس قول پر فتویٰ
بھی منقول ہو چکا تو احتیاط اسی میں ہے کہ نصاریٰ کی نساء و ذبائح سے احتراز کرے
اور اگر آج کل بعض یہود بھی ایسے پائے جاتے ہوں جو عزیر علیہ الصلاۃ والسلام کی
ابنیت مانیں تو اُن کے زن و ذبیحہ سے بھی بچنا لازم جانیں کہ ایسی جگہ اختلاف ائمہ میں
پڑنا محتاط آدمی کا کام نہیں اگر فی الواقع یہ یہود و نصاریٰ عند اللہ کتابی ہی ہوئے تاہم
اُن کی عورتوں سے نکاح اور اُن کے ذبیحہ کے تناول میں ہمارے لیے کوئی نفع نہیں نہ شرعاً
ہم پر لازم کیا گیا نہ بحمد اللہ ہمیں اُس کی ضرورت بلکہ بر تقدیر کتابیت بھی علما تصریح
فرماتے ہیں کہ بے ضرورت احتراز چاہیے فی فتح القدیر یجوز تزوج الکتابیات والاولی ان
لا یفعل ولا یاکل ذبیحتهم الا للضرورة الخ اور اگر اُن نہیں علما کا مذہب حق ہوا اور
یہ لوگ بوجہ اپنے اعتقادوں کے عند اللہ مشرک ٹھہرے تو پھر نکاح زنائے محض ہوگا
اور ذبیحہ حرام مطلق والعیاذ باللہ تعالیٰ تو عاقل کا کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے
جسکے ایک جانب نامحمود اور دوسری جانب حرام قطعی فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ ایسا ہی
گمان کرتا تھا یہاں تک کہ بتوفیق الٰہی مجمع الانہر میں اسی مضمون کی تصریح دیکھی حیث قال
فعلى هذا يلزم على الحكام في ديارنا ان يمنعوهم من الذبح لان النصارى
في زماننا يصرحون بالابنية قبحهم الله تعالى وعدم الضرورة متحقق
والاحتياط واجب لان في حل ذبيحتهم اختلاف العلماء كما بيناه فالاخذ
بجانب الحرمة اولى عند عدم الضرورة انتهى والله سبحنه وتعالى اعلم۔

جواب سوال سوم

فی الواقع جو بدعتی ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہو باجماعِ مسلمین یقیناً
قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے پیشانی اُس کی سجدے میں ایک ورق ہو جائے
بدن اُس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے عمر میں ہزار حج کرے لاکھ پہاڑ سونے کے
راہِ خدا پر دے واللہ ہرگز ہرگز کچھ مقبول نہیں جبتک حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی اُن تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے

تصدیق نہ کرے۔ ضروریات اسلام اگر مثلاً ہزار ہیں تو اُن میں سے ایک کا بھی
انکار ایسا ہی جیسا نوسونناوے (999) کا آج کل جس طرح بعض بد دینوں نے یہ روش نکالی
ہے کہ بات بات پر کفر و شرک کا اطلاق کرتے ہیں اور مسلمان کو دائرہ اسلام سے
خارج کہتے ہوئے مطلق نہیں ڈرتے حالانکہ حضور اصطفا علیہ افضل الصلاۃ والثنا
ارشاد فرماتے ہیں فقد باء بہ احدھما یوں ہی بعض مداہنوں پر یہ بلا ٹوٹی ہے کہ
ایک دشمن خدا سے صریح کلمات توہین آقائے عالمیان حضور پرنور سید المرسلین اکرام
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اور ضروریات دین کا انکار سنتے جائیں اور اسے سچا پکا مسلمان
بلکہ اُن میں کسی کو افضل العلما کسی کو امام الاولیا مانتے جائیں یہ نہیں جانتے یا جانتے
ہیں اور نہیں مانتے کہ اگر انکار ضروریات بھی کفر نہیں تو عزیزو۔ بُت پرستی میں کیا
زہر گھُل گیا ہے وہ بھی آخر اسی لیے کفر ٹھہری کہ اول ضروریات دین یعنی توحید الٰہی
جل وعلا کے خلاف ہی کہتے ہیں وہ کلمہ گو ہے نماز پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے ایسے ایسے
مجاہدے کرتا ہے ہم کیونکر اُسے کافر کہیں اِن لوگوں کے سامنے اگر کوئی کلمہ پڑھے افعال
اسلام ادا کرے با اینہمہ دو خدا مانے شاید جب بھی کافر نہ کہیں گے مگر اس قدر نہیں جانتے
کہ اعمال تو تابع ایمان ہیں پہلے ایمان تو ثابت کر لو تو اعمال سے احتجاج کرو۔ ابلیس
کے برابر تو یہ مجاہدے کاہے کو ہوئے پھر اُس کے کیا کام آئے جو اُن کے کام آئیں گے
آخر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قوم کی کثرت اعمال اس درجہ
بیان فرمائی کہ یحقرون صلوٰتکم عند صلوٰتھم وصیامکم عند صیامھم اد
کما قال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر اُن کے دین کا بیان فرمایا کہ یمرقون
من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ رہی کلمہ گوئی تو مجرد زبان سے کہنا
ایمان کے لیے کافی نہیں منافقین تو خوب زور و شور سے کلمہ پڑھتے ہیں حالانکہ ان
کے لیے فی الدرک الاسفل من النار کا فرمان ہے والعیاذ باللہ الحاصل ایمان
تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات کہاں مثلاً جو رافضی اس
قرآن مجید کو جو بفضل الٰہی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہمارے دلوں میں محفوظ
ہے عیاذاً باللہ بیاض عثمانی بتائے اُس کے ایک حرف یا ایک نقطہ کی نسبت
صحابہ یا اہل سنت یا کسی شخص کے گھٹانے یا بڑھانے کا دعوے کرے یا احتمالاً کہے شاید

ایسا ہوا ہو یا کہے مولیٰ علی یا باقی ائمہ یا کوئی غیر نبی انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والسلام سے افضل ہیں یا مسئلہ خبیثہ ملعونہ بدا کا قائل ہو یعنی کہے باری تعالیٰ کبھی ایک حکم سے پشیمان ہو کر اُسے بدل دیتا ہے یا کہے ایک وقت تک اُسی مصلحت پر اطلاع نہ تھی جب اُسے اطلاع ہوئی حکم بدل دیا تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا یا دامن عفت مامن طیب الطیب اعطر اطہر کنیزان بارگاہ طہارت پناہ حضرت ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق صلے اللہ تعالیٰ علی زوجہا الکریم وابیہا وعلیہا وبارک وسلم کے بارے میں آس افک مبغوض مغضوب ملعون کے ساتھ اپنی ناپاک زبان آلودہ کرے یا کہے احکام شریعت حضرات ائمہ طاہرین کو سپرد تھی جو چاہتے راہ نکالتے جو چاہتے بدل ڈالتے یا کہے مصطفے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ائمہ طاہرین پر وحی شریعت آتی رہی یا کہے ائمہ میں کوئی شخص حضور پر نور مصطفے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم پلہ تھا یا کہے حضرات کریمین امامین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور پر نور علیہ الصلاۃ والسلام سے افضل ہیں کہ ان کی سی ماں حضور کی والدہ کب تھیں اور اُن کے سے باپ حضور کے والد کہاں تھے اور اُن کے سے نانا حضور کے نانا کب تھے یا کہے حضرت جناب شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نوح کی کشتی بچائی ابراہیم پر آگ بجھائی۔ یوسف کو بادشاہی دی سلیمان کو عالم پناہی دی علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین۔ یا کہے مصطفے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی وقت کسی جگہ حکم الٰہی کی تبلیغ میں معاذ اللہ تقیہ فرمایا الی غیر ذلک من الاقوال الخبیثۃ یا جو نجدی وہابی حضور پر نور سید الاولین والآخرین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کوئی مثل آسمان میں یا زمین طبقات بالا میں یا زیرین میں موجود مانے یا کہے کبھی تھا یا کبھی ہوگا یا شاید ہوا ہے تو نہیں مگر ہو جائے تو کچھ حرج بھی نہیں یا حضور خاتم النبیین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرے یا کہے آجتک جو صحابہ تابعین خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین سمجھتے رہے خطا پر تھے نہ پچھلا نبی ہونا حضور کے لیے کوئی کمال بلکہ اس کے معنے یہ ہیں جو میں سمجھا یا کہے میں ذمہ کرتا ہوں اگر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوت پائے تو کچھ مضائقہ نہیں یا دو ایک بُرے نام ذکر کر کے کہے نماز میں جناب رسالتمآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا فلاں و فلاں کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے لعنۃ اللہ علی مقالتہ الخبیثۃ یا توجیہ تبلیغ

رسالت حضور پُر نور محبوب رب العٰلمین ملک الاولین والآخرین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو اُس چپراسی سے تشبیہ دے جو فرمان شاہی رعایا کے پاس لایا یا حضور اقدس مالک ومعطی
جنت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ اور حضرت سیدنا و مولٰنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے کریمۂ طیبہ لکھکر کہے (خاک بدہان گستاخاں)
یہ سب جہنم کی راہیں ہیں یا حضور فریادرس بیکسان حاجت روائے دوجہان صلوات اللہ
تعالیٰ وسلامہ علیہ سے استعانت کو بُرا کہکر یوں ملعون مثال دے کہ جو غلام ایک بادشاہ
کا ہو رہا اُسے دوسرے بادشاہ سے بھی کام نہیں رہتا پھر کیسے (.....) (.....)
کا کیا ذکر ہے اور یہاں دو ناپاک قوموں کے نام لکھے یا اُن کے مزار پُر انوار کو فائدۂ
زیارت میں کسی پادری کا فر کی گور سے برابر ٹھہرائے۔ اشد مقت اللہ علی قولہ یا اسکی
خباثت قلبی توہین شان رفیع المکان و اجب الاعظام حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ
والسلام پر باعث ہو کہ حضور کو اپنا بڑا بھائی بتائے یا کہے (اُن کے بدگو) مرکر مٹی میں
مل گئے۔ یا اُن کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو
بلکہ اس سے بھی کم الیٰ غیر ذلک من الخرافات الملعونۃ یا کوئی نیچری نئی روشنی کا مدعی کہے
باندی غلام بنانا ظلم صریح اور بہائم کا سا کام ہے جس شریعت میں کبھی یہ فعل جائز رہا ہو وہ شریعت
منجانب اللہ نہیں یا معجزات انبیا علیہم الصلاۃ والسلام سے انکار کرے نیل کے شق ہونے کو
جوار بھاٹا بتائے عصا کے اژدہا بنکر حرکت کرنے کو سیماب وغیرہ کا شعبدہ ٹھہرائے یا
مسلمانوں کی جنت کو معاذ اللہ رنڈیوں کا چکلہ کہے یا نار جہنم کو الم نفسانی سے تاویل کرے
یا وجود ملئکہ علیہم السلام کا منکر ہو یا کہے آسمان ہر بلندی کا نام ہے وہ جسم جسے مسلمان آسمان
کہتے ہیں محض باطل ہے یا کہے شیطان (کہ اُس کا معلم شفیق ہے) کوئی چیز نہیں فقط قوت
بدی کا نام ہے اور قرآن عظیم میں جو قصے آدم وحوا وغیرہما کے موجود ہیں جن سے شیطان کا
وجود جسمانی سمجھا جاتا ہے تمثیلی کہانیاں ہیں یا کہے ہم بانئے اسلام کو بُرا کہے بغیر نہیں رہ سکتے
یا نصوص قرآنیہ کو عقل کا تابع بتائے کہ جو بات قرآن عظیم کی قانون نیچری کے مطابق ہو گی
مانی جائیگی ورنہ کفر جلی کے روئے زشت پر پردہ ڈھکنے کو ناپاک تاویلیں کیجائینگی
یا کہے نماز میں استقبال قبلہ ضرور نہیں جدھر منہ کرو اُسی طرف خدا ہی یا کہے آجکل کے یہود ونصاری

کافر نہیں کہ اُنھوں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ نہ پایا یا نہ حضور کے معجزات دیکھے یا[۱] ہاتھ سے کھانا کھانے وغیرہ بعض سنن کے ذکر پر کہے تہذیب نصاریٰ نے ایجاد کی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض افعال نامہذب تھے اور یہ دونوں کلمے بعض اشقیا سے فقیر نے خود سُنے۔ الی غیر ذلک من الاباطیل الشیطانیۃ یا کوئی جھوٹا[۱] صوفی کہے جب بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے تکالیف شرعیہ اُس سے ساقط ہو جاتی ہیں یہ باتیں تو خدا تک پہنچنے کی راہ ہیں جو مقصود تک واصل ہو گیا اُسے راستہ سے کیا کام یا کہے[۲] یہ رکوع وسجدہ تو محجوبوں کی نماز ہے محبوبوں کو اس نماز کی کیا ضرورت ہماری نماز ترک وجود ہے۔ یا[۳] یہ نماز روزہ تو عالموں نے انتظام کے لیے بنا لیا ہے یا جتنے[۴] عالم ہیں سب پنڈت ہیں عالم وہی ہیں جو انبیاء بنی اسرائیل کی مثل معجزے دکھائے یہ بات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاصل ہوئی وہ بھی ایک مدت کے بعد مولیٰ علی کے سکھانے سے کما سمعتہ بنفسی من بعض المتھودین علی اللہ یا[۵] خدا تک پہنچنے کے لیے اسلام شرط نہیں بیعت بک جانے کا نام ہے اگر کافر ہمارے ہاتھ پر بک جائے ہم اُسے بھی خدا تک پہنچا دیں گو وہ اپنے دین خبیث پر رہے یا[۶] رنڈیوں کا ناچ علانیہ دیکھے جب اُس پر اعتراض ہو تو کہے یہ تو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سُنت ہے کما بلغنی عن بعضھم واعترف بہ بعض خلص مریدیہ یا شبانہ روز طبلہ سارنگی میں مشغول رہے جب تحریم مزامیر کی احادیث سُنائیں تو کہے یہ مذمتیں تو اُن کثیف بیہودہ باجوں کے لیے وارد ہوئیں جو اُس وقت عرب میں رائج تھے یہ لطیف نفیس لذیذ باجے جواب ایجاد ہوئے اُس زمانے میں ہوتے تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سوا ان کے سُننے کے ہرگز کوئی کام نہ کرتے یا کہے[۸] ؎

نمعنے خدا ہے سراہا گیا ہے ÷ محمد خدا ہے خدا ہے محمد

یا کہے[۹] یہ دونوں ہیں ایک انکو دو مت سمجھنا ÷ خدا باطن وظاہر ہے محمد

یا کہے[۱۰] مسیحا سی تری آنکھوں کی سب بیمار اچھے ہیں ÷ اشاروں میں جلا دیتے ہیں مردہ یا رسول اللہ

علی مشکل کشا شیر خدا تھا اور حیدر تھا ÷ دو بالا مرتبہ تھا راکب دوش پیمبر تھا

بربت کعبہ کیا خیبر شکن فرزند آزر تھا ÷ بتوں کے توڑنے میں اس سے ابراہیم ہمسر تھا

اگر ہوتا نہ زیر پا کنف شاہ رسولاں کا ÷ یا کہے[۱۱] مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ اللہ تعالیٰ

کے محبوب تھے اور انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والسلام میں کوئی خدا کا محبوب نہ تھا یا اُس
کے جلسہ میں لاالٰہ الا اللہ فلاں رسول اللہ اُسی مغرور کا نام لیکر کہا جائے اور وہ اُس پر
راضی ہو یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں - ھد ٰھم اللہ تعالےٰ
الی الصراط المستقیم وَالا لعنھم لعنۃ تبید صغارھم وکبارھم
وتزیل عن الاسلام والمسلمین عارھم وعوارھم امین اور جو شخص
ابتدا میں صحیح الاسلام تھا بعدہ ان خرافات کی طرف رجوع کی اُس کے مرتد ہونے میں
شبہہ نہیں اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم ہے اب رہی تحقیق اس بات کی کہ ان
میں جو شخص قدیم سے ایسے ہی عقائد پر ہوا اور بچپن سے یہی کفریات سیکھے جیسے وہ مبتدعین
جن کے باپ دادا سے یہی مذاہب مکفرہ چلے آتے ہیں اُن کی نسبت کیا حکم ہونا چاہیے کہ کفار
چند قسم ہیں کچھ ایسے کہ باوجود کفر شرع مطہر نے اُن کی عورتوں سے نکاح اور ذبائح کا
تناول جائز فرمایا وہ کتابی ہیں اور بعض وہ جن کے نساء و ذبائح حرام مگر اُن سے جزیہ لینا سب
ہو تو امان دینا ضرورت ہو تو صلح کرنا غلبہ پائیں تو رقیق بنانا جائز ہے اور انھیں خواہی
نخواہی اسلام پر جبر نہ کرینگے - وہ مشرکین ہیں اور بعض ایسے جن کے ساتھ یہ سب
باتیں ناجائز وہ مرتدین ہیں آیا ان ہمیشہ کے بدعتی کفار مدعیان اسلام پر کس قسم کے حکم جاری
ہوں - مطالعہ کتب فقہ سے اس بارہ میں چار قول مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیل فقیر نے
رسالۂ المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ میں بما لا مزید علیہ کی اُن میں
مذہب صحیح ومعتمد علیہ یہی ہے کہ یہ مبتدعین بحکم شرع مطلقاً مرتدین ہیں خواہ یہ بدعت اُن کے
باپ دادا سے چلی آتی ہو یا خود اُنھوں نے ابتدا سے اختیار کی ہو خواہ بعد ایک زمانہ کے کی ہو
کسی طرح فرق نہیں بس اتنا چاہیے کہ باوجود دعوی اسلام واقرار شہادتین بعض ضروریات
دین سے انکار رکھتا ہو اُس پر احکام مرتدین جاری کیے جائیں گے - عالمگیریہ میں ہے یجب
اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال
روح الالٰہ الی الائمۃ وبقولھم فی خروج امام باطن وبتعطیلھم الامر والنھی
الی ان یخرج الامام الباطن وبقولھم ان جبریل علیہ الصلاۃ والسلام غلط
فی الوحی الی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دون علی بن ابی طالب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین

کذا فی الظہیریۃ خود علامہ شامی علیہ الرحمۃ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں مؤلف فتاویٰ علامہ
حامد آفندی عمادی سے نقل کرتے ہیں انھوں نے شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے مجموعہ میں
علامۃ الوریٰ نوح آفندی حنفی علیہ الرحمہ کا فتویٰ دیکھا جس میں اُن سے تکفیر روافض کے
بارے میں سوال ہوا تھا علامہ اُن کے کلمات کفریہ لکھکر فرماتے ہیں ثبت بالتواتر
قطعاً عند الخواص والعوام المسلمین ان ھذہ القبائح مجتمعۃ فی ھؤلاء الضالین
المضلین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر الیٰ ان قال ولا یجوز
ترکھم علیہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان مؤبد نص علیہ قاضی خاں فی
فتاواہ ویجوز استرقاق نساءھم لان استرقاق المرتدۃ بعد ما لحقت
بدار الحرب جائز الخ اھ ملتقطا فتاویٰ علامہ قاضی خاں میں شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل
علیہ الرحمۃ سے دربارۂ بیض وبیضہ کے اول زن وشوہر تھے پھر دونوں مسلمان ہوئے عورت
نے اور مسلمان سے نکاح کرلیا منقول ان کانا یظہران الکفر او احدھما کانا بمنزلۃ المرتدین
لم یصح نکاحھما ویصح نکاح المرأۃ مع الثانی انتہی باختصار امام علامہ قاضی عیاض شفا شریف
میں امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی سے نقل فرماتے ہیں انھم علی رأی من کفرھم
بالتاویل لا تحل مناکحتھم ولا اکل ذبائحھم ولا الصلاۃ علی میتھم ویختلف
فی موارثتھم علی الخلاف فی میراث المرتد ان عبارات سے ظاہر ہولیا کہ ان
مبتدعین منکرین ضروریات دین پر حکم مرتدین جاری ہونا ہی منقول ومقبول بلکہ علمائے
مذاہب اربعہ کا مفتیٰ بہ ہی بالجملہ ان اعداء اللہ پر حکم ارتداد ہی جاری کیا جائیگا نہ
اُن سے سلطنت اسلام میں معاہدہ دائمی جائز نہ ہمیشہ کو امان دینا جائز نہ جزیہ
لینا جائز نہ کسی وقت کسی حالت میں اُن سے ربط رکھنا جائز نہ پاس بیٹھنا جائز
نہ بٹھانا جائز نہ اُن کے کسی کام میں شریک ہونا جائز نہ اپنے کام میں شریک کرنا
جائز نہ مناکحت کرنا جائز نہ ذبیحہ کھانا جائز قاتلھم اللہ انی یذھبون قال اللہ
تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم جو تم میں سے اُن سے دوستی رکھیگا وہ انھیں میں سے
ہے ھدانا اللہ تعالیٰ الی الصراط المستقیم ودین ھذا النبی الکریم علیہ افضل الصلاۃ
والتسلیم وثبتنا بالقول الثابت فی الدنیا والاخرۃ انہ ولی ذلک واھل التقویٰ
واھل المغفرۃ لا الہ الا ھو سبحنہ وتعالیٰ عما یشرکون ○ واللہ تعالیٰ اعلم ○

مسئلہ ازالہ آباد چوک مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب سوداگر ۲۳ صفر ۱۳۱۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ان العالم العجمی کفوٌ لسیدۃ ام لا بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

نعم اذا کان دینا متدینا لان فضل العلم فوق فضل النسب قال اللہ تعالٰی یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت وقال تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ فی وجیز الامام الکردری العجمی العالم کفء للعربی الجاھل لان شرف العلم اقوی وارفع وکذا العالم الفقیر للغنی الجاھل وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفؤ للجاھل القرشی والعلوی اھ وفی الفتح والنھر وغیرھما عن جامع الامام قاضیخان العالم العجمی یکون کفؤا للجاھل العربی والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب اھ وفی النھر والدر جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ والوجہ فیہ ظاھر الخ وفی ردالمحتار عن الخیر الرملی عن مجمع الفتاوی عن المحیط العالم یکون کفؤا للعلویۃ لان شرف الحسب اقوی الخ قال وذکر ایضا یعنی الرملی انہ جزم بہ فی المحیط والبزازیۃ والفیض وجامع الفتاوی والدر الخ وتمام تحقیقہ فیہ وفی الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ قد قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما للعلماء درجات فوق المؤمنین بسبعمائۃ درجۃ ما بین کل درجتین مسیرۃ خمسمائۃ عام وھذا مجمع علیہ وکتب العلماء طافحۃ بتقدیم العالم علی القرشی ولم یفرق سبحنہ وتعالٰی بین القرشی وغیرہ فی قولہ تعالٰی ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اھ ملتقطا

قلت وانما قیدنا بکونہ دینا متدینا لانہ ھو العالم حقیقۃ واما اصحاب الضلال فشر من الجھال فان الجھل المرکب اشنع واخنع وصاحبہ فی الدارین اخزی واوضع صغارھم کالانعام بل ھم اضل وکبارھم کالکلاب لا بل اذل اخرج الدارقطنی قال حدثنا القاضی الحسین بن اسمعیل نا محمد بن عبد اللہ المخرمی نا اسمعیل بن ابان ثنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار واخرجہ عنہ ابو حاتم الخزاعی فی جزئہ الحدیثی بلفظ اصحاب البدع کلاب اھل النار ولابن نعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ قال العلماء الخلق الناس والخلیقۃ البھائم نسأل اللہ السلامۃ والعفو والعافیۃ ثم اقول یجب التقیید ایضا بما اذا لم یکن من المتناھین فی الدناءۃ المعروفین بھا کالحائک والدباغ والخصاف والحلاق ونظرائھم فان المدار علی وجود العار فی عرف الامصار کما صرح بہ العلماء الکبار قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ اھ وفی ردالمحتار قد علمت ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ فعلی ھذا من کان امیرا او تابعا لہ وکان ذا مال ومروءۃ وحشمۃ بین الناس لا شک ان المرأۃ لا تتعیر بہ فی العرف کتعیرھا بدباغ وحائک ونحوھما وان کان الامیر او تابعہ اکالا اموال الناس لان المدار ھنا علی النقص والرفعۃ فی الدنیا اھ مختصرا ولا شک ان العلویۃ فی بلادنا لا تتعیر بالافاغنۃ والمغول المتحلین بحلیۃ العلم والفضل فانھم فی انفسھم یعدون ھنا من الشرفاء الانجاب فاذا انضاف الی ذلک فضل العلم جبر نقص نسبھم بالنسبۃ الی العلوی بخلاف الحاکۃ والحلاقین ونحوھم فان التعیر بھم لا یزول ولو علموا اللھم الا اذا تقادم العھد وتناساہ الناس وظھر لہ الوقع فی القلوب والعظم فی العیون بحیث لم یبق العار لبنات الکبار وذلک قلیل جدا فی ھذہ الامصار بل لا یکاد یوجد عند الاعتبار من عرف المدار

کنز الایمان و خزائن العرفان

مولانا فضل القدیر ندوی
مدینۃ الحکمت، ہمدرد یونیورسٹی، کراچی

*

اردو میں اب تک قرآن کریم کے ۲۰۰ تراجم منصہ شہود پر آچکے ہیں، ترجمے کا کام کبھی آسان نہیں ہوتا، لیکن علماء کی یہ دینی ذمہ داری تھی کہ وہ قرآن کریم کے احکام پیغام اور مطالبات کو دنیا کے تمام زبانوں میں پیش کریں۔ اس مہتم بالشان کام کا آغاز عہد صحابہ ہی سے ہوا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بعض صورتوں کے تراجم ایرانی زبان میں پیش کیے۔

عہد و السنہ کے اعتبار سے تراجم کی ایک پوری تاریخ ہے جو قرآن سے ملسمانوں کی مسلسل علمی و فکری وابستگی کے تسلسل کی مظہر ہے جہاں تک اردو تراجم کا تعلق ہے، کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے ان سے دیگر زبانوں کے تراجم پر فوقیت حاصل ہے۔

تاریخی ترتیب کے ساتھ ان تراجم کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مترجمین کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قریب الفہم زبان میں یہ خدمت انجام دیں بلا شبہ اولین عہد کے اردو تراجم لسانی اعتبار سے اتنے صاف اور واضح نہیں ہیں، جتنے آج ہیں ایسا اس لئے ہوا کہ اردو زبان خود اس وقت اپنے تشکیلی مراحل سے گزر رہی تھی، اس لیے نقص ادا اور عدم وضاحت اگر ہے تو جائے شکایت نہیں ہے، انیسویں صدی کی دوسری دھائی سے تراجم کی زبان نسبتا قریب الفہم ہوگئی، مگر ان خوبیوں کے ساتھ ایک بڑی خرابی یہ پیدا ہوگئی کہ قرآن پاک کے تراجم اپنے مترجمین کے افکار و معتقدات اور ان کے ذہنی و شخصی رجحانات کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے اور اس بات پر بہت کم غور کیا گیا کہ تراجم کو ذاتی تاثر سے بلند رکھنا بھی مترجم کے فرائض میں ہے، بہ صورت دیگر اس پر ترجمے کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا اور وحئی الٰہی کا ترجمہ تو خصوصیت کے ساتھ حد درجہ احتیاط، غور موزونئ الفاظ

کا متقاضی ہوتا ہے۔ ترجمے اور طرز ادا میں اگر بے احتیاطی کی جائے گی تو دین کے تصورات اس کے احکام اور الوہیت و رسالت سے متعلق معتقدات میں بھی تغیرات پیدا ہو جائیں گے۔

اکثر و بیشتر تراجم سے مجموعی تاثرات یہی پیدا ہوئے اس لیے کہ ترجمے کے سارے تقاضے ملحوظ نہیں رکھے گئے اور ان تراجم سے غلط استدلال اور مسخ احکام کی راہیں کھل گئیں۔ ناقدانہ جائزے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ سب کچھ اتفاقی طور پر نہیں ہوا بلکہ رسالت و الوہیت اور دین و شریعت کے ایک خاص تصور کی اشاعت کے لئے قرآنی تائید کے حصول کی منظم کوششوں کے تحت ہوا اور مسلمانوں کے اجتماعی دینی اور اعتقادی مزاج میں فساد پیدا کردیا جس کی اصلاح بہت ضروری ہو گئی تھی۔

اس پس منظر میں حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ کنزالایمان اپنی منفرد خوبیوں کے ساتھ جب سامنے آیا تو مدح کے بجائے قدح کا موضوع بن گیا' اس لئے کہ اس ترجمے سے سابقہ مترجمین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہونے لگا اس کی اہمیت اور اس کے محاسن کی طرف سے آنکھیں بند کرلی گئیں پھربھی کنزالایمان کو ایک انقلابی ترجمے کی حیثیت حاصل ہوئی۔

ناقدین اور قادحین نے کنزالایمان کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور بہت کچھ کہا' لیکن ان کے سارے سرمایہ قدح کو اگر جمع کر کے بے لاگ جائزہ لیا جائے تو صرف ایک اعتراض سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ترجمے میں ان کے مذمومات اور عقائد پر ضرب پڑتی ہے' حالانکہ محل اعتراض یہ بات ہونی چاہئے تھی کہ فلاں آیت کا ترجمہ الفاظ قرآنی کے مقتضیات عربیت کے اسالیب اور احادیث و سنن سے متناقض ہے یا اجماع کے خلاف ہے اگر یہ عیوب اس میں نہیں ہیں تو محض شخصی اور گروھی مزعومات کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کو مورد طعن نہیں ٹھیرا جا سکتا۔

اس کنزالایمان پر حضرت صدر الافاضل مفسر قرآن مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے تفسیری حواشی خزائن العرفان کے نام سے نظرنواز ہوئے' تو نالہ و خروش میں اور شدت آگئی حالانکہ' خزائن العرفان میں کوئی بات بے حوالہ نہیں کہی گئی ہے۔ اگر حدیث کا حوالہ ہے تو اس میں یہ التزام رکھا گیا ہے کہ وہ صحاح کی ہو۔ اگر تاریخ و سیرت کا حوالہ ہے تو وہ اساطین کتب سے ماخوذ ہو اگر فقہی اشارہ ہے' تو فقہ حنفی کی مستند کتابوں سے مقتبس ہو' یعنی تحقیق سائنس کے تمام وسائل اور مسلمہ اصولوں کا پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ بے لاگ مطالعے

سے ثابت ہو جائے گا کہ یہ سارے اہتمامات کیے گئے ہیں۔

ثبوت کے لئے قرآن کریم بہ سلسلہ میراث کلالہ پیش خدمت ہے۔

یستفتونک ط قل اللہ یفتیکم فی الکللۃ(النساء : ۱۷۶)

ترجمہ : اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے۔(کنز الایمان)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ بیمار تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عیادت کے لئے تشریف لائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بے ہوش تھے، حضرت نے وضو فرما کر آب وضو ان پر ڈالا انہیں افاقہ ہوا آنکھ کھول کر دیکھا تو حضور تشریف فرما ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ابو داؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جابر میرے علم میں تمہای موت اس بیماری میں نہیں ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے : **لا اراک میتامن وجعک ھذا**(ف، ق، ندوی)

آپ نے ملاحظہ فرمایا مفسر نے اپنی طرف سے کوئی بات لکھی؟ صرف ایک حدیث لکھی اور وہ بھی ابوداؤد کی ہے۔محدثین میں سے کسی نے یا مفسرین میں سے کسی نے اس کے علاوہ اس کی تغلیط بھی نہیں کی ہے اور میراث کلالہ کے سلسلے میں باتفاق محدثین یہی حدیث ہے اور مولانا نعیم الدین صاحب نے حاشیہ میں یہ حدیث لکھ دی ہے پس منظر میں خود ابو داؤد نے بھی حدیث پیش کی ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ ہنگامہ کیا جائے۔

شاید خزائن العرفان کے مصنف مولانا نعیم الدین مراد آبادی کا گناہ یہ ہو کہ انہوں نے ایک ایسی حدیث کیوں نقل کی جس سے یہ بھی صاف اور عیاں طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم انسانی حیات و موت پر محیط ہے، اگر ایسا ہے تو یہ حدیث ہے یہ صفت ہم نے تو حضور کی جانب منسوب نہیں کردی، راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ خود ہیں اور نقد رجال، اور نقد متن کے کسی فاضل نے اس میں کوئی سقم نہیں بتایا ہے، پھر فاضل بریلوی یا مصنف خزائن العرفان پر اعتراض کیا ہے؟

یہ ہماری زیر تسوید کتاب کے مقدمے کی چند سطور ہیں، جو قارئین و سامعین کی خدمت میں پیش کی گئیں۔

ترجمہ قرآن اور مولانا احمد رضا خان

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری

(ڈائریکٹر' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور)

☆

قرآن مجید اپنی صحت کے اعتبار سے ایک منفرد اور مقدس کتاب ہے اس حقیقت کو ان لوگوں نے بھی تسلیم کیا ہے جو اسے آسمانی کتاب نہیں مانتے' لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مقدس کتابوں میں سے قرآن مجید شاید واحد کتاب ہے جس کے پیغام کی دنیا میں غلط تعبیر و تشریح کی گئی ہے اس افسوس ناک امر کی ذمہ داری ایک حد تک خود مسلمانوں پر بھی عائد ہوتی ہے مثلاً ماضی قریب تک وہ انگریزی زبان میں ایک مستند ترجمہ و تفسیر پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اس ناکامی کی ایک وجہ یہ ہے کہ مترجم حضرات نے اپنے ترجمہ کے لئے چند عربی کتابوں اور عربی قوانین کا سہارا لیا اور قرآن فہمی اور ترجمہ کے لئے جو بنیادی شرائط درکار تھیں وہ ان سے بڑی حد تک بیگانہ تھے۔

چنانچہ قرآن کے اس ملکوتی نغمہ کا ادبی حسن و جمال' جس نے پیغمبر علیہ الصلوۃ السلام کے پہلے سامعین کو مسحور کر دیا تھا ترجمہ میں باقی نہ رہ سکا' لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اہل علم کی کوششیں بار آور ہونے لگیں' اردو' انگریزی اور جرمن زبانوں میں کامیاب ترجمے اور تشریحی نوٹس لکھے گئے۔ ادھر کئی سال پہلے جب غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ و تشریح کا سوال اٹھا تھا۔ تو جامعہ ازہر نے اس سلسلہ میں ۱۹۳۵ء میں ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جس نے طے کیا تھا کہ ترجمہ میں مندرجہ ذیل امور کا ملحوظ خاطر رہنا ضروری ہے۔

۱۔ عربی زبان کے ان اصطلاحی الفاظ کو جو علم کلام کے ذریعہ وجود میں آئے' ترجمہ میں جگہ نہیں ملنی چاہئے۔

۲۔ سائنسی اور فلکیاتی مسائل ترجمہ پر اثرانداز نہیں ہوں گے۔ ترجمہ عربی زبان کے قواعد و ضوابط کی روشنی میں سرانجام دیا جائے گا۔

۳۔ اس امر کی کوشش کی جائے کہ قارئین ترجمہ کے ذریعہ قرآن مجید کی روح سے آشنا ہوں۔ معجزات کی تشریح ان کے سیاق و سباق کی روشنی میں کی جائے۔

ہر چند ایک مدت تک ان سفارشات کی روشنی میں ترجمہ نہیں کیا جا سکا اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ترجمہ قرآن کے بارے میں پرانی بحث ختم ہو گئی۔ شیخ مراغی اور شیخ شلتوت مرحوم نے ترجمہ کی ضرورت پر مضامین لکھے' انہوں نے ترجمہ کے جواز پر حنفی نقطہ نظر کو تسلیم کر لیا۔

چنانچہ انفرادی طور پر پوری دنیائے اسلام میں قرآن مجید کے تراجم دوسری زبانوں میں کئے گئے' اس سلسلے میں اردور زبان میں بھی تراجم ہوئے۔

اردو زبان میں جن اہل علم نے ترجمے کئے' آدمی ان کی نیکی' اخلاص اور محنت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا' لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان تراجم کی اکثریت ایسی ہے کہ جو قرآن مجید کے بے مثال ادبی و معنوی حسن کی ترجمانی نہیں کرتی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان خدا ترس اہل علم کو اردوزبان کی ادبی سرمایہ پر عبور حاصل نہیں تھا۔ نیز یہ کہ ہر زبان کا اپنا اسلوب بیان ہے۔ جس کا ترجمہ میں ملحوظ خاطر رہنا ضروری ہے' مثلاً انگریزی یا عربی میں منفرد کے لیے مفرد ہی کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے ذھب فلان' He went لیکن اس کا ترجمہ اردو زبان میں شخصیت کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے جمع کے ساتھ کیا جائے گا۔ مثلاً وہ تشریف لے گئے۔ اگر کسی بڑی علمی و مذہبی' خاص طور پر پیغمبر کی ذات گرامی کے ذکر میں عربی یا انگریزی سے ترجمہ مفرد ہی میں کیا جائے تو وہ ذوق سلیم پر گراں گزرے گا۔ چنانچہ ترجمہ و تشریح میں ادب کا ملحوظ رکھنا از بس ضروری ہے۔

رسالہ قشیریہ کے معروف عالم ابو القاسم عبد الکریم القشیری نے جو علمائے آخرت میں سے تھے لکھا ہے کہ شیخ ابو علی دقاق فرماتے تھے کہ قرآن نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔" **و ایوب اذنادی ربہ انی مسنی الضرو انت ارحم الرحمین**" (انبیا : ۸۳) یہاں حضرت ایوب علیہ السلام نے "ارحمنی" مجھ پر رحم کیجئے۔ نہیں کہا اس لئے کہ وہ آداب سے آگاہ تھے۔ سورۃ مائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے' آپ خدائی سوال کے جواب میں عرض کریں گے۔ **ان تعذبھم فانھم عبادک** آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے مزید عرض کی **ان کنت قلتہ فقد علمتہ** یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت باری تعالیٰ کے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے نفی میں جواب نہیں دیا۔ یعنی **الم** میں نے نہیں کہا (سورۃ المائدہ : ۱۱۶) شاید یہی وجہ ہے کہ بعض عارفین نے قرآن مجید کی آیت

کریمہ **الا المطھرون** کا معنی یہ کیا ہے کہ قرآن کے معانی کا نزول پاکیزہ دلوں ہی پر ہوتا ہے۔

گزشتہ دنوں جب مولانا عبد القیوم ہزاروی نے ازراہ کرم مجھے مولانا احمد رضا خان مرحوم کے ترجمہ قرآن کا تحفہ دیا۔ تو خاکسار نے اس ترجمہ کو مقدور بھر غور سے پڑھا اس ترجمہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے ترجمہ میں قرآن مجید اور حامل قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام بلند کے آداب کو نگاہ میں رکھا ہے۔ یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کروں گا۔ سورۃ الضحیٰ میں آں حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے : **ووجدک ضالا فھدی** مولانا اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔ "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"۔ آں حضرت ﷺ کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ زمانہ نبوت سے پہلے بھی ان کے دامن وقار و تمکنت پر قبائلی رسم و رواج یا اہل مکہ کی بت پرستی و گمراہی کا کوئی داغ نہیں ہے۔ اس لئے اس آیت کریم میں لفظ "ضلال" کا ترجمہ وہی زیادہ مناسب ہے، جو مولانا نے کیا ہے۔ ایسے ہی ایک دوسری سورت النجم میں آیا ہے" **والنجم اذا ھوی** اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے"۔ اس آیت کریمہ کے بعد " **ماضل صاحبکم و ما غوی**" آیا ہے جو اس ترجمہ کے حق میں ہے، قدماء میں سے معروف صوفی سھل التستری نے بھی **والنجم اذا ھوی**" سے مراد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی لی ہے۔

معزز حضرات ! منتخب التواریخ میں عبد القادر بدایونی نے شیخ علائی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ اپنے وقت کے عالم تھے، لیکن جب شیخ نیازی سے ملاقات ہوئی تو ان پر قرآن فہمی کا ایک نیا دروازہ کھلا بدایونی لکھتے ہیں :

معانی قرآن و نکات و حقائق آں باسانی برو مکشوف گشت"

ملا بدایونی کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو الکلام آزاد تذکرہ میں لکھتے ہیں :

اور یہ بالکل سچ ہے اب تک قرآن جس قدر پڑھتے پڑھاتے رہے تھے، بیضاوی و بغوی کی ورق گردانی تھی اور محض نقالی سے قرآن کی حقیقت کب کھل سکتی ہے، اس کے لئے تو جبریل عشق کے فیضان اور دل دردمند کے الہام کی ضرورت ہے۔"

مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ قرآن میں اسی "دل دردمند" کی آواز سنائی دیتی ہے۔

ڪنزالايمان جو سنڌي ترجمو ۽ ان جون خوبيون

مقالو نويس: پروفيسرغلام عباس قادري سڪندري
فاضل جامعہ راشديہ، درگاه شريف پير جو ڳوٺ
فاضل عربي، حيدرآباد بورڊ
ايم-اي- بي ايڊ، ڪراچي يونيورسٽي
ليڪچرار اسلاميات. گورنمنٽ سراج الدولہ ڪاليج ڪراچي

(١) قرآن شريف:-

جيئن تہ منهنجي هن مقالي جو موضوع آهي ”قرآن شريف جي سنڌي ترجمي ڪنزالايمان جون خوبيون“ ان ڪري سڀ کان پهريائين قرآن شريف جي خدمت ۾ عقيدت جو نذرانو پيش ڪري برڪت حاصل ڪرڻ چاهيان ٿو.

قرآن مجيد الله پاڪ جو اهو آخري ڪتاب آهي، جنهن کي سموري انسانيت جي رهنمائي ۽ رهبريءَ لاءِ نازل ڪيو ويو. رُوءِ زمين تي هيءُ ئي اهو ڪتاب آهي جنهن ۾ڪنهن قِسم جو ڪو تضاد، مبالغي آميزي ۽ انتهاپسندي ڪونهي، جيڪو نهايت سليس، انساني فطرت جي عين مطابق، ان جي سمورين بيمارين جو علاج، سندس ڳهرجُن جو ڪفيل، نئين سر نئين ترقيءَ جي واٽن کي کوليندڙ، زبان ۽ بيان جي تمام ترخوبين جو خزينو، نهايت ئي فصيح، جامع، مانع، واضح ترين، قطعي بي عيب ۽ بليغ بيان آهي، جنهن ۾ ”لاريب فيه“ جي فرمان سان انساني شڪ شُبهن جي سيني ٻُتن کي پيچي پورا ڪيو ويو آهي ۽ ان جي ”فاتوا بسورة من مثله وادعواشهداءَ ڪم من دون الله“ جي هڪ ئي مبارزت عرب جي سمورن فصيح اللسان خطبين ۽ اديبن کي هميشه لاءِ خاموش ڪرائي ڇڏيو.

اِن ئي ڪتاب انسانيت جي شرف جو اعلان فرمايو ۽ ڪيس خلافت جي ذميوارين کان آگاه ڪيو. هن ڪتاب جي تلاوت الله جي عبادت، ان جي تعليم تي عمل ظاهر جي زينت ۽ دل جي بصيرت آهي.

هن ڪتاب جي ٻولي اهڙي تہ مٺڙي ۽ روح پرور آهي جو هرپيري ٻڌڻ سان ا
کي ٻيهر ٻڌڻ جو اشتياق پيدا ٿئي ٿو. حضور پاڪ ﷺ جن هڪڙي ڀيري حضر
ابنِ مسعود رضي الله عنہ کي فرمائش ڪئي تہ تون قرآن پڙهہ تہ مان ٻڌا
حضرت ابن مسعود حيرت سان عرض ڪيو تہ ڇا مان پڙهان؟ يارسول الله! هـ
پاڪ ڪلام تہ توهان تي نازل ٿيو آهي! پاڻ ڪريمن فرمايس تہ هائو هائو. ما
چاهيان ٿو تہ قرآن پاڪ ڪو ٻيو پڙهي ۽ مان ان کي ٻڌان. حضرت اسيد بن
حضير رضي الله عنه گهر ۾ قرآن پاڪ جي تلاوت پئي ڪئي تہ سندس گهر ج
ڇت کان وٺي آسمان تائين ملائڪ قطارون ٻڌي خدا جو ڪلام ٻڌي رهيا هئا
ان ئي ڪلام جي تلاوت حبش جي بادشاهہ نجاشيءَ کي غائبانہ طور نبي پاڪ ﷺ
جو عاشق ۽ متوالو بنائي ڇڏيو. حضرت عمر رضي الله عنه پنهنجي ڀيڻ کان ا
پاڪ ڪلام جي محض چند آيتن جي تلاوت ٻڌي تہ ڳچيءَ ۾ ڳارو وجهہ
رسول الله ﷺ جي خدمت ۾ پيش اچي پيو. هن ڪتاب جو شان ئي نرالو آهي.

هي اهو صحيفو آهي جنهن ۾ معرفت ۽ حقيقت جو اڻ ڳڻت خزانو آهي. جنهن
۾ هڪ طرف حياتيءَ لاءِ حرارت ۽ ٻئي طرف علم، عرفان ۽ هدايت آهي. هن
الهامي ڪتاب جي تعليم انسانن کي خودشناس بنائڻ سان گڏ خداشناس بہ بنائ
ٿي. نازل ٿيڻ کان اج تائين کوجنا ڪندڙن هن اٿاهہ سمنڊ مان ڪيترائي املهہ
ماڻڪ موتي ڪڍيا آهن. انهن يقيناً وڏيون وڏيون ڪاميابيون حاصل ڪيون، ۽
ڪنهن پنهنجي همت مطابق پنهنجيون جهوليون ڀريون. مگر هن جا خزانا ساڳي
طرح ڀريل ئي رهيا. ان جي حڪمت ۽ معرفت جي خزانن ۾ ڪابہ گهٽتائي ڪا
آئي. جن ماڻهن سڄي عمر هن سمنڊ جي سيوا ڪئي ۽ هن باغ بهار مان گل ڦ
ميڙيا انهن بہ اج سوڙو اها دعويٰ ڪونہ ڪئي تہ ڪو اسان هن جا سيئي گل
چونڊي ۽ سمورا موتي ڪڍي ورتا آهن. بلڪ سمورن اهوئي اعتراف ۽ اعلا
ڪيو تہ:

دامان نگہ تنگ و گل حسن توبسيار
گل چين تـواز تنگئي دامان گلہ کرد

(٢) باب الاسلام سنڌ ۾ قرآن ۽ سنت جي خدمت

باب الاسلام سنڌ کي شروع کان ئي مسعود ۽ مبارڪ، خيرالقرون نبوي زمان
سان رابطي ۽ نسبت جو شرف حاصل رهيو آهي. مستند مؤرخن لکيو آهي
هڪڙي ڀيري پيغمبر اسلام جي خدمت ۾ ٻہ وفد حاضر ٿيا. پاڻ ڪريمن انه
ٻنهي وفدن کي جدا جدا ملاقات جو شرف بخشيو. انهن مان هڪ افريقا ۽ ٻ
سنڌ جو وفد هو. محبت ڀرئي مهراڻ جي هن خطي کي نبي پاڪ جن جي فيضيا
ساٿين اصحاب سڳورن جي قدم بوسيءَ جي فضيلت پڻ حاصل آهي. انهن اصحا

سڳورن جو تعداد تاريخ جي ڪتابن ۾ پنج آيو آهي، جن مان ٻه سڳورا موٽي مديني شريف هليا ويا ۽ ٽن اصحابن هتي ئي رهائش اختيار ڪئي، جيتوڻيڪ انهن جي تفصيلي احوال ۽ مزارن جي خبر نہ پئجي سگهي آهي مگر ايتري ڳالهہ يقيني آهي تہ اهي مقدس هستيون هن سرزمين سان پاڻ کي وابستہ ڪري هميشہ لاءِ هتي ئي آرامي ٿي ويون، اهوئي سبب آهي جو سنڌ سونهاري نبوي علم ۽ عرفان جو مرڪز بنجي وئي، سنڌ جي عالمن قرآن جا تفسير ۽ ترجما ۽ حديث جا شرح لکيا. حديث جي مشهور ڪتابن صحاح ستہ تي ٺٽي جي عالم علامہ ابوالحسن ڪبير متوفي ١١٣٨هہ عربيءَ ۾ حاشيو لکيو. جيڪو عالم اسلام ۾ انتهائي قدر جي نگاہ سان ڏٺو وڃي ٿو. سيرت جو سڀ کان پهريون مجموعو مڪاتيب نبوي جي نالي سان ابوجعفر ديبليءَ لکيو.

(٣) برصغير ۾ قرآن شريف جي ترجمي جي شروعات

هن سر زمين کي اهو بہ عزاز حاصل آهي جو ڪنهن غيرعربيءَ ٻوليءَ ۾ قرآن ڪريم جو سڀ کان پهريون ترجمو سنڌيءَ ٻوليءَ ۾ ٿيو. هباري دور حڪومت ۾ اروڙ جي راجا مهروڪ جي درخواست تي منصوره جي هڪ عالم دين ٽن سالن ۾ قرآن جو اهو پهريون ترجمو سنڌيءَ ۾ لکي پورو ڪيو، سنڌ جي مشهور بزرگ عالم دين مفسر قرآن غوث الحق مخدوم نوح سرور هالائي رحمة الله عليہ ڏهين صدي هجريءَ ۾ قرآن شريف جو سڀ کان پهريون فارسي ترجمو لکيو.

ٻارهين صدي هجريءَ ۾ وقت جي سڀ کان وڏي عالم، محدث، فقيہ ۽ عاشقِ رسول مخدوم محمد هاشم ٺٽويءَ سنڌيءَ ۾ قرآن ڪريم جو منظوم ترجمو ڪيو، جيڪو مڪمل تہ نہ آهي مگر ڇپجي منظر عام تي اچي چڪو آهي. ان کان پوءِ آخوند عزيز الله متياريءَ نثر ۾ قرآن شريف جو مڪمل ترجمو ڪيو. حيدرآباد جي مولوي محمد صديق بہ قرآن شريف جو سنڌيءَ ۾ ترجمو ڪيو جنهن کي راشدي خاندان جي پڳدار حضرت پيرصاحب حزب الله شاہ راشدي رحمة الله عليہ جي حڪم مطابق ڇاپيو ويو ۽ اهو تفسير ڪوثر جي نالي سان مشهور آهي، ان کان علاوه مولانا محمد عثمان نورنگ زادي جو لکيل تفسير بہ ڇپجي چڪو آهي.

ازانسواءِ ماضي قريب ۾ ڪجهہ ٻيا بہ سنڌي ترجما لکيا ۽ شائع ڪرايا ويا آهن مگر انهن ۾ الله پاڪ جي عظمت، ان جي صفات ۽ نبي پاڪ ﷺ جي شان ۽ ادب احترام جو سنڌي لغت ۽ زبان جي اعتبار سان لحاظ نہ رکيو ويو آهي، ان ڪري سنڌ جي عوامي ۽ ديني حلقن ۾ ڪنهن مستند ترجمي جي ضرورت محسوس ڪئي پئي وئي.

آخر انهيءَ ميدان ۾ ان اٿاٽ کي علامہ مفتي صاحب محمد رحيم سڪندري

محسوس ڪري قرآن شريف جي جڳ مشهور ترجمي ڪنزالايمان جو سنڌيءَ ۾ ترجمو ڪيو.

(۴) ڪنزالايمان

قرآن ڪريم عربي زبان ۾ نازل ٿيو آهي، ۽ عربي زبان جو پنهنجو هڪ اسلوب، قاعدا، ضابطا، استعارا ۽ مثال آهن. الله پاڪ جي ڪلام هئڻ سبب، ان جي تلاوت جو ميٺاڄ، جملن جي ترڪيب، فصاحت، بلاغت، بيان جو انداز علمي نُڪتن ڏي رهنمائي ڪري ٿو. هن سمنڊ جو هر موتي املهه ماڻڪ آهي، قرآن جي ان ئي ڪمال ڏانهن سنڌ جي صوفي شاعر شاهه عبداللطيف ڀٽائي هن طرح اشارو ڪيو آهي.

سيوا ڪر سمنڊ جي جتي جَرُ وهي ٿو جال
لڪين تنهنجي سير ۾ هيرا، موتي، لال
جي ماسو ملئي مال تہ پُوڇارا پُر ٿئين.

انهيءَ سمنڊ جي اٿاهہ اونهائيءَ مان موتي ڪڍڻ بہ هر ڪنهن جي وس ۾ ڪونهي، ان لاءِ اهڙي تہ رمزشناس، دانشور ۽ علمي ميدان جي ماهر جي ضرورت آهي جيڪو ان مان بي بها خزانو ڪڍي امت جي اڳيان آڻي رکي سگهي. قرآن ڪريم جي اردو ترجمن مان اهو شرف رڳو هڪڙي ترجمي کي حاصل آهي جنهنجو نالو آهي "ڪنزالايمان" جنهن کي مجدد ملت، محدث،مفتي، اديب، سائنسدان، مفسر قرآن امام اهلسنت مولانا احمد رضاخان فاضل بريلوي رحمة الله عليہ فرمايو آهي، جنهن جي علمي تحقيق کي مخالف طبقن بہ خراج تحسين پيش ڪيو آهي، جنهن جي زندگي نبي پاڪ ﷺ جي عشق ۽ ادب ۾ رڱيل ۽ ريتيل هئي، جنهن جي تعليم ۽ تصنيف عالمن ۽ محققن لاءِ تحقيق جو دروازو کولي ڇڏيو ۽ سندس علمي و روحاني فيض صدين تائين قائم ۽ دائم رهندو. ڪنزالايمان اهو عظيم ترجمو آهي جنهن ۾ قرآن ڪريم جي ادب، استعاري لغت، محاوري، الله جل شانہٗ جي شانِ الوهيت ۽ مقام رسالت جي ادب ۽ احترام جي تقاضائن جو پوريءَ طرح خيال رکيو ويو آهي ۽ انهن ئي خاصيتن "ڪنزالايمان" کي ٻين اردو ترجمن ۾ عظمت ۽ مقبوليت جي بلند مقام تي بيهاريو آهي.

آءٌ رڳو ايترو عرض ڪندس تہ توهان جڏهن قرآن شريف جي تلاوت سان گڏ "ڪنزالايمان" ترجمو پڙهندؤ تہ اوهان کي ائين محسوس ٿيندو تہ قرآن جي زبان جي ترجمانيءَ لاءِ واقعي هن کان وڌيڪ ڪو ٻيو لفظ هتي مناسب نہ آهي، امام اهلسنت مولانا شاهه احمد رضا خان بريلويءَ قرآن ڪريم جو ترجمو ڪري مسلم امت تي احسان فرمايو آهي. ان ترجمي پڙهڻ سان هر مسلمان قرآن کي سندس حقيقي شان ۽ شوڪت سان سمجهي عبادت، اطاعت، محبت ۽ عقيدت

سان پنهنجون مرادون ماڻي سگهي ٿو.

(۵) ڪنزالايمان جي سنڌي ترجمي جون خوبيون

فخرالافاضل حضرت علامہ مولانا مفتي محمد رحيم سڪندري صاحب سنڌ جي عظيم علمي، روحاني ۽ انقلابي سرويچن ۽ اسلامي مجاهدن جي مرڪز درگاه شريف حضرت پيرصاحب پاڳارو پير جوڳوٺ جي قديمي قابل رشڪ، اسلامي علوم جي درسگاه جامعہ راشديہ جي قابل فخر زهين فهيم مفتي ۽ اديب فاضلن مان هڪ آهي ۽ ساڳئي وقت هُو جامعہ راشديہ جو مهتمم، مدرس ۽ درگاه شريف جي جامع مسجد جو امام ۽ خطيب پڻ آهي.

مفتي صاحب جن امام اهل سنت جو پيشوائيءَ جي روشنيءَ ۾ واقعي ترجمي جو حق ادا ڪيو آهي.

لفظي ترجمي جو اصل فائدو اهو آهي تہ پڙهندڙ کي قرآن جي هر هر لفظ جي مطلب جي خبر پئجي سگهي ۽ اهو آيت جو ترجمو آسانيءَ سان سمجهي سگهي ۽ گڏو گڏ ان جو اثر پڙهندڙ جي قلب ۽ قالب ۾ هيءَ تي نظر اچي، مگر اهو سڀ ڪجهہ تڏهن ٿيندو جڏهن ترجمي واري عبارت ۾ رواني، بيان ۾ فصاحت، زبان ۾ بلاغت ۽ تحرير ۾ فڪر ۽ اثر هجن جنهن کي پڙهڻ سان روح وجد ۾ اچي وڃي، اکين مان آب وهي هلي ۽ ائين محسوس ٿئي تہ واقعي ڪا شيءِ آهي جيڪا نظر مان پارٿي دل ۽ دماغ کي متاثر پئي ڪري. قرآن ڪريم جو ترجمو اهڙي تہ اثرائتي انداز ۾ ڪرڻ گهرجي جو ڪتاب الهي تحريريءَ ڪان وڌيڪ تقريري انداز ۾ پڙهندڙ جي ذهن ۽ فڪر کي پنهنجي مقصد ڏانهن پوريءَ طرح متوجہ ڪري ۽ پڙهندڙ پنهنجي وجود جي خيالن ڪان نڪري قرآن جي مطلب ۽ مرضيءَ ۾ گم ٿي وڃي.

ترجمي ۾ ڳالهہ جو ربط نہ ٽٽي ۽ حاضر، غائب، مخاطب ۽ متڪلم مواقع تي قرآن جي ادبيت ۽ فصاحت جو لحاظ بہ ضرور رکڻ گهرجي. مفتي محمد رحيم صاحب سڪندريءَ آسان سنڌيءَ زبان ۾ تمام سهڻو ترجمو فرمايو آهي ۽ خاص خاص جاين تي تہ ترجمي ۾ ادب، عظمت شانِ الوهيت، بزرگيءَ ۽ رسول پاڪ ﷺ جي بُلند مرتبي ۽ تعظيم جو پورو پورو لحاظ رکيو آهي.

هيءَ ترجمو سنڌي ادب ۾ هڪ قيمتي واڌارو آهي ۽ سنڌ رهواسين تي وڏو احسان پڻ.

ڪنزالايمان جي سنڌي ترجمي جا پنهنجي اصل سان مطابقت ۽ موافقت جا ڪجهہ نمونا

(١) امام اهل سنت مولانا شاه احمد رضا خان بريلويءَ بسم الله الرحمٰن الرحيم جو جيڪو ترجمو اردو زبان ۾ فرمايو آهي ان تي اسلامي دنيا سندس

علمي ذهانت کي خراج تحسين پيش ڪيو آهي، مفتي صاحب به سنڌي ترجمي ۾ ان موافقت ۽ مطابقت کي تمام سهڻي انداز ۾ اختيار فرمايو آهي امام اهلسنت جي نظر جڏهن بسم الله جي مختلف ترجمن تي پئي ته پاڻ محسوس ڪيائون ته جڏهن مقصد ئي هي آهي ته سڀ کان اول الله پاڪ جو اسم مبارڪ اچي ته پوءِ ترجمي ۾ به ان پاڪ ذات جو نالو مبارڪ اڳ ۾ ئي اچڻ کپي ۽ تڏهن وڃي حديث شريف "ڪُل امر ذي بال الخ" جو مطلب ۽ مقصد به پورو ٿيندو، ان ڪري پاڻ بسم الله جو ترجمو فرمايائون "الله کے نام سے شروع جو بهت مهربان رحمت والا"

مفتي صاحب به پوري طرح موافقت ڪندي سنڌيءَ ۾ هن طرح ترجمو ڪيو ته "الله نهايت مهربان ٻاجهاري جي نالي سان شروع"

(۲) ذا لک الکتاب لاريب فيه (سوره بقره)

وه بلندرُتبه کتاب (قرآن) کوئي شک کي جگه نهين. (کنزالايمان)

اهو وڏي رُتبي وارو ڪتاب جنهن ۾ ڪابه شڪ جي جاءِ نه آهي (سنڌي ترجمو)

(۳) ويمکرون ويمکرالله والله خيرالماکرين (انفال: ۳۰)

اور وه اپناسا مکر کرتے تهے اور الله اپني خفيه تدبير فرماتا تها. اور الله کي خفيه تدير سب سے بهتر هے. (کنزالايمان)

۽ انهن پنهنجي سازش سِٽي ۽ الله پنهنجي مخفي تدبير فرمائي ۽ الله جي خُفيه رٿ سڀني کان بهتر آهي. (سنڌي ترجمو)

(۴) فان يشاءِ الله يختم عليٰ قلبک (شوريٰ: ۲۴)

اور اگر الله چاهے تو تمهارے دل پر اپني رحمت و حفاظت کي مهر لگادے. (کنزالايمان)

۽ الله چاهي ته توهان جي دل تي پنهنجي رحمت ۽ حفاظت جي مُهر فرمائي. (سنڌي ترجمو)

قارئين ڪرام! توهان مٿين ٽن آيتن جي ترجمي ۾ ڪنزالايمان جي سنڌي ترجمي کي ڀڄو ۽ پڙهيو، جنهن مان توهان بخوبي اندازو لڳايو هوندو ته ان ۾ سنڌس اصل سان ڪيتري نه ويجهڙائي ۽ موافقت موجود آهي. رڳو ترجمو ڪرڻ ڪو مشڪل ڪم نه آهي مگر ترجمي سان گڏ زبان جي رواني، ادبيت، اثر، جاذبيت، ڪشش، محبت ۽ عقيدت جو پوريءَ طرح لحاظ رکڻ ئي دراصل صحيح ترجماني هوندي آهي ۽ اهي سموريون سهڻيون وصفون "ڪنزالايمان" جي سنڌي ترجمي ۾ موجود آهن.

(٦) سنڌيءَ ۾ ڪنزالايمان ۽ ٻيا ترجما "ٻيٽ"

سنڌ جي بزرگن، عالمن ۽ صوفين هميشه دين جي روح مطابق ئي اسلامي

تعليم کي عام ڪيو آهي ۽ اسلام جي حقيقي هدايت واري واٽ تي هلندي نبي پاڪ ﷺ جي عشق، ادب ۽ محبت ۽ اصحابن اهل بيت، ۽ اولياءَ الله جي عقيدت کي پنهنجي لاءِ سعادت ۽ ٻنهي جهانن ۾ ڪاميابيءَ جو معيار ۽ مدار سمجهيو آهي. مگر زماني جي اٿل پٿل سبب هتي به فرنگين جي ڪَن چيلن ۽ چپاٽن اسلام جي آڙ ۾ اهڙن نظرين ۽ عقيدن کي عام ڪرڻ جي ڪوشش ڪئي جن سان مسلمانن ۾ پنهنجي محبوب پيغمبر سان محبت ۽ عقيدت ۾ گهٽتائي پيدا ٿئي، ان ڪري انهن طرفان اصحاب سڳورن، اهل بيت ۽ اولياءَ الله جي شان ۾ بي ادبي وارا جملا، عبارتون، تحريرون لکيون ويون. ان جي باوجود به هتي جي رهواسين جي گهٽائي کي پنهنجي دين تي پختو يقين ۽ ويسامُ آهي ۽ رسول پاڪ ﷺ اصحابن سڳورن اهل بيت ۽ اولياءَ الله سان سندن محبت ۽ عقيدت ۾ ڪا به گهٽتائي ڪونه اچي سگهي آهي ۽ ڪنزالايمان جي سنڌي ترجمي ۾ به اُن ئي عقيدت، ادب ۽ محبت جو جوهر پڙهندڙن آڏو پيش ڪيو ويو آهي.

آخر ۾ ڪنزالايمان جي ترجمي جي ڪجهه ٻين سنڌي ترجمن سان ڀيٽ ڪرائجي ٿي.

(١) ويمڪرون ويمڪرالله والله خيرالماڪرين (سوره انفال آيت نمبر ٣٠)

(i) ۽ (ٻيڄڙي) رٿ ڪيائون ٿي ۽ الله (به) ڪئي ٿي ۽ الله چڱو رٿ ڪندڙن مان آهي. (مولانا امروٽي، مطبوعہ تاج ڪمپني)

(ii) ۽ انهن رٿ رٿي ۽ الله به رٿ رٿي ٿي ۽ الله سڀني رٿ رٿيندڙن کان چڱو آهي. (مولانا محمد مدني. مطبوعہ ايجوڪيشنل پريس، ڪراچي)

(iii) ۽ اهي به تدبير ڪري رهيا هئا ۽ الله به تدبير ڪري رهيو هو ۽ الله سڀني کان بهتر تدبير ڪرڻ وارو آهي.
(مولانا قاضي عبدالرزاق مطبوعہ عباسي ڪتب خانو)

(iv) ۽ انهن پنهنجي سازش سٽي ۽ الله پنهنجي مخفي تدبير فرمائي ۽ الله جي خفيہ رٿ سڀني کان بهتر آهي. (ڪنزالايمان)

(٢) فان يشاءِ الله يختم عليٰ قلبڪ (سوره شوريٰ آيت نمبر ٢٤)

(i) پوءِ جيڪڏهن الله گهري تہ تنهنجي دل تي مهر هڻي. (مولانا امروٽي)

(ii) سو جيڪڏهن الله گهري تہ تنهنجي دل تي مُهر هڻي. (مولانا محمد مدني)

(iii) پوءِ جيڪڏهن الله گهري تہ مُهر ڪري تنهنجي دل تي. (قاضي عبدالرزاق)

(iv) ۽ الله چاهي تہ توهان جي دل تي پنهنجي رحمت ۽ حفاظت جي مُهر فرمائي (ڪنزالايمان)

(۳) انافتحنا لک فتحا مبینالیغفر لک الله ماتقدمن ذنبك وماتأخر
(سوره فتح آيت نمبر ١)

(i) (اي پيغمبر) بيشڪ اسان توکي پڌري فتح ڏني تہ تنھنجا قصور جيڪي اڳي گذريا ۽ جيڪي پوئتي رھيا. سي(سڀ) الله توکي معاف ڪري.
(مولاناامروٽي)

(ii) (اي رسول) اسان توکي (حديبيہ جي صلح ٿيڻ سان) پڌري فتح ڏني آھي تہ تنھنجا اڳيان ۽ پويان قصور توکي الله معاف ڪري. (مولانا محمد مدني)

(iii) بيشڪ اسان توکي پڌري فتح ڏني تہ معاف ڪري توکي الله اُھي گناھ جي اڳ ۾ ٿي چڪا آھن جيڪي پوئتي رھيا. (قاضي عبدالرزاق)

(iv) بيشڪ اسان تنھنجي واسطي روشن فتح فرمائي ڇڏي جيئن الله تنھنجي سببان گناھ بخشي تنھنجي اڳين جا ۽ تنھنجي پوين جا. (ڪنزالايمان)

(۴) قل ھو الله احد (سوره‌اخلاص)

(i) اي پيغمبر چؤ تہ الله اڪيلو آھي. (مولانا امروٽي)

(i) (اي پيغمبر) چؤ تہ الله ھڪڙو ئي آھي (مولانا محمد مدني)

(iii) چؤ تہ اھو الله ھڪ آھي (قاضي عبدالرزاق)

(iv) تون فرماءِ اھو الله آھي اھو ھڪ آھي (ڪنزالايمان)

(۵) و وجدك ضآلا فھدیٰ (سوره ضحيٰ)

(i) ۽ توکي ناواقف ڏٺائين پوءِ (شريعت جي) رستي لا تائين (مولانا امروٽي)

(ii) ۽ توکي رستي کان بي خبر ڏسي پوءِ رستو ڏيکاريائين (مولانامحمد مدني)

(iii) ۽ حاتائين توکي ناواقف پوءِ رستو ڏيکاريائين (قاضي عبدالرزاق)

(iv) ۽ توکي پنھنجي محبت ۾ بي اختيار لڌائين پوءِ پنھنجي طرف وات ڏنائين (ڪنزالايمان)

حضرات! ھين سنڌي ترجمن ۽ ڪنزالايمان جي سنڌي ترجمي جا ڪجھ نمونا چند آيتن ۾ پيش ڪيا ويا آھن. جن مان ڪنزالايمان جي سنڌي ترجمي جون خوبيون گلاب جي گل وانگر نروار ڏسڻ پيون اچن. آخر ۾ مان اداره تحقيقات امام احمد رضا جي عھديدارن ۽ ميمبرن جو ٿورائتو آھيان. جن مونکي ڪنزالايمان جي سنڌي ترجمي جي واسطي سان جڳ مشھور عبقري عالم دين مفسر قرآن امام اھلسنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بريلوي رحمتہ الله عليہ جي مداحن ۾ شرڪت جو موقعو عطا فرمايو.

قرآن حکیم فتاویٰ رضویہ کا اولین ماخذ

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل
(ڈائریکٹر، ادارۂ تحقیقات اسلامی،
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

○

انسانی زندگی کے مسائل کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ یہ مسائل لاتعداد ہیں۔ ان میں انسانی پیدائش سے لے کر موت اور بعد الممات تک کے مسائل شامل ہیں۔ یہ امور مادی اور روحانی ہوں، طبعیاتی یا مابعد الطبعیاتی۔ ان کا تعلق تعلیم و تربیت سے ہو یا عقیدہ و عمل سے، سبھی امور کو حل کرنے کے لئے کسی نہ کسی رہنما یا رہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ابتداء آفرینش سے ہی کسی رہنما کا متلاشی رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس انسانی ضرورت کو پورا کرنے کا ہمیشہ سامان بہم پہنچایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ولکل قوم هاد ○

"ہر قوم کے لئے ایک رہنما کی ضرورت ہے"

(سورۂ الرعد آیت ۷)

یہ قدرتی امر ہے کہ یہ رہنما ایسا ہونا چاہئے جو غلطی سے پاک، انسانی حواس و وسائل سے بالاتر اور حالات و زمانہ کے تغیر و تبدیل سے بے نیاز ہو۔ اس رہنما کا دائرہ کار اتنا وسیع ہو کہ وہ انسانی زندگی کے طبعیاتی اور مابعد الطبعیاتی سبھی پہلوؤں کا احاطہ کرے اور انسان کو عقیدہ و عمل سے لے کر عقل و شعور نیز دلیل و استدلال اور احکام کی حکمت تک سے آگاہ کرے۔

تاریخ انسانی اور تاریخ مذاہب عالم کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ماضی

میں انسانی رہنمائی (Human Guidance) اور رشد و ہدایت کا فریضہ انبیاء **علیھم** السلام سرانجام دیتے رہے جو تعلق باللہ میں یگانہ روزگار ہوئے تھے اور انھیں وحی کی تائید و اعانت حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ مقبول روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی رشد و ہدایت کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ جو اپنے اپنے عہد میں انسانی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

عصر حاضر کا انسان نبوت کے نور اور وحی کی ہدایت کا متلاشی ہو تو وہ کسی بھی نبی کی تعلیمات سے براہ راست استفادہ نہیں کرسکتا کیونکہ دین اسلام مکمل ہوچکا۔ نبوت کا دروازہ مستقل طور پر بند ہوچکا ہے اور اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوگی' کیونکہ انسانیت کو وحی کا غیرفانی پیغام اور لازوال ہدایت پہلے سے ہی حاصل ہے۔ یہ ہدایت لازوال اور ابدی بھی ہے اور ہر طرح کے عیوب و نقائص سے پاک بھی۔ یہی زندہ کتاب ۔ قرآن حکیم۔ وہ چشمہ صافی ہے۔ جو **ھدی للناس' ھدی للمومنین** اور **ھدی للمتقین** کے جانفزا پیغام سے لبریز ہے۔ یہ ہدایت الٰہی ہر طرح کے تعبیرو تبدل سے بالاتر اور ہر دور اور ہر خطہ کے انسان کے لئے شفا بخش' پیغام نجات' وسیلہ' کامرانی اور ذریعہ نجات اخروی ہے۔

انسان کو قرآن مجید کی شکل میں وہ چشمہ صافی میسر ہے جس سے ہر فرد اپنی فہم و فراست اور جدوجہد کے مطابق سیراب اور ہر مریض شفایاب ہوسکتا ہے' کیونکہ شکوک و شبہات سے پاک یہ کتاب **شفاء للمومنین** بھی ہے اور **شفاء لما فی الصدور** بھی۔ جس کی تعریف خالق حقیقی نے یہ بیان کی ہے۔

ولا رطب ولایابس الافی کتب مبین(سورۃ الانعام آیت ۵۹)۔

کوئی تریا خشک چیز ایسی نہیں' جو کتاب مبین میں بیان نہ کی گئی ہو۔

اس آیت مبارکہ کے ذریعے انسانیت کو یہ پیغام دیا گیا ہے۔ کہ قرآن حکیم میں زندگی کے تمام اصولوں سے بحث کی گئی ہے۔ اور اس میں ہر طرح کے انسانی مسائل کا حل اپنی عمدہ ترین شکل میں موجود ہے۔ اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے امام شافعی (م ۲۰۴ھ) رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں :

"**فلیست تنزل باحد من اھل دین اللہ نازلۃ الا فی کتاب اللہ الدلیل علی سبیل الھدی فیھا**" (الرسالہ ص ۲۰' تحقیق احمد شاکر طبع قاہرہ ۱۳۰۹ھ)

" اللہ تعالیٰ کے دین والوں پر جو بھی آفت یا مصیبت نازل ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ان کے لئے ہدایت کا سامان موجود ہوتا ہے۔"

کیونکہ یہی کتاب انسانوں کو گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف رہنمائی کرتی اور انسان کو روحانی آفات اور مادی آفات سے نجات دلاکر خالق حقیقی کے حضور سجدہ ریز کرتی ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کا ہر حکم انسانی کامرانی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

"فکل ماانزل فی کتابہ جل ثنائہ رحمہ و حجہ علمہ من علمہ۔ وجھلہ من جھلہ۔ لا یعلم من جھلہ۔ ولا یجھل من علمہ"

(الشافعی' الرسالہ ص ۱۹)

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جو کچھ نازل کیا وہ رحمت اور حجت ہے۔ اسے جس نے سیکھا حاصل کرلیا۔ جو اس سے بے علم رہا اس نے کچھ نہ سیکھا۔ جاہل کچھ نہیں جانتا۔ اور جو اسے جانتا ہے وہ جاہل نہیں۔

فقہی مسالک میں مسلک شافعی کے موسس محمد بن ادریس شافعی رحمتہ اللہ علیہ اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ فقہ اور اصول فقہ کی تدوین میں قرآن حکیم کو اولین ماخذ (Primary Source) کی حیثیت حاصل ہے۔

نزول قرآن کریم کے وقت سے ہی اسلامی شریعت اور مسلمان معاشرے میں کتاب اللہ کو یہ ارفع و اعلیٰ مقام حاصل ہوگیا تھا کہ عہد رسالت ماب ﷺ یا عہد خلافت راشدہ میں مسلمانوں کو کوئی مسئلہ یا مشکل پیش آتی تو وہ فوراً قرآن حکیم کی طرف رجوع کرتے اور اس سے ہدایت پاتے۔ جب عہد اموی اور دور عباسی میں نئے علوم و فنون ایجاد ہو کر مدون ہوئے تب بھی تمام علوم و فنون کے استدلال' براھین اور حج کے لئے قرآن حکیم کو اولین اور مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے علم فقہ اور علم اصول فقہ (Islamic Jurisprudance) مدون کئے اور ادلہ شرعیہ سے احکام کا اخذ و استنباط کیا تو انھوں نے قرآن حکیم کو اصل الاصول اور سب سے قوی حجت کے طور پر تسلیم کیا اور سنت نبوی کو اس کی عملی تفسیر قرار دیا۔ نامور حنفی فقیہ علی بن محمد البزدوی (متوفی ۴۸۲ھ) نے اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

اصل الشرع الکتاب والسنۃ (کنز الوصول الی معرفۃ الاصول ص ۶ طبع کراچی' نور محمد

اصح المطابع) "شریعت کی بنیاد کتاب و سنت پر استوار ہے۔"

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر متعدد علوم و فنون کی تدوین ہوئی۔ اور یہی اصول بطور مسلمات دین ملخص اسلامیہ میں رائج رہا۔ چنانچہ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) نے بھی قرآن حکیم کو اصول فقہ کا اولین ماخذ قرار دیا ہے اور قرآن حکیم کے بارے میں لکھا ہے۔

"اصول الادلہ الشرعیہ ھی الکتاب الذی ھو القرن"

(مقدمہ ابن خلدون ص ۴۵۲ طبع مصر ۱۳۱۸ھ)

ادلہ شرعیہ کے اصول و قواعد کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم سے ماخوذ ہیں۔ ابن خلدون نے مذکورہ بالا اصول بیان کرکے اپنے شہرہ آفاق مقدمہ میں تحریر کیا ہے کہ اصول فقہ۔ جس کی بنیاد امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے رکھی تھی۔ فقہائے احناف نے اسے وسعت دی' اس کے اصول متعین کئے اور اس میں جدید نکات کا اضافہ کیا۔

"ثم کتب فقہاء الحنفیہ فیہ۔ وحققو تلک القواعد و اوسعوا القول فیھا.....فکان لفقہاء الحنفیہ فیھاالید الطولی من الخوض علی النکت الفقیھیہ و التقاط ھذہ القوانین من مسائل الفقہ" (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۵۵)

بعد ازاں فقہاء احناف نے (اصول فقہ کے میدان میں) کتابیں تحریر کیں ' اس علم کے قواعد متعین کئے اور انھیں وسعت دی۔ حنفی فقہاء کو اس میدان میں کامل دسترس حاصل تھی کہ وہ فقہی نکات تلاش کرکے فقہی مسائل پر ان کا اطلاق (Apply) کرسکیں۔

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ نتائج حاصل ہوتے ہیں کہ اسلامی علم اصول فقہ کی بنیاد امام شافعی نے رکھی۔ اس خاص علم کو فقہائے احناف نے وسعت دی' اس میں نت نئے نکات پیدا کئے اور بقول ابن خلدون ان نکات کو فقہی مسائل پر لاگو کیا اور فقہائے احناف نے ایسا کرتے وقت قرآن حکیم کو اولین ماخذ کے طور پر استعمال کیا۔

سطور بالا کی روشنی میں جب "ہم فتاویٰ رضویہ" (مطبوعہ بارہ جلدوں) کا مطالعہ کرتے ہیں تو بادی النظرمیں یہ نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں۔

[1] امام احمد رضا (۱۸۵٦---۱۹۲۱) ایک بلند پایہ حنفی فقیہ تھے' انھوں نے اس فقہی روایت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا' جس فقہ کے قواعد کلیات امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ)

نے مقرر کئے۔ جن میں امام ابو یوسف' امام محمد' امام زفر اور امام طحاوی جیسے جید حنفی فقہاء نے وسعت پیدا کی اور صاحب ھدایہ مرغینانی نے برصغیر میں فقہ حنفی کو متعارف کرایا۔ اسی فقہ حنفی کو امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے برصغیر کے روزمرہ کے مسائل کے تناظر میں جانچا پرکھا اور فقہ حنفی کے مطابق مسلمانوں کی رہنمائی کی۔

2 امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کو فقہ حنفی پر کامل دسترس حاصل تھی۔ فقہ حنفی کے متون و شروح انھیں ازبر تھیں۔ مزید برآں کثرت مطالعہ' فقہ حنفی کے کلیات اور اصولوں کے استعمال' کثیر مسائل کے فتاویٰ تحریر کرنے کی بناء پر امام احمد رضا کا تفقہ اجتہاد کے درجہ تک پہنچا ہوا تھا۔ نیز برصغیر کے مقامی مسائل کو حل کرتے وقت وہ اسلام کے سنہری اصول اجتہاد کو خوب خوب بروئے کار لاتے رہے اور اپنی خداداد اجتہادی فکر سے مسلمانوں کے جدید اور روزمرہ کے مسائل کا حل پیش کرتے رہے۔

3 "فتاویٰ رضویہ" امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کے فقہی افکار کا شاہکار' ان کی فقہی وسعت علمی اور فقہی جزئیات پر عمیق نظر کا درخشاں باب ہے۔ فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے ان کے فقہی جوہر کھل کر سامنے آتے ہیں۔ ان کے فقہی تبحر کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس پانی سے وضو جائز ہے فتاویٰ رضویہ میں اس کی ۱۶۰ اقسام' جس پانی سے وضو ناجائز ہے اس کی ۱۴۶ اقسام اور پانی کے استعمال سے قاصر رہنے کی ۱۷۵ صورتیں بیان کیں۔ جن اشیاء سے تیمم جائز ہے ان کی ۱۸۱ اقسام بیان کیں اور جن اشیاء سے تیمم ناجائز ہے ان کی ۱۳۰ اقسام واضح کیں۔ (ملخص فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۴۵۶ طبع فیصل آباد)

4 "فتاویٰ رضویہ" کے مطالعہ سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ فتویٰ نویسی کے اصول و قواعد سے بخوبی آگاہ ہیں۔ چنانچہ ان کے فتاویٰ میں فتویٰ نویسی کے تمام اجزاء موجود ہیں یعنی مستفتی کا نام و پتہ' تاریخ فتویٰ' صورت مسئولہ اور پیش آمدہ واقعات کی ضروری جزئیات۔ اسی طرح امام احمد رضا بریلوی نے فتویٰ نویسی کے وقت اس اصول پر پوری پابندی سے عمل کیا ہے کہ جن ماخذ و مصادر سے فتویٰ نویسی میں استشھاد و استدلال کیا ان کا کھلے بندوں اعتراف کیا ہے۔ جو ان کے وسعت مطالعہ' علمی دیانت اور اسلاف فقہائے احناف سے اتفاق اور حنفی روایت کے تسلسل کی درخشاں دلیل ہے۔

5 امام احمد رضا بریلوی نے فتویٰ نویسی میں اس اساسی اصول پر عمل کیا ہے کہ جب بھی کوئی مسئلہ پوچھا گیا یا فتویٰ طلب کیا گیا تو انھوں نے سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف

رجوع کیا۔ پھر حدیث نبوی سے استفادہ کرنے کی کوشش کی اور بعد ازاں فقہائے احناف کی علمی کاوشوں سے استفادہ کیا۔ جس کی بدولت فقہ حنفی کو وسعت اور برصغیر میں قبول عام کا درجہ حاصل ہوا۔

6 قرآن حکیم کو "فتویٰ رضویہ" کا اولین ماخذ قرار دے کر امام حمد رضا نے عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص اور اقتضاء النص سے استدلال کیا۔ عام، خاص، عام خاص من وجہ مجمل، مفصل، محکم، متشابہ نیز اوامر و نواھی کی آیات کے جملہ پہلوؤں سے استدلال کیا ہے۔ بعض فتاویٰ میں ایک ہی آیت سے مختلف طرق سے استشہاد کیا گیا ہے۔ اور بعض فتاویٰ خصوصاً وہ فتاویٰ جو رسائل کی شکل میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ ان میں متعدد قرآنی آیات اور ان کے مختلف طرق سے استدلال کیا ہے۔ بعض اوقات ایسی آیات کی تعداد بیسیوں تک جا پہنچتی ہے۔

7 عصر حاضر کے ماہرین اصول فقہ نے قرآن حکیم میں بیان کردہ احکام کو تین بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ احکام العقائد، تہذیب نفس کے احکام اور معاملات کے احکام بعد ازاں احکام معاملات کی سات جزئیات بیان کی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ صاحب فتاویٰ نے ان تمام اقسام احکام کے بارے میں فتاویٰ صادر کئے ہیں اور فتاویٰ ترتیب دیتے وقت آیات احکام کو اولین ماخذ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

مذکورہ بالا اصولوں کی روشنی میں فتاویٰ رضویہ سے چند فتاویٰ پیش کئے جاتے ہیں جو اس حقیقت کو ثابت کرنے میں ممد و معاون ہوں گے۔ کہ فتاویٰ رضویہ میں قرآن حکیم کو کس طرح اولین ماخذ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ ہر فتویٰ عموماً کسی نہ کسی آیت قرآنی یا اس سے ماخوذ فقہی اصول پر مبنی ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ فتویٰ نویسی کرتے وقت مسلمات اور اصولوں کی بھی نشان دہی کی جائے۔ بلکہ صورت مسئولہ کے مطابق فتویٰ جاری کیا جاتا ہے اور اسلاف کی مفتی بہ صورت کو بطور Precedent Law بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جو فتویٰ نویسی کا تاریخی تسلسل قائم رکھنے کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

۱۳۱۶ھ میں آپ سے یہ فتویٰ طلب کیا گیا کہ پانچ نمازیں تو شب معراج میں فرض ہوئیں۔ اس سے پہلے نمازیں کس طرح ادا کی جاتی تھیں؟ اس استفتاء کا جواب تحریر کرتے ہوئے امام احمد رضا رقم طراز ہیں۔

"اصح یہ ہے کہ اس سے پہلے قیام اللیل کی فرضیت ثابت۔ باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔" اس اہم مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فاضل مفتی نے قرآن حکیم کی درج ذیل مختلف آیات سے استدلال کیا گیا۔

۱۔ **وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار**○ (سورہ المومن آیت ۵۵)

۲۔ **وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا** (سورہ طٰہ آیت ۱۳۰)

۳۔ **من اناٰی الیل فسبح و اطراف النھار لعلک ترضٰی** (سورہ طٰہ آیت ۱۳۰)

۴۔ **فلو لا انہ کان من المسبحین** (سورہ الصفت آیت ۱۴۳)

۵۔ **فنادی فی الظلمت ان لا الٰہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین** (سورہ الانبیاء آیت ۸۷)

ان آیات مبارکہ اور بہت سی احادیث نبویہ کی تفسیر و تعبیر بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نمازیں پڑھتے۔ نماز شب کی فرضیت تو خود سورۂ مزمل شریف سے ثابت۔ اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد۔ عام ازینکہ فرض ہو یا نفل۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ پنج گانہ نماز سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر کی نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم و صحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۷۷)

امام احمد رضا نے اس اہم مسئلہ کی تشریح و تفسیر بیان کرتے وقت قرآن حکیم کی پانچ آیات سے استدلال کیا پھر لفظ "تسبیح" سے نماز نہیں بلکہ یاد الٰہی مراد لیا اور یہ فتویٰ صادر کی کہ شب معراج نماز فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی اور نہ ہی نماز ادا کرنے کا طریقہ متعین تھا۔ کیونکہ مشہور حدیث میں ہے کہ نزول وحی اور عطائے نبوت کے ساتھ ہی جبریل امین نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کر کے دکھائی اور رسالت ماب صلی اللہ علیہ والہ وسلم خدیجتہ الکبری اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اسی طرح نماز ادا کرتے رہے اور نماز ادا کرنے کا یہی مسنون طریقہ آج تک مسلمانوں میں رائج ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں یہ فتویٰ بھی تحریر ہے کہ تنگ وقت میں نماز ادا کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ "ویل" فرماتا ہے آپ خود تنگ وقت نماز ادا کرتے ہیں اس کی تفصیل بیان فرمایئے؟ اس استفتاء کا جواب لکھتے وقت پہلے آپ نے یہ بتایا کہ "تنگ وقت نماز ادا کرنے

پر قرآن عظیم میں ویل کہیں نہ فرمایا" اس کے بعدوقت امام احمد رضا نے قرآن حکیم کی آیت "**فویل للمصلین ○ الذین ھم عن صلوٰتھم ساھون**" (سورہ الماعون آیت ۴-۵) سے عمیق استدلال کیا ہے اور لفظ "**ساھون**" کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کے لئے ویل "جہنم" ہے جو وقت کھوکر نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ لفظ "ساھون" کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا **ھم الذین یوخرون الصلوہ عن وقتھا**"اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو وقت گزار کر نماز پڑھیں۔" لہٰذا اس لفظ سے مراد ایسے لوگ ہیں جو نماز کے وقت سے اس حد تک غافل رہیں کہ نماز کا وقت ختم ہوجائے۔ فقیر کے یہاں بحمد اللہ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۲۱-- ۲۲۲)

اہل علم کی رائے کے مطابق نماز کے اوقات کی پابندی کا حکم صرف سورہ النساء کی آیت نمبر۱۰۳ سے ثابت ہے لیکن امام احمد رضا اس موضوع پر رقم طراز ہیں۔

> "رب العزت تبارک و تعالیٰ نے محافظت نماز و التزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا ہے' بقرہ' نساء' انعام' مریم' مومنون' معارج اور ماعون (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۱۰)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ امام احمد رضا کو قرآن فہمی اور اس سے احکام کے استنباط کا کس قدر ملکہ حاصل تھا اور اس شبہ کا بھی خود بخود ازالہ ہوجاتا ہے کہ فقہائے احناف اور ان کے پیروکار اپنی رائے پر انحصار کرتے ہیں حالانکہ فقہائے احناف نے کتاب و سنت سے ہی احکام کا استنباط کیا ہے۔

امام احمد رضا کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ زید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا یہاں پاک زمین میسر نہیں اور نہ ہی نماز کے وقت میں پاک زمین حاصل ہونے کی توقع ہے۔ اس حالت میں نماز کیسے ادا کی جائے؟ آپ نے اس مشکل اور پیچیدہ سوال کا نہایت مختصر' قابل عمل اور شریعت مطہرہ کے مطابق جواب دیا کہ "نماز کھڑے ہوکر' اشارے سے پڑھے" لیکن قابل توجہ امر یہ ہے کہ مختصر ترین جواب کے لئے قرآن حکیم کی ان تین آیات سے استدلال کیا۔ جو انسان کے لئے اسلام کی سہولتوں کی امین ہیں۔

۱۔ **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا**(سورہ البقرہ آیت ۲۸۶)

۔ **فاتقوا اللہ ما استطعتم** (سورہ التغابن آیت ۱۶)

۳۔ **ماجعل علیکم فی الدین من حرج** (سورہ الحج آیت ۷۸)

ان آیات سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں جو شرعی اصول بیان ہوئے ہیں امام احمد رضا کو ان پر کامل عبور حاصل تھا اور وہ قرآنی آیات سے متعلقہ امور میں بکثرت استدلال کرتے ہیں جو ان کی قرآن فہمی کی اعلیٰ مثال ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم (ص ۴۱۰۔ ۴۱۱) میں ایک استفتاء موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فساد سے بچنے کے لئے مسجد کے منبر کے پاس اذان دینا جاری رکھا جائے یا ترک کردیا جائے۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے صاحب فتاویٰ نے تحریر کیا ہے کہ ”جو مسجد پرانی ہے اور ان کا اس پر اختیار ہے اس کا مواخذہ ان پر ہے اس کے ذمے صرف اتنا رکھا گیا ہے کہ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کردے اور اس میں بھی فتنہ فساد ہو تو دل سے برا جانے پھر ان کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۱۰)

امام احمد رضا نے اپنے فتویٰ کی بنیاد مشہور حدیث نبوی پر رکھی جو حدیث کی معتبر کتب میں مروی ہے۔ تاہم اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے کہ ہر کوئی اپنے کئے کا خود جواب دہ ہے اور زمین میں فساد برپا نہیں کرنا چاہئے۔ درج ذیل آٹھ آیات قرآنی سے استدلال کیا۔

۱۔ **لاتزر وازرۃ وزر اخری** (سورہ فاطر آیت ۱۸)

۲۔ **یایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم** (سورہ المائدہ آیت ۱۰۵)

۳۔ **الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان** (سورہ النحل آیت ۱۰۶)

۴۔ **فاتقوا اللہ مااستطعتم واسمعوا واطیعوا** (سورہ التغابن آیت ۱۶)

۵۔ **والفتنہ اشد من القتل** (سورہ البقرہ آیت ۱۹۱)

۶۔ **لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا** (سورہ الاعراف آیت ۵۶)

۷۔ **لھا ماکسبت وعلیھا مااکتسبت** (سورہ البقرہ آیت ۲۸۶)

۸۔ **لاتسئلون عما کانوا یعملون** (سورہ بقرہ آیت ۱۴۱)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس چھوٹے سے مسئلہ کو ذہن نشین کرانے کے لئے امام احمد رضا نے محولا بالا آٹھ آیات سے استدلال کیا اور قرآن حکیم کو اپنے فتاویٰ کے اولین ماخذ

کے طور پر کثرت سے استعمال کیا۔ نیز امت مسلمہ کو ہر طرح کے فتنہ اور فساد سے منع کیا تاکہ اسلامی احکام پر عمل کرنے کے لئے سازگار ماحول پیدا ہو۔

بعض اصحاب کی یہ رائے رہی ہے کہ کچھ افراد کا کوئی دین مذہب نہیں ہوتا یا ایک فرد ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ ادیان کا قائل ہوسکتا ہے۔ امام احمد رضا نے ان باطل عقائد کا عقلی، علمی اور شرعی طریقوں سے بطلان کیا ہے۔ انھوں نے اس مسئلہ کے حل کے لئے قرآن حکیم کی آیات سے جس انداز میں استدلال کیا ہے وہ لائق توجہ ہے وہ لکھتے ہیں۔

> "کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے، اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں۔ نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہوسکیں۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۳۰۹)

کیونکہ کفر اور اسلام ایک دوسرے کی ضد اور نقیض ہیں یہ دونوں نہ بیک وقت ختم ہوسکتے ہیں اور نہ ہی دونوں ایک جگہ جمع ہوسکتے ہیں۔ یہ امر ثابت کرنے کے لئے صاحب فتاویٰ رضویہ نے درج ذیل آیات سے استشہاد کیا۔

اما شاکرا واما کفورا (سورہ الدھر آیت ۳)

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (سورہ الاحزاب آیت ۴)

ان آیات سے خاص مفتی یہ حکم ثابت کرتے ہیں کہ جو شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے وہ کافر ہے اور کفر بجائے خود ایک مذہب ہے۔ اور کہا جاتا ہے "**الکفر ملۃ واحدۃ**" کہ مسلمانوں کے خلاف پورا کفر ایک ملت ہے جس کا دفاع اور تدارک لازم ہے کیونکہ انسان کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے دو دل نہیں رکھے ہیں اور ایمان قلبی تصدیق سے عبارت ہے۔

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک استفتاء پیش ہوا کہ ایک مسلمان کسی عیسائی کے گھر ملازم تھا اور اس کا پس خوردہ بھی کھالیتا تھا۔ جب مسلمان ملازم فوت ہوا تو مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کردیا مسلمانوں کا یہ سلوک کیسا ہے؟ اس بارے میں صاحب فتاویٰ رضویہ نے رائے دی کہ "اگر مذہب میں کچھ فرق نہ تھا تو اس بد حرکت سے کافر نہ ہوا۔ مسلمانوں پر اس کی تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز لازم ہے مگر یہ کام فرض کفایہ ہے...... اس فعل میں اس کے گھر والوں کا کوئی قصور نہ تھا۔ ان پر تعزیر بے جا

ہے" (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۲۔ ۱۳ طبع کراچی ۱۹۹۰ء)

اس فتویٰ میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ کسی خاندان کے سربراہ کے گناہوں کی سزا یا عذاب اس خاندان کے دیگر افراد کو نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ **"ولاتزر وازرۃ وزر اخری"** کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس آیت کی اقتضاء النص کا منشاء یہ ہے کہ خاندان کے افراد اپنے سربراہ کے گناہوں کی سزا نہیں پائیں گے۔

عام مفسرین اور اہل علم کی رائے میں نماز اور زکوۃ کا حکم قرآن حکیم میں جا بجا بیان ہوا ہے اور مسلمانوں کو اس امر کا پابند کر دیا گیا ہے کہ وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ جب کہ امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔

> "فی الواقع نماز و زکوٰۃ کی فرضیت، فضیلت و مسائل تینوں قسم کا ذکر قرآن مجید میں بہت جگہ ہے.... دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر قرآن عظیم میں بیاسی جگہ ہے مگر علامہ حلبی، علامہ طحطاوی و علامہ شامی سادات کرام محشیان در مختار فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ان کا ذکر ساتھ ساتھ بتیس جگہ فرمایا ہے" (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۳۷۷)

روزے کی فرضیت کا ذکر کرتے ہوئے صاحب فتاویٰ رضویہ نے یہ بیان کیا ہے کہ عبارہ النص کی رائے سے روزہ کی فرضیت سورہ البقرہ کی آیت ۱۸۳ میں مذکورہ ہے جبکہ روزہ کی فضیلت عبارہ النص اور اشارہ النص کے ذریعے دوسری سورتوں میں بھی بیان ہوئی ہے جیسا کہ سورۃ التوبہ آیت ۱۱۲ اور سورۃ الاحزاب آیت ۳۵ میں مذکورہ ہے عبادات کے علاوہ معاملات کے امور میں فتویٰ صادر کرتے وقت بھی صاحب فتاویٰ رضویہ نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے بکثرت استشہاد کیا ہے۔ ایسی آیات اور احادیث کا احاطہ کرنا ممکن نہیں تاہم چند امور بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔ جو اہل علم و دانش کے لئے رہنمائی کا سامان ہیں۔

متعہ کا مسئلہ شیعہ اور اہل سنت میں مختلف فیہ ہے۔ شیعہ متعہ کے جواز کے قائل ہیں۔ جبکہ اہل سنت وقتی یا عارضی نکاح کو قطعا حرام قرار دیتے ہیں۔ اہل سنت کے علمائے کرام نے متعہ کی حرمت عموما حدیث نبوی سے ثابت کی ہے۔ اس کے برعکس متعہ کی حرمت کے بارے میں امام احمد رضا سے فتویٰ پوچھا گیا تو آپ نے قرآن حکیم کو اپنے فتاویٰ کا اولین ماخذ قرار دیتے ہوئے ان آیات سے حرمت متعہ کی دلیل پیش کی۔

۱۔ **والذین هم لفروجهم حافظون۔ الا علی ازواجهم اوماملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین۔ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العدون** ○ (سورہ المعارج آیت ۲۹۔ ۳۱)

۲۔ **محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان** (سورہ المائدہ آیت ۵)

۳۔ **محصنت غیر مسفحت ولا متخذت اخدان**

مندرجہ بالا آیات میں مذکورہ صورتوں کے علاوہ نکاح کی باقی تمام شکلیں حد سے تجاوز اور حرام و گناہ ہیں۔ نیز متعہ کے ذریعے نفسانی شہوات کا سامان بہم پہنچایا جاتا ہے۔ اس لئے وہ حرام ہے جس کی تائید متعدد احادیث نبویہ سے بھی ہوتی ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۸۔ ۲۹ طبع کراچی باب المحرمات)

حرمت مصاہرت کے بارے میں فقہائے احناف اور شوافع میں اختلاف رائے موجود ہے فقہائے احناف کی رائے میں اگر کسی شخص کے ماں سے میاں بیوی والے روابط قائم ہوں تو ایسے مرد پر اس عورت کی بیٹی حرام جاتی ہے۔ صاحب فتاویٰ رضویہ سے جب حرمت مصاہرت کی دلیل طلب کی گئی۔ تو انھوں نی سورۃ النساء کی آیت ۲۳ سے استدلال کیا کہ اس آیت کریمہ کے حکم سے زن مدخولہ کی بیٹی حرام قرار پائی چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں تحریر ہے۔

"ان عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی معلوم ہوا صرف اسی قدر علت تحریم ہے اور یہ قطعا مزنیہ میں بھی ثابت ہے کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی لا جرم بحکم آیت اس کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی" (ج ۵ ص ۳۱ باب المحرمات)

ہندوستان کے تناظر میں دارالحرب اور دار الاسلام کا موضوع بہت اہم رہا ہے کیونکہ مسلمان جب ہندوستان میں محکومی کی زندگی بسر کررہے تھے اس وقت وہ وہاں سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے کے لئے بے تاب رہتے تھے۔ صاحب فتاویٰ رضویہ سے جب ہجرت کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا۔ تو انھوں نے سورہ النساء کی آیت سے استدلال کیا جس میں ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ان الذین توفهم الملائکۃ ظالمی انفسهم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض۔ قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتهاجروا فیها(النسا آیت ۹۷)

اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں تحریر ہے۔ کہ اگر کسی جگہ کسی

عذر خاص کے سبب کوئی شخص اقامت فرائض سے مجبور ہو تو اسے اس جگہ کا بدلنا واجب ہے اس مکان میں معذوری ہو تو مکان بدلے محلّہ میں معذور ہو تو دوسرے محلّہ میں چلا جائے بستی میں معذور تو دوسری بستی میں جائے (ج ٦ ص ١)

سورۃ الاحزاب کی آیت ۴٠ میں مذکورہ لفظ "خاتم النبین" کے الف لام کے بارے میں اھل علم میں ایک دقیق بحث جاری رہی ہے۔ کہ یہ الف لام معہود خارجی، معہود ذہنی یا استغراق کے لئے ہے۔ امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ رسالت ماب چونکہ سب انبیاء علیہم السلام کے آخر میں مبعوث آئے ہیں۔ اس لئے یہ الف لام استغراق کا ہے اور آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا۔ وہ لکھتے ہیں۔

"جو شخص لفظ "خاتم النبین" میں "النبین" کو اپنے عموم و استغراق میں نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے۔ اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں۔ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔" (ج ٦ ص ۵٨)

اس تحریر سے صاحب فتاویٰ رضویہ کا یہ عقیدہ سامنے آتا ہے کہ قادیانی کافر ہیں آپ نے یہ رسالہ ١٣٢٦ھ میں تحریر کیا تھا۔ جس پر عمل کرتے ہوئے ١٩٧۴ء میں پاکستان کی حکومت نے قادیانیوں، مرزائیوں اور لاہوریوں کو ان کے عقائد کی بناء پر غیر مسلم قرار دیا۔

پاکستان میں یہ موضوع عوام اور حکومت کی دلچسپی کا موجب بنا رہا ہے کہ ملکی نظام قمری تاریخوں کے مطابق چلایا جائے یا مروجہ شمسی طریقہ کو ہی برقرار رکھا جائے۔ اس موضوع کے حق اور مخالفت میں دلائل پیش کئے جاتے رہے۔ جب فتاویٰ رضویہ کے مفتی سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ معاہدہ عمل کے وقت شمسی، قمری یا عرفی مہینوں اور تواریخ میں سے کن کا تعین کیا جائے کہ آجر اور اجیر کن مہینوں اور تواریخ کے مطابق مزدوری ادا کریں گے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے وہ رقم طراز ہیں۔ "اہل اسلام کے نہ صرف عبادات بلکہ معاملات میں بھی یہی قمری تواریخ معتبر ہیں"۔ (ج ٨ ص ـ ١۴۴)

یہ فتویٰ صادر کرتے وقت انھوں نے ان آیات سے استدلال کیا۔

١۔ **یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج** (سورۃ البقرہ آیت ١٨٩)

٢۔ **ان عدۃ الشھور عنداللہ اثنا عشر شھرا فی کتب اللہ** (سورۃ التوبہ آیت ٣٦)

اسلامی معاشرے میں قمری مہینوں اور تواریخ پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اور یہی نظام رائج

ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا سطور میں ہم نے متعدد مثالوں اور وضاحتوں کے ذریعے سے یہ حقیقت پیش کرنے کی کوشش کی کہ فتاویٰ رضویہ کے عظیم مفتی کے سامنے جب بھی کوئی فتویٰ پیش ہوتا وہ فقہائے احناف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے۔ اس کا حل کتاب اللہ سے تلاش کرتے۔ مسائل اور فتاویٰ جواب لکھتے وقت بلند پایہ مفتی نے قرآنی آیات' ان کے جملہ مدلولات اور احکام سے بھرپور استفادہ کیا۔ اسی طرح فتویٰ تحریر کرتے وقت انھوں نے سب سے پہلے آیات قرآنی سے استدلال کیا۔ ان تمام دلائل و شواہد سے یہ حقیقت واضح ہوکر سامنے آتی ہے کہ قرآن حکیم فتاویٰ رضویہ کا اولین ماخذ ہے۔

قرآن حکیم کو فتاویٰ رضویہ کا اولین ماخذ بناکر امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کی روایت کو وسعت دی ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی دینی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے فقہ حنفی کی وسعت' افادیت اور برتری کو روزمرہ مسائل کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ "فتاویٰ رضویہ" اپنے مسائل' مصادر' دلائل و شواہد اور زبان کی وجہ سے برصغیر کی فقہی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ایک عمدہ اور مدلل کتاب ہے۔ جس کا خمیر کتاب اللہ سے اٹھایا گیا ہے۔

"حیات اولیاء بعد الممات"

اولیائے کرام بعد وفات زندہ ہیں مگر نہ مثل حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام انبیاء کی حیات روحانی جسمانی دنیاوی ہے بعینہ اسی طرح جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جس طرح دنیا میں تھے اور اولیا کی حیات ان سے کم اور شہدا سے زائد جن کے لئے قرآن عظیم میں دو جگہ ارشاد ہوا کہ ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں یہ حیات حیات روحانی و جسمانی میں برزخ ہے۔ حیات روح سب کو حاصل ہے کہ روح بعد موت فنا نہیں ہوتی اس کا مفصل بیان ہماری کتاب حیات الموات میں ہے۔ اولیائے کرام سے توسل اور ان سے طلب دعا بلاشبہ محمود ہے اور علما و صلحا میں معمول و معہود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ' جلد نہم' صفحہ ۸۵)

سلاسل تلمذ للامام احمد رضا
و
تعارف الجلہ من العلماء

علامہ عطا محمد رضوی مصباحی (بھارت)

استاذ الجامعۃ الغوثیہ عربی کالج
اترولہ گونڈہ

نحمدک حمدا موافیا للنعم و مکافیا لمزیدہ
والصلوۃ والسلام علی نبیہ والہ دائما

شیخ الاسلام والمسلمین ایۃ من ایات اللہ رب العالمین، حسان الزمان مدافع عن سید الاکوان، الامام احمد رضا ابن رئیس الاصفیاء مولٰنا الشاہ نقی علی خان ابن مولینا العلام الشاہ رضا علیخاں رحمھم اللہ تعالی اجمعین

ولد فی العاشر من شھر شوال المکرم فی سنۃ اثنین و سبعین و ماتین والف من الھجرۃ ببریلی المقدسۃ ونشا بھا نشاۃ حسنۃ فثقف العربیۃ وبرع فی الفقہ والحدیث و تبحر فی کثیر من الفنون منذ حداثۃ سنہ جل کم من علوم اوجدھا احسن ایجاد و اشتغل فی کسب العلوم وجلب الفنون علی الاساتذۃ البارعۃ الراسخۃ فی العلم۔

والاساتذۃ التی اکتسب منھم العلوم الظاہریۃ کلھم کانوا متفردی العضر کما کان مشائخہ الکرام مراجع الخلائق والانام غرقی فی بحر امعدفۃ اللہ تعالی۔

و من اساتذتہ ھؤلاء الکرام:۔

(۱) عدہ من اساتذۃ الکتاب نترک ذکرھم۔
(۲) الشیخ مرزا غلام قادر بک المرحوم (ثقف علیہ العربیۃ الابتدائیۃ)
(۳) الماھر فی العلم الریاضی مولینا عبدالعلی الرامفوری (استاذ فی علم الھیئۃ)
(۴) مولینا السید الشاہ ابو الحسین النوری رحمۃ اللہ علیہ (استاذ علمی الجفر و التکسیر)
(۵) والدہ العلام مولینا السید الشاہ المفتی نقی علیخاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔

درس علیہ جمیع الفنون الدرسیۃ المتداولۃ حتی تخرج (عدد خاص بالامام احمد رضا علیہ الرحمہ لمجلۃ المیزان صفحہ ۳۵ بومبای)

وفاز باسانید الصحاح الستۃ من اکابر مشائخ الحرمین (زاداللہ شرفاو تکریما) بمناسبۃ الحج والزیارۃ

و منهم هؤلاء الكرام :ـ

(۱) فضيلة الشيخ مولينا السيد احمد زينى دحلان مفتى الشافعيه و المكية الحميه
(۲) سماحة الشيخ حضرة العلام مولينا عبدالرحمن سراج مفتى الحنفيه
(۳) صاحب الفضيلة حضرة الشيخ مولينا صالح جمال الليل امام الشوافع عليهم الرحمه

(عدد خاص بالامام الممدوح "الميزان" صفحه ۳۱۵ مجدد اسلام صفحه ۱۲۲)
ولما بلغ الرابع من عمره بدا الدرس وظهر حين بدائيه مايدل على نوتدد هنه وصفاء قريحته ونباهة شانه كنت فى خلال دراستى الكتب الابتدائيه اذ فرغت من الدرس سرحت النظر فى الكتاب مرة اومرتين واعدت على الاستاذ الدرس حرفا حرفا فيتعجب ويقول أانسى ام جنى تدريسى يتناول من الوقت مدة لكن حفظك لايتناول شيئاً من الوقت
(حياة اعلى حضرت صحف ۳۱ـ مجدد اسلام صفحه ۲۶)
يقول الامام الممدوح نفسه ان استاذى الذى كنت اقرا عليه الكتب الابتدائية هو حينما يدرسنى سرحت النظر فى الكتاب مرة اومرتين واغلقته ثم انه لما يسمع ما ادرس اسمعه عين مانظرته فى الكتاب لفظا بل حرفا حرفا ـ فيتعجب بما يشاهد منى امر امحيرا كل يوم اخيرا سالنى يوما ـ احمد ؟ اريت انت ادمى ام من الملئكة ؟ لقد يتاخر الوقت بتدريسى اياك ولكن مايتاخر بحفظك الدرس
(حياة اعلى حضرت صفحه ۲۴ ـ ۳۲ عدد خاص "الميزان" صفحه ۳۳۲ عدد خاص لمجلة "قارى" ۲۳۲)
وقرأ الميزان و المنشعب وغيرهما من الكتب الابتدائية على الشيخ مرزا غلام قادر بک المرحوم كان عالما زاهدا تقيا كان يؤقر تلميذه الامام احمد رضا قدس سره كثيرا ـ وكان الامام ايضا يؤقره توقيرا ـ
(حياة اعلحضرة صفحه ۳۲ تذكره علماء اهل السنة صفحه ۴۲)
ثم اتم الفنون الدرسية المتداوله والكتب المقررة فيها على ابيه الكريم مولينا المفتى نقى عليخان رحمه الله الرحمن او تخرج فى حداثته سنه سنة ست و ثمانين و مائتين والف من الهجرة ثم تولى الافتاء وكان يفتى كثيرا باللغة الاردية او باللغة العربية الفصحى وكان ابوه عابدا، زاهدا، تقيا، قام الليل، صائم الدهر، متبحرا فى العلوم كماسيجئى
اقام الامام فى رامفور قليلا من الايام وقرا عدة دروس لشرح الچغمينى على مولينا العلام عبدالعلى عليه الرحمة ـ وكان بهم بارعا فى الهيئة الرياضى

(و الان انقل سلسلة تلمذ الامام من طريقين)

(۱) ان الامام الممدوح عليه الرحمة تلقى الدرس من والده الماجد مولينا المفتى نقى عليخان عليه الرحمة وقرأ هو على ابيه الكريم مولينا الشاه رضا عليخان رحمه الله تعالى و هو على مولينا الشيخ خليل الرحمن الرامفورى عليه الرحمة وهو على الشاه مولينا غلام جيلانى رفعت عليه الرحمة والرضوان وهو على بحر العلوم مولينا الشاه عبدالعلى اللكنوى عليه الرحمه وهو على ابيه الافخم استاذ الاساتذة فى الهند الملا نظام الدين

السهالوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ (المتوفی سنۃ احدی و ستین و مائۃ الف من الهجرۃ)
وهو علی الفاضل الاجل وحید عصرہ والفائق علی اقرانہ مولینا قطب الدین الشمس آبادی
المتوفی فی سنۃ احدی وعشرین ومائۃ والف من الهجرۃ وعلی حضرۃ العلام مولینا غلام
نقشبند علیہ الرحمۃ المتوفی سنۃ ست وعشرین ومائۃ والف من الهجرۃ۔ (الماخوذ من عدد
خاص لمجلۃ "قاری" صفحہ ۵۹۷، ۵۹۶ تذکرہ علماء اهل السنۃ صفحہ ۲۵۱، ۸۸، ۱۳۲، ۱۳۳
حاشیہ نمبر (۱) کاملان رامفوری صفحہ ۱۳۲-۲۸۴)

(۲) قرا الامام الممدوح علیہ الرحمہ علی مولینا عبدالعلی الرامفوری علیہ الرحمۃ وهو
علی المولوی حیدر علی التونکی ثم علی المفتی شرف الدین والملا عبدالرحیم
والمولوی رفیع اللہ خان ثم اکتسب الحدیث من الحضرۃ الشاہ مولینا اسحاق المرحوم
وحصل الطب من الحکیم صادق علی خان۔ وقرأ الشیخ اسحاق المرحوم علی المولوی
هدایت اللہ و مولینا نور النبی والمولوی نذیر احمد
(کاملان رامفور صفحہ ۳۶ و ۲۱۳)

التعریف ببعض الاساتذۃ الاجلۃ من سلسلۃ تلمذ الامام احمد رضا

(ا) شیخ الاسلام والمسلمین حضرۃ الشاہ مولینا نقی علیخان علیہ الرحمۃ لهو من
لازکیاء والاتقیاء والاصفیاء ولد فی اول رجب المرجب فی سنۃ ست واربعین ومائتین والف
من الهجرۃ فی جارۃ "ذخیرۃ" ببلدۃ بریلی الشریفۃ وحصل العلوم والفنون کلها من ابیہ
الافخم والاعلم۔ وبعد ماتخرج اشتغل بالتصنیف والتدریس ومن شیمہ السخاء والحلم،
والتقوی وغیر ذلک من الفواضل وذهب مع تاج الفحول الی مارهرۃ المطهرۃ فی سنۃ اربع و
تسعین ومائتین والف۔ وبایع علی ید مولینا الشاہ السید ال رسول المارهروی قدس سرہ۔ و
منحہ الخلافۃ فی ذالک المجلس وارتحل من بریلی یرید زیارۃ الحرمین الشریفین فی سنۃ
خمس وتسعین ومائتین والف من الهجرۃ۔ واخذ اسانید الحدیث من الشیخ السید احمد
زینی دحلان الشافعی وغیرہ من العلماء الکبار علیهم الرحمۃ والرضوان۔ وان الشیخ نقی
علیخان قد خدم الاسلام والمسلمین بتصانیفہ الکثیرۃ المعتمدۃ التی بلغت عدتها
نحو خمس وعشرین۔

(منهاهی)

الجلد الکبیر من الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، تزکیۃ الایمان فی رد تقویۃ الایمان۔
الکواکب الزهرۃ فی فضائل العلم والاداب العلماء، اجمل النجاۃ وغیر هاثم وافتہ المنیۃ فی
شهر ذی القعدۃ المبارکۃ سنۃ اثنتی وتسعین مائتین والف من الهجرۃ۔ وخرج مجدد المائۃ
الماضیۃ الامام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان فی تاریخ وفاتہ و سنۃ خاتم اجلۃ الفقها
(عدد خاص بالامام الممدوح "لقاری" صفحہ ۵۹۶ تذکرہ علماء اهل السنۃ صفحہ ۲۵۱ مجدد
اسلام صفحہ ۲۱)

(ب) شیخ المشائخ مولینا السید رضا علیخان علیہ الرحمۃ والرضوان جد الامام احمد رضا
علیہ الرحمۃ ولد فی سنۃ اربع وعشرین ومائتین والف الهجرۃ۔ وحصل العلوم والفنون
کلها وهو کان ابن ثلثۃ و عشرین کان عالما جیدا فقیها کاملا وواعظا ساحر البیان و من
اوصافہ الحمیدۃ الشهیرۃ بین الناس کلامہ الحلو والسبقۃ فی التسلیم علی الناس والعجز

والتواضع وكان على مدرج عظيم فى الفقر والتصوف ايضا وقد ظهرت منه كرامات عديدة۔ استاثره فى سنة اثنتى وثمانين مائتين والف نور الله مرقده

(ج) استاذ الاساتذة فى الهند العلام نظام الدين السهالوى رحمه الله عليه كان عالما كبيرا وفاضلا جليلا وصاحب معرفة وكرامة وحصل العلوم والفنون من عالم نبيل مولينا قطب الدين الشمس آبادى (المتوفى فى سنة الحادى والعشرين ومائة والف من الهجرة)

ومن حضرة العلام غلام نقشبند (المتوفى فى سنة ست وعشرين واحدى عشرة مائة من الهجرية) وكان له فى الدراسة كرسى عظيم و منصب افخم لا نظير له فى علماء عصره قد انطفات مصابيح اكابر الصغيرة۔ بل فى البلاد الاسلامية اكثرها۔ والمنهج النظامى الرائج فى المدارس الاسلامية من العصر القديم انتسابه اليه وهو رتبه احسن ترتيب

(اكمل التاريخ تذكره علماء هند، ماثر الكرام و تذكره علماء الله اهل السنة ۱۴۳)

(ا) حضرة العلام مولينا عبد الرحيم المرحوم بن الحاج المولوى محمد سعيد خاں انه كان عالما جليلا قائما على الشريعة المطهرة وكان سلسله دراسته الى "افغانستان" بخارا وكان تلاميذه مؤلف دستور المنتهى المولوى عبد الله البوبالى و مولينا عبد العلى الرامفورى والحافظ شبراتى رامفورى عليهم الرحمة والرضوان وغيرهم من العلماء المعتمدين الذين تحلوا بتدريسه وتعليمه ومن تاليفاته المهمة جمع الصيغ فى الفارسية و شرح غاية البيان (ثم ارتحل الى رحمة الله برامفور فى جارة "از غورى باغ" فى سنة اربع و ثلثين ومائتين والف من الهجرة نور الله تربته

(کاملان رامفور صفحہ ۲۱۳)

وفى الاخير احمد الله تعالى على انه وفقنى لترتيب هذه المقالة بالعربية مع قلة بالى و قصور بضاعتى والصلوة والسلام على رسوله الاعظم الاكرم وعلى آله واصحابه

ثم السلام على عطاء ذالک

"تقلید فرضی"

فقہ کا نہ ماننے والا شیطان ہے ائمہ کا دامن جو نہ تھامے وہ قیامت تک کوئی اختلافی مسئلہ حدیث سے ثابت نہیں کرسکتا جسے دعوی ہو سامنے آئے اور زیادہ نہیں اسی کا ثبوت دے کہ کتا کھانا حلال ہے یا حرام کونسی حدیث میں آیا ہے کہ کتا کھانا حرام ہے آیت نے تو کھانے کی حرام چیزوں کو صرف چار میں حصر فرمایا ہے مردار۔ اور رگوں کا خون۔ اور خنزیر کا گوشت۔ اور وہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔ تو کتا درکنار سوئر کی چربی اور گردے اور اوجھڑی کہاں سے حرام ہوگی کسی حدیث میں ان کی تحریم نہیں اور آیت میں لحم فرمایا ہے جو ان کو شامل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد نہم، صفحہ ...)

امام احمد رضا کا عربی فتویٰ

مسئلہ ۲۵۔ از پاٹن شمالی گجرات مرسلہ عبد القادر محمد فضل صاحب ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ۔

ما قولکم نفع الانام بکم فی زید وعمرو اتفقا علی ان یتجرا بان یکون راس المال من زید وان یکون عمرو مضاربا و شرع عمرو فی العمل فانجب التجارة بالربح اولا عقب الحساب بینهما واقتسما علی موجب شرطهما ثم اضاف ما نابه من الربح علی مال زید واخذ فی اسباب التصرف وسار ینفق من مال الشرکة علی نفسه فی ماکله ومشربه وکسوته ویهب ویتصدق ویزور النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ویحج کل ذلک بغیر اذن شریکه ولم یظهر الربح بل لحق راس المال خسارة فهل یضمن عمرو ما انفق فی الوجوه المذکورة حیث کان ذلک بغیر اذن الشریک یکون الضمان فی ماله خاصة ام یکون دینا اذا بقی

انتونا ماجورین۔

الجواب۔ کل ما انفق فی الهبات والصدقات والحج والزیارة الشریفة یحسب علیه من مال نفسه لا شیٔ منه علی صاحبه وکذا اما انفق علی نفسه وهو مقیم بمصر المضاربة ای البلد الذی اخذ فیه المال مضاربة او بوطنه سواء کان مولده او اتخذه دارا وکذا اما انفق فی الخروج الی موضع یغدو الیه ثم یروح ویبیت باهله وکذا جمیع النفقات علی الاطلاق ان کانت المضاربة فاسدة فانه لیس فیها للمضارب الا اجر مثل عمله نعم اذا کانت صحیحة وخرج المضارب للتجارة الی حیث لا یؤویه اللیل بمنزله ان تغل نفقته بالمعروف طعامه وشرابه ولباسه وفراشه و رکوبه وخادمه ونفقة خادمه کل ذلک فی مال المضاربة حتی یؤب لا الزائد علی المعروف فانه مضمون علیه غیر ان عمرا اضاف الیه شیئا من مال نفسه فیقتسم النفقات المعروفة علی کلا المالین بحسبهما فما اصاب مال المضاربة فذاک وما اصاب مال عمرو حسب علیه من مال نفسه وکل ما ذکرنا انه یحسب علیه ان کفاه ماله فبها وان فضل وتعدی الی مال المضاربة یضمنه وهو دین علیه یؤخذ منه حیث لا ربح۔ هذا کله لم یخلط او خلط وکان زید قال له ان اعمل فیه کما تری او کان الخلط هناک معروفا بین التجار اما اذا عری عن هذه الوجوه ضمن مال زید تماما لانه استهلکه بالخلط بغیر اذن ولا عرف فعاد غاصبا بعدما کان مضاربا فعلیه وضیعة وله ربحه ولا یطهر له ربح مثل المضاربة عند الامام و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنهما فیتصدق به الا اذا اختلف الجنس فان الربح لا یظهر الا عند اتحاده فی الدر المختار اذا سافر و لو یوما (المراد ان لا یمکنه المبیت فی منزله فان امکن ان یعود الیه فی لیله فهو کالمصر لا نفقة له بحر اه شامی) فطعامه و شرابه وکسوته ورکوبه ولو بکراء وکل ما یحتاجه فی عادة التجار بالمعروف فی مالها لو صحیحة لا فاسدة لانه اجیر فلا نفقة له وان عمل فی المصر سواء ولد فیه او اتخذه دارا فنفقته فی ماله کدوائه اما اذا نوی الاقامة بمصر ولم یتخذه دارا فله النفقة ما لم یاخذ مالا [illegible] اما اذا کان قد اخذ مال المضاربة فی ذلک المصر فلا نفقة له ما دام فیه ولا یخفی ما فیه من الایجاز الملحق بالالغاز اه شامی اقول مثله لیس من الایجاز فی شیٔ بل وقع من القلم اقتصارا مخلا) ولو سافر بماله ومالها او خلط باذن انفق بالحصة واذا قدم رد ما بقی مجمع ویضمن الزائد علی المعروف ویاخذ المالک قدر ما انفقه المضارب من راس المال (متعلق بانفق اه ش) ان کان ثمه ربح فان استوفاه وفضل شیٔ اقتسماه علی الشرط لان ما انفقه یجعل کالهالک والهالک یصرف الی الربح وان لم یظهر ربح فلا

شیئ علی المضارب اھ وفیہ لایملك الخلط بمال نفسہ الا باذن او اعمل برأیك اھ قال ش وھذا اذا لم یغلب التعارف بین التجار فی مثلہ کما فی التاتارخانیہ اھ ثم ذکر عنہا ما اذا دفع الی رجل الفا مضاربۃ بالنصف ثم الفا اخری کذلك فخلط المضارب المالین وفصل صورھا واحکامہا وھی ستۃ عشر وجہا قد بسطہا فی الھندیۃ عن المحیط باوضح بیان[3] اقول وانا استخرجت فیہا ضابطۃ ھی ان الخلط اذا وقع علی مال لہ فیہ اذن ولو عرفا او ربح فیہ خاصۃ او زید ربح فی شیئ من مالی المضاربۃ لم یضمنہ والا ضمن تمت الضابطۃ ای اذا وقع علی مالیس لہ فیہ اذن ولا ربح یختص بہ ولا عدم ربح یعمہما بان ربح فی المال الاخر خاصۃ او فیہما معا فانہ یضمنہ فان کان کلا المالین علی الوجہ الاول لم یضمن شیئا منہما او علی الثانی ضمنہما معا او احدھما علی الاول والاخر علی الثانی لم یضمن الاول وضمن الاخر۔ ھذا اذا خلط احد مالی زید بالاخر فکیف اذا خلط بمال نفسہ وفی البحر لیس لہ ان یخلط مال المضاربۃ بمالہ ولا مال غیرہ الا ان یقول لہ اعمل برأیك اھ وقال بعد ثلثۃ اوراق انما لایضمن لان رب المال قال لہ اعمل برأیك فیملك الخلط بخلاف ما اذا لم یقل فانہ لایکون شریکا بل یضمن کالغاصب اھ وفی الھدایۃ ما یفعلہ المضارب انواع، نوع لایملکہ بمطلق العقد ویملکہ اذا قال لہ اعمل برأیك مثل خلط مال المضاربۃ بمالہ او مال غیرہ اھ وفیہا انتظم قولہ اعمل برأیك الخلطۃ فلایضمنہ اھ وفی العنایۃ اعمل برأیك یتناول الخلط فصار شریکا فلم یکن غاصبا فلا یضمن اھ وتمامہ قال فی الخانیۃ لیس لہ ان یخلط مال المضاربۃ بمالہ او مال غیرہ ولو کان رب المال قال لہ اعمل فیہ برأیك کان لہ ان یخلط اھ وفیہا لو لم یقل اعمل برأیك الا ان معاملۃ التجار فی تلك البلاد ان المضاربین یخلطون المال ولا ینہاھم رب المال قالوا ان غلب التعارف بینہم فی مثلہ نرجوان لایضمن وتکون المضاربۃ بینہما علی العرف اھ وفیہا وفی وجیز الکردری واللفظ لہا۔ رجل دفع الی غیرہ مالا مضاربۃ ثم ان المضارب شارك رجلا اخر بدراھم من غیر مال المضاربۃ ثم اشتری المضارب وشریکہ عصیرا من شرکتہما ثم جاء المضارب بدقیق من المضاربۃ فاتخذ منہ ومن العصیر فلالیج[1] قالوا ان اتخذ الفلالیج باذن الشریك ینظر الی قیمۃ الدقیق قبل ان تتخذ منہ الفلالیج والی قیمۃ العصیر فما اصاب حصۃ الدقیق فھو علی المضاربۃ وما اصاب حصۃ العصیر فھو بین المضارب وبین الشریك لکن ھذا اذا کان رب المال قال لہ اعمل فیہ برأیك فان لم یکن قال ذلك وفعل المضارب ذلك بغیر اذن الشریك فالفلالیج تکون للمضارب وھو ضامن مثل الدقیق لرب المال ومثل حصۃ الشریك من العصیر للشریك فان کان رب المال اذن لہ فی ذلك والشریك لم یاذن فالفلالیج تکون للمضاربۃ والمضارب ضامن حصۃ شریکہ من العصیر وان کان الشریك اذن لہ بذلك ورب المال لم یاذن لہ فالفلالیج تکون بینہ وبین الشریك وھو ضامن لرب المال مثل الدقیق اھ فلا ادری ما فیہا من قولہ المضارب اذا سافر بمال المضاربۃ ومال نفسہ توزع النفقۃ علی المالین سواء خلط المالین او لم یخلط قال لہ رب المال اعمل فیہ برأیك او لم یقل والسفر ومادون السفر فی ذلك سواء اذا کان لایبیت فی اھلہ اھ لانہ ھذا حکم المضاربۃ واذا خلط بغیر اذن ضمن والضمان والمضاربۃ لایجتمعان کما فی البزازیۃ من نوع فی ھلاك مالہا فلیحرر وبقیۃ الاحکام واضحۃ دائرۃ فی الکتب کالخیریۃ والھندیۃ وغیرھما وذکرت غیر مرۃ فی فتاونا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

[3] فی الاصل ھکذا ولعلہ ما بیناہ

[1] الذی فی البزازیۃ فلاتج بالتاء الفوقانیۃ وذکر فیہا مانصہ اعطاہ الفا وقال اعمل برأیك ثم اشتری المضارب مع شریکہ عصیرا علی الشرکۃ فاتخذ المضارب من دقیق المضاربۃ والعصیر المشترك فلاتج باذن الشریك فالفلاتج علی المضاربۃ ویضمن المضارب لشریکہ قیمۃ العصیر ما یخصہ الخ وکتبت علیہ مانصہ اقول ھذا اسبق قلم وانما ھو حکم ما اذا فعل باذن رب المال دون الشریك کما سیذکرہ بقولہ وان یاذن رب المال لا الشریك فالفلاتج علی المضاربۃ ویضمن حصۃ العصیر لشریکہ الخ اما حکم ھذا فما ذکر فی الخانیۃ انہ ینظر الی قیمۃ الدقیق الخ ۱۲ منہ غفرلہ۔

فتاویٰ رضویہ کا خطبہ

تحریر
مولانا قاضی عبد الدائم دائم (ہری پور)

○

ارشاد ربانی ہے !

واما بنعمۃ ربک فحدث ○(سورہ الضحیٰ آیت ۱۱)

ترجمہ : اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اسی فرمان خداوندی پر عمل کرتے ہوئے یوں زمزمہ سرا ہوتے ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اگرچہ سیاق و سباق کے اعتبار سے یہاں "سخن" سے مراد منظوم کلام ہے' لیکن درحقیقت امام احمد رضا کی شاہی ہر نوع سخن میں مسلم ہے --- خواہ نظم ہو یا نثر

مزید کمال کی بات یہ ہے کہ کلام و بیان پر آپ کی قدرت کسی ایک زبان سے مختص نہیں ہے بلکہ عربی ' فارسی ' اردو اور ہندی میں سے جس زبان کو ذریعہ اظہار بنانا چاہیں' اس کے تمام الفاظ آپ کے بے پایاں حافظے میں مستحضر ہو جاتے ہیں اور ان میں سے آپ جس لفظ کو موقع و محل کے لحاظ سے موزوں سمجھتے ہیں اس کو اتنی خوبصورتی اور تناسب سے استعمال میں لاتے ہیں کہ خوش گفتاری کا حق ادا کر دیتے ہیں اور نثر میں بھی نظم کا سماں باندھ دیتے ہیں۔

مسجع الفاظ کی ایسی لڑیاں اور مقفی جملوں کی ایسی مالائیں آپ کے منظوم و منثور کلام میں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا احاطہ ازبس دشوار ہے تاہم ان میں سب سے

زیادہ حیرت انگیز "فتاویٰ رضویہ" کا عربی خطبہ ہے' جو بلا شبہ فصاحت و بلاغت کا ایک اچھوتا شہکار ہے دلکش اشارات' روشن تلمیحات' خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل اس بلاغت پارے کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبے کے جملہ لوازمات و مناسبات --- یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد' رسول اللہ ﷺ کی تعریف صحابہ اور اہل بیت کی مدح رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت پر درود و سلام --- یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں یعنی کتب فقہ کے ناموں اور آئمہ کے اسماء گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کہیں حمد کے غنچے چٹک اٹھے ہیں اور کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں' کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود سلام کی ڈالیا تیار ہو گئی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جملہ محسنات بدیعیہ از قسم براعت استہلال و رعایت مسجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست و روانی میں ذرا بھر فرق نہیں پڑا--- نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا' نہ تراکیب کی برجستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ○

اس مختصر مقالے میں اتنی گنجائش تو نہیں کہ اس ضیا بار خطبے کی تمام خوبیاں گنائی جاسکیں' تاہم چند دلاویز جھلکیاں خوش ذوق قارئین کی نذر ہیں---

حمد باری تعالیٰ

فقہ حنفی میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک مشہور تصنیف کا نام "الفقہ الاکبر" ہے۔ اس طرح جامع کبیر' زیادات' فیضہ' مبسوط' درر' غرر' بھی بلند پایہ فقہی تصنیفات ہیں۔ امام احمد رضا نے ان ناموں میں کہیں ضمیر کا کہیں حرف جر وغیرہ کا اضافہ کرکے ان کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ کتابوں کے یہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بن گئے ہیں۔ فرماتے ہیں :

الحمد للہ ھو الفقہ الاکبر و الجامع الکبیر لزیادات فیضہ المبسوط الدر ر الغرر

"سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اللہ کی تعریف ہی سب سے بڑی دانائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پھیلے ہوئے فیض کے شفاف اور تابناک اضافوں کی بڑی جامع ہے۔"

سبحان اللہ کیا دلپذیر حمد ہے-- !یعنی فیضان الٰہی کے اضافے اور زیادات موتیوں کی طرح شفاف اور روشن پیشانیوں کی طرح تابناک ہیں اب آپ خود ہی سوچئے کہ جس فیض کے اضافے اور زیادات اس قدر منزہ اور روشن ہوں' اس فیض کی اپنی شفافیت و تابندگی کا

کیا عالم ہو گا--- ! پھر صاحب فیض جل و علا کی تابانی کی تو بات ہی نہ پوچھئے کہ وہ انسانی فہم و ادارک سے ماوارء ہے اور زبان و بیان اس کی ترجمانی سے قاصر ہیں--- بقول شیخ سعدی

اے برتراز خیال و قیاس و گمان و وہم
وزہر چہ گفتہ اندروشنید یم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں دراول وصف تو ماندہ ایم

لیکن واضح رہے کہ حمد کا یہ پہلو ضمنی ہے جبکہ امام احمد رضا در حقیقت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی نہ کوئی حد ہے' نہ انتہا یعنی

حمد بے حد مرخدائے پاک را

لیکن محض "حمد بے حد" کہہ دینے سے وہ بات نہیں بنتی جو امام احمد رضا کہنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فیض مبسوط کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کے فیض کی کوئی انتہا نہیں۔ اور غیر متناہی فیض کی زیادات' غیر متناہی در غیر متناہی ہوں گی اور جو حمد ان زیادات کی جامع ہوگی وہ غیر متناہی در غیر متناہی درغیر متناہی ہوگی اور امام احمد رضا اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی حمد کرنا چاہتے ہیں--- الجامع لزیادات فیضہ
کیا کمال درجے کا اغراض فی المبالغہ ہے..... :

"حمد بے حد" یا "بے انتہا تعریف"

میں اس مبالغے کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا

صلوۃ و سلام اور اس کے ضمن میں حضور پر نور ﷺ کے فضائل کا بیان :

بارگاہ رسالت میں صلوۃ و سلام پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے پہلے تو ائمہ فقہ کے ناموں اور معروف القاب کو اس طرح ترتیب دیا کہ کچھ ان میں سے سرور عالم کے نام بن گئے اور کچھ ان کی صفات اس کے بعد اسماء کتب سے آنحضرت ﷺ کے فضائل بیان کئے ہیں۔ البتہ صلوۃ و سلام پیش کرنے کے درروان امام احمد رضا نے مندرجہ بالا تمام محاسن و لطائف کے علاوہ ایک اور خوبی کا اضافہ کیا ہے یعنی سرور کونین ﷺ کے بارے میں اپنے عقیدے کی بھی وضاحت کر دی ہے اور یوں اہلسنت کی ترجمانی کا فریضہ انجام دے دیا

ہے۔

امام احمد رضا کا عقیدہ ہے کہ رسول ﷺ ہم سب کے بلکہ سارے عالم کے مالک ہیں لیکن بالذات نہیں بلکہ اللہ کی تملیک سے مالک ہیں۔ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں :

ان کو تملیک ملیک الملک سے
مالک عالم کہا' پھر تجھے کو کیا !

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بروز محشر عاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ سے ان کو بخشوائیں گے .

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

اب دیکھئے کہ ائمہ کرام کے اسماء و القاب سے کس طرح اپنے عقیدے کی وضاحت فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں :

والصلوة والسلام علی الامام الاعظم للرسل الکرام : مالکی و شافعی احمد الکرام

اور صلوۃ و سلام ہو رسولوں کے سب سے بڑے امام پر جو میرے مالک ہیں اور میرے لئے شفاعت کرنے والے ہیں' ان کا نام احمد ہے' بہت ہی عزت والے ہیں۔

امام اعظم' امام مالک' اما شافع' امام احمد ـــ ائمہ مذاہب اربعہ کے معروف القاب و اسماء مذکور ہیں۔ انہیں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی جا رہی ہے اور ساتھ ساتھ اپنا عقیدہ بھی بیان کیا جا رہا ہے۔

تھوڑا آگے بڑھیئے اور اہل سنت کے ایک اور عقیدہ کی ترجمانی کا انداز دیکھئے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام کائنات کی اصل اور مبتدا ہیں

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

یہی عقیدہ امام احمد رضا کا ہے۔

اصل ہر بود و بہود تخم وجود
قاسم کنز نعمت پہ لاکھوں سلام

اس عقیدہ کے اظہار کے لئے آپ نے امام اعظم کے تین مشہور شاگردوں‘ یعنی امام محمد امام حسن بن زیاد اور امام قاضی ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کا انتخاب کیا اور انہیں اس طرح یکجا کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی کا بھی اظہار ہو گیا اور آپ کے حسن و جمال کا بھی بیان ہو گیا ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو گیا کہ حسن یوسف پر تو حسن مصطفیٰ ہے بلکہ خود یوسف علیہ السلام فرع مصطفیٰ اور ابن مصطفیٰ ہیں۔ ﷺ چنانچہ فرماتے ہیں۔

یقول الحسن بلا توقف
محمدٌ ابن الحسن ابو یوسف

آپ ﷺ کے جمال بے مثال کو دیکھ کر خود حسن بغیر کسی توقف کے پکار اٹھتا ہے کہ حسن والے محمد ﷺ درحقیقت یوسف علیہ السلام کے اب اور اصل ہیں۔

ایک یوسف علیہ السلام پر ہی کیا موقوف ـــــ جب رسول اللہ ﷺ تمام مخلوقات کی اصل ٹھہرے تو ظاہری وجود میں آپ کے جدا مجد ہیں‘ یعنی ابو البشر آدم علیہ السلام‘ وہ بھی حقیقت کے اعتبار سے آپ کے پسر قرار پاتے ہیں۔

حدائق بخشش میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا۔

ان کی نبوت‘ ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہی کے پسر کی ہے
”ظاہر میں میرے پھول! حقیقت میں میری نخل!
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے۔

اور یوسف علیہ السلام کے حسن پر ہی کیا منحصر--- اہل سنت کے نزدیک تو تمام انبیاء و رسل کے جملہ کمالات بارگاہ مصطفوی کا ہی فیضان ہیں- امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

و کلھم   من   رسول   اللہ   ملتمس
غرفا   من   البحر   اور   رشفا   من   الدیم

تمام انبیا رسول اللہ کے بحر کرم سے ایک چلو کے' یا آپ کے باران رحمت سے ایک چھینٹے کے طلبگار ہیں-
اور امام احمد رضا یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں

لا   و   رب   العرش   !   جسکو   جو   ملا   ان   سے   ملا
بٹتی   ہے   کونین   میں   نعمت   رسول   اللہ   کی

اس عقیدے کو فتاویٰ رضویہ کے خطبہ میں تلمیح کے انداز میں بیان کیا ہے-
البحرالرائق : منہ یستمد کل نھرفائق

"البحرالرائق" اور "النھر الفائق" فقہ کی مشہور کتاب "کنز الدقائق" کی دو شرحیں ہیں' اعلیٰ حضرت نے "منہ یستمد کل" کا اضافہ کرکے ایمان افروز معنی پیدا کئے ہیں- فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وہ حیراں کن سمندر ہیں کہ ہر فوقیت رکھنے والا دریا نہر انہی سے مدد لیتی ہے-

گویا رسول اللہ ﷺ فضل و کمال کے بحر زخار ہیں اور باقی انبیاء و رسل فوقیت رکھنے والے دریا اور نہریں- ظاہر ہے کہ دریاؤں اور نہروں میں وہی پانی بہتا ہے جو بھاپ بن کر سمند سے اٹھتا ہے اور کہیں بارش بن کر برستا ہے' کہیں برف بن کر گرتا ہے-

منقبت

اگر کسی مسئلے میں امام ابو حنیفہ اور قاضی ابو یوسف متفق ہوں تو فقہاء ان کو "شیخین" کہتے ہیں اور اگر قاضی ابو یوسف اور امام محمد کا اتفاق ہو تو ان کو "صاحبین" کہا جاتا ہے اور اگر امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی ایک رائے ہو تو ان کو "طرفین" کا لقب دیا جاتا ہے- اب امام احمد رضا کا کمال دیکھئے کہ انہوں نے ان تینوں فقہی اصطلاحات کو صدیق اکبر اور فاروق اعظم پر منطبق کر دیا اور فرمایا

لاسیما الشیخین الصاحبین : الاخذین من الشریعۃ والحقیقۃ بکلا الطرفین

خصوصًا رسول اللہ ﷺ کے وہ دو بزرگ ساتھی جو شریعت و حقیقت کے دونوں کناروں کو تھامنے والے ہیں۔

غرض یہ کہ کیا کیا لکھوں اور کہاں تک لکھوں کہ ----

"نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں"

مگر فی الحال اختصار کے پیش نظر اتنا ہی کہوں گا کہ اتنے اوصاف و محاسن پر مشتمل خطبہ آج تک نہیں لکھا گیا۔ باقی خصوصیات کو چھوڑئے ! صرف ایک خصوصیت پر نظر ڈال لیجئے آپ کو میرے دعویٰ کی صداقت کا یقین آ جائے گا۔ اور وہ حیرت فزا خصوصیت یہ ہے کہ اس خطبے میں مجموعی طور پر نوے کتابوں اور اماموں کے نام مذکور ہیں اور جس خوبی و لطافت سے مذکور ہیں۔ اس پر فصاحت ناز کرتی ہے اور بلاغت جھوم جھوم اٹھتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ فصاحت کی یہ رعنائیاں صرف خطبے ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ پور فتاویٰ تخیل کی نزاکتوں اور ادبی لطافتوں سے مالا مال ہے۔ اگر اس کی تفصیل بیان کی جائے تو سینکڑوں صفحات درکار ہیں؟ تا ہم ایک امتیازی کمال کی طرف اہل ذوق کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

امام احمد رضا کا معمول ہے کہ اگر کسی سوال کا جواب زیادہ تفصیل سے دینا ہو تو اس کو مستقل رسالہ بنادیتے ہیں اور باقاعدہ اس کا نام رکھتے ہیں یہ نام اس قدر موزوں' مناسب اور واقع کے مطابق ہوتا ہے کہ پڑھنے والا امام احمد رضا کی دسترس اور رسائی پر حیران رہ جاتا ہے۔

ہر نام میں مندرجہ ذیل چار خصوصیات مشترک ہوتی ہیں۔

۱-- ہر نام عربی میں ہوتا ہے' خواہ رسالہ کسی بھی زبان کا ہو۔

۲-- ہر نام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا ہے یعنی مسجع کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔

۳-- ہر نام اسم بامسمی ہوتا ہے یعنی نام ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس رسالے کا موضوع کیا ہے۔

۴-- ہر نام تاریخی ہوتا ہے یعنی ابجد کے حساب سے اگر اسے حروف کے اعداد نکالے جائیں تو ان کا مجموعہ اس سن پر دلالت کرتا ہے جس میں وہ رسالہ لکھا گیا۔

مثال کے طور پر رضا فاؤنڈیشن لاہور کے زیر اہتمام آب تاب سے چھپنے والی فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں گیارہ رسالے ہیں۔ ان میں بطور نمونہ صرف تین نام پیش خدمت ہیں۔

ا) اگر امام ابو حنیفہ اور صاحبین و متاخرین فقہا' کا کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں کس کے قول پر فتویٰ ہو گا؟ امام صاحب کے --؟ صاحبین و دیگر فقہا کے --؟ یا بعض معاملات میں امام احمد صاحب کے قول پر بعض میں صاحبین و دیگر فقہاء کی رائے پر--؟ اس مسئلے کی توضیح کے لئے امام احمد رضا نے جو رسالہ لکھا۔ اس کے نام سے ہی اس کی تحقیق واضح ہوجاتی ہے۔

اجلی الاعلام' ان الفتوی مطلقا علی قول الامام

واضح اعلان کہ فتویٰ بہر صورت امام ابو حنیفہ کے قول پر ہے۔

ب) کونسی نیند ناقص وضو ہے اور کونسی نہیں۔؟ اس کی تفصیلات سے قوم کو آگاہ کرنے کے لئے جو رسالہ لکھا اس کا نام ہے۔

نبہ القوم' ان الوضوء من ای نوم

قوم کو آگاہ کرنا کہ کونسی نیند کے بعد وضو ہے۔

ج) حالت جنابت میں قرات جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کن کن صورتوں میں---؟ ان مسائل سے پردہ اٹھانے والے رسالے کا نام ہے

ارتفاع الحجب' عن وجوہ قراہ الجنب

پردوں کا اٹھ جانا' ان تمام صورتوں سے جو جنبی کی قرآت سے متعلق ہیں۔

تینوں رسائل کے نام مندرجہ بالا چاروں خصوصیات کے حامل ہیں جن میں سے پہلے تین تو واضح طور پر نظر آرہی ہیں البتہ چوتھی خصوصیت یعنی نام کا تاریخی ہونا' استخراج کا تقاضا کرتی ہے۔ نبہ القوم کا استخراج درج ذیل ہے کیوں کہ یہ نام تینوں میں مختصر ہے۔ باقیوں کو اس پر قیاس کر لیجئے :

نبہ القوم ن' ب' ہ' ا' ل' ق' و' م' ------= ۲۳۴

ان الوضوء من ای نوم /ا' ن' ا' ل' و' ض' ء' ن' ا' ی' ن' و' م'= ۱۰۹۱

۱۳۲۵ اس کا مجموعہ اعداد ہے اور یہ ہی سن تاریخ بھی ہے۔

امام احمد رضا کے سوا ایسے عمدہ' اعلیٰ دلنشین اور فکرو فن کے شاہکار نام کون رکھ سکتا ہے۔ تاریخ میں کسی ایک فاضل کا نام تلاش کر لیجئے جس نے اتنے رسالے لکھے ہوں اور ان کے ایسے خوبصورت نام رکھے ہوں--!

بلا شبہ امام احمد رضا متنبی کے اس شعر کا حقیقی مصداق ہیں۔

مضت الدھور وما اتین بمثلہ

ملقداتی فعجزن عن نظائرہ

فتاویٰ رضویہ کا علمی مقام

از
پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
(صدر، شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

○

اسلام میں فتویٰ نویسی ایک دینی فریضہ بھی ہے اور ایک مہتم بالشان فن بھی، لیکن یہ فریضہ جتنا نازک اور اہم ہے، یہ فن اسی قدر مشکل اور پیچیدہ ہے۔ کتاب اللہ میں افتاء کے منصب کی نسبت اللہ رب العزت سے بیان ہوئی ہے :

(قل اللہ یفتیکم)

یہ بات بھی اھل علم سے پوشیدہ نہیں کہ فتویٰ، افتاء اور مفتی کے الفاظ زبان نبوت پر بھی جاری ہوئے۔ اسی طرح عہد نبوی کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں عطائے فتویٰ یا افتاء کا منصب بہت اہم اور اونچا منصب تھا، تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں فتویٰ نویسی یا افتاء اور مفتی کا منصب ہمیشہ نہایت اہم اور بلند متصور ہوتا رہا ہے، لیکن یہ سب باتیں ایک اہم موضوع اور دلچسپ مطالعہ سہی مگر ان باتوں کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، تاہم اس بات کی طرف ایک مختصر اشارہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کہ گذشتہ بارہ تیرہ صدیوں کے دوران میں برعظیم پاکستان و ہندوستان کے علمائے کرام نے فتویٰ نویسی کے میدان میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں اور منصب افتاء نے ملت اسلامیہ کو جو رہنمائی مہیا کی ہے وہ جہاں قابل قدر ہے وہاں باعث فخر بھی ہے۔

برعظیم پاک و ھند ان اسلامی خطوں میں شامل رہا ہے جہاں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ن ثابت رحمتہ اللہ کی فقہ کا دور دورہ رہا۔ یہاں کے علمائے حنیفہ نے فقہ اسلامی کی عظیم شان خدمت انجام دی ہے، سیرت نبوی کی طرح علوم شریعت بھی اس خطے کے اھل علم

کے نزدیک ایک مہتم بالشان اور نہایت مرغوب موضوع رہا ہے۔ یہاں کے علماء نے علوم فقہیہ یعنی فقہ' اصول فقہ اور فتاویٰ نویسی کے علاوہ شرعی علوم کے دیگر بے شمار پہلوؤں کو اپنے مطالعہ و توجہ کا مرکز بنائے رکھا' عربی' فارسی' اردو اور دیگر علاقائی زبانوں میں شرعی علوم کا اتنا وسیع ذخیرہ تیار کیا ہے جو ملت کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے اور اس کا احاطہ کرنا کسی مورخ کے لئے آسان نہیں ہوگا۔ برعظیم پاک و ہند کے اکابر احناف کے اس عظیم القدر علمی و فقہی سرمایہ فخرمیں امام اهل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ کے فتاویٰ **العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ** جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور و متداول هیں بلا شبہ ایک منفرد اور قیمتی سرمایہ ہے۔

برعظیم جنوبی ایشیاء یا پاک و هند کے علمائے اسلام نے فقہ اسلامی کے فتاویٰ کا جو عظیم القدر ذخیرہ عربی زبان میں مرتب کیا ہے اس کی فہرست بہت طویل ہے اور اس میں تعدد و تنوع بھی ہے اور اس میں حسن و خوبی کے عناصر بھی موجود ہیں' اسی طرح اسلامی هند کی سرکاری زبان فارسی ہونے کے باعث اس زبان میں بھی لاتعداد چھوٹے بڑے فتاویٰ مرتب ہوئے جن میں سے بہت سے ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ بھی نہیں ہو سکے' یہی حال ان فتاویٰ کا بھی ہے جو اردو۔ عربی یا اردو۔ فارسی کا امتزاج پیش کرتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بد قسمتی ہے اور افسوسناک کو تاھی کہ ہم اپنے بزرگوں کی میراث کو بھی نہیں سنبھال سکے۔ سب سے زیادہ افسوس اہل دولت و ثروت مسلمانوں پر ہے جو اپنی دولت کا حقیر سا حصہ بھی کار ثواب سمجھ کر ہی وقف کرنے سے قاصر ہیں مگر اس سے کہیں زیادہ افسوس ان اھل علم پر ہے جو ابتدائی قدم اٹھانے یا عملی تحریک کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ علم کو سنبھالنے اور علمی میراث کو محفوظ کرنے کا اصل کام آخر مسلمان علماء کا ہے' یہ حضرات نہ صرف یہ کہ اس علمی ورثے کی نوک پلک درست کرکے مسلمان اھل دولت و ثروت کو سرمایہ خرچ کرنے کی تحریک بھی کر سکتے ہیں بلکہ وہ ان علمی کاوشوں پر اضافے اور ترقی کا کام بھی انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی روشن مثال ہمارے دوست و کرم فرما حضرت مولانا مفتی عبد القیوم ہزاروی کی ہے' آپ بعض احباب کے مشورے اور تعاون سے لاہور میں ''رضا فاؤنڈیشن'' جیسا عظیم الشان ادارہ قائم کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں جو ''فتاویٰ رضویہ'' کی جدید 'طباعت و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ میں صمیم قلب سے حضرت مولانا کو ھدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے دعاگو ہوں مجھے یقین

ہے کہ وہ اپنے اس نیک مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ انشاء اللہ

"فتاویٰ رضویہ" کی جو مجلدات رضا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام شائع ہوئیں اور میری نظر سے گذری ہیں ان میں صحت و حسن طباعت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ مولانا فاضل بریلوی کے فقہی افکار و معارف کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش بھی' کی گئی ہے۔ یہ کوشش یقیناً سعی مشکور کے ضمن میں آتی ہے اور ہم سب کی طرف سے تحسین و تبریک کے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی اور قدردانی کی بھی مستحق ہے۔ یوں تو اس کار خیر میں حضرت مولانا ہزاروی سے تعاون کرنے والوں اور ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے والوں میں بہت سے نیک نام ہیں مگر ان میں سے قیام رضا فاؤنڈیشن کے محرک مولانا احمد نثار بیگ' علامہ سید شجاعت علی قادری مرحوم و مغفور' حضرت مولانا عبد الحکیم شرف قادری' مولانا نذیر احمد سعیدی اور مولانا عبد الستار سعیدی کے نام خصوصی تذکرے کے مستحق ہیں۔ جہد و تعاون کا یہ سلسلہ جاری رہا تو امام احمد رضا بریلوی کا یہ عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا بہت جلد مکمل طور پر منظر عام پر آجائے گا۔ میری رائے میں امام اہلسنت کی خدمت اقدس روحانی میں اس سے بہتر اور کوئی خراج عقیدت پیش نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی یہ جلیل القدر اور عظیم الفائدہ علمی کاوش افادہ عامہ و خاصہ کے لئے پیش کی جا سکے۔

فتاویٰ رضویہ کی مطبوعہ مجلدات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے جو مجموعی تاثر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیان برعظیم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاویٰ اپنی عظیم تر 'افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع' ایجاز' جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمال حسن' وسعت نظر' عمق بصیرت' ظرافت طبع' اور جزئیات میں کلیات' اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب و روح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت اور امتیاز ہے جو برعظیم پاک و ہند کے مفتیان عظام کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدار و افر کے ساتھ میسر ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ کے ہاں ایک انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے فتاویٰ کے مختلف ابواب فقیہہ میں سے بعض موضوعات منتخب فرمائے ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ایک الگ اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے۔ یہ رسائل جہاں بلند

درجہ تحقیق و تدقیق کے آئینہ دار ہیں وہاں تمام متداول فقہی مصادر و ماخذ کا نچوڑ بھی پیش کرتے ہیں۔ مصنف کی یہ کوشش لائق تحسین ہے کہ وہ ان مختلف متنوع مصادر کی مختصر ترین عبارات بلکہ جملوں کو منتخب کرتے ہیں اور انہیں کمال مہارت سے یک جا کرکے یوں جوڑ دیتے ہیں کہ وہ ایک مسلسل عبارت بن جاتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ عبارات کے ٹکڑے یا جملے مختلف مصنّفین نے اسی غرض سے تخلیق کئے تھے کہ وہ ان فقہی موضوعات پر مشتمل رسائل کی عبارات کی زینت بنیں' یہ کام جہاں دقت نظراور کمال ادارک و انتخاب کا متقفی ہے وہاں قوت حافظہ اور زبان پر کامل عبور کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ ان مختصر مگر جامع رسائل کا ایک انفرادی امتیاز یہ بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان کے تسمیہ میں بڑے تفنن طبع اور فقیہانہ بصیرت سے کام لیا ہے۔ کتابوں کے تسمیہ میں نزاکت و ظرافت کی یہ روش برعظیم کے علمائے اسلام کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور مولانا احمد رضا بریلوی اس میدان میں امامت و مہارت کا شرف رکھتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالم دین یا محض مفتی و فقیہہ نہیں بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری یعنی ورسٹائل جنیئس --(genious Verstile) ہے۔ اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقیہہ پہلو پر محدود و مرکوز رہتی ہے اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظرانداز کرنے کا احساس ہوتا ہے' بلکہ ان کے انداز بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے' فاضل بریلوی ارشاد نبوی **العلم علمان علم الادیان و علم الابدان** کی حقیقت سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی تھے' وہ علم ادیان یعنی شرعی علوم اور علم ابدان یعنی سائنسی علوم پر یکساں عبور کے قائل تھے' شریعت کے علوم قرآن و حدیث سے شروع ہوئے اور عربی زبان و ادب کی جزئیات سے ہوتے ہوئے فقہ و کلام اور جدل و مناظرہ تک پہنچے ہیں' اسی طرح سائنسی علوم کا دائرہ بھی وسعت پذیر اور لا محدود ہے اس لئے شریعت ان مفید و نافع علوم سے اعراض نہیں سکھاتی بلکہ ان میں کمال پیدا کرنے کی دعوت و تلقین اس شریعت کا امتیاز ہے۔

وقت کی رفتار تغیر بڑی تیز ہے جو اس رفتار تغیر کا ساتھ نہ دے سکے اسے وقت کی تلوار کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ جو شریعت یا قانون وقت کی اس رفتار تغیر کا مقابلہ نہ کرسکے اس کا نابود ہونا یقینی ہے لیکن اسلامی شریعت تو زمان و مکان کی قید سے آزاد و ماوراء ہے

اس لئے یہ شریعت ہر زمان و ہر مکان کے لئے ہے' اسی حوالے سے اسلامی شریعت کے ماہر فقیہہ کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی فکری صلاحیتوں سے وقت کی رفتار تغیر کا صرف ساتھ ہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ بھی کر سکے۔ یہ فکری صلاحیتیں دو چیزوں کی محتاج ہوتی ہیں' ان میں ایک خداد عبقریت اور دوسرے علم ادیان کے ساتھ علم ابدان یعنی سائنسی علوم کا ماہر ہونا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی میں یہ دونوں صلاحیتیں بتمام و کمال موجود ہیں بلکہ ہر زمان و مکان کے فقیہ ہیں' جس طرح اسلامی شریعت زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے اسی طرح اس کا ماہر فقیہہ جو خدا داد عبقریت اور سائنسی علوم خصوصا طب و ریاضی اور فلسفہ و ہیت کے بھی امام ہیں وہ بھی زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں۔ وہ جدید زندگی کے مسائل کو اسلامی فقہ کی روشنی میں اس طرح حل کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" اس دعویٰ پر شاھد عدل ہیں' تمام فصول اور ابواب میں وہ فقہی مسائل کو عصر حاضر کی زبان میں حل کرتے ہیں' ان کے تمام فتاویٰ عقلی و نقلی استدلال پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شریعت نہ صرف یہ کہ عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل کے لئے نشو و نما کا سامان بھی کرتی ہے۔ اظہار و بیان کا وسیلہ زبان ہوتی ہے۔ فقیہ اور مفتی کے لئے اظہار و بیان کی قدرت ایک لازمی اور ضروری صفت ہے ورنہ مسائل و مشاغل کی تفہیم آسان نہ ہوگی۔ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ اس میدان کے مرد میداں ہی نہیں شہسوار بھی ہیں۔ عربی فارسی اور اردو پر انہیں جو کامل عبور تھا اس کا ایک ثبوت تو ان تینوں زبانوں میں ان کے شاعرانہ کمالات ہیں جو نعت و مدح رسول کے لئے وقف ہیں مگر "فتاویٰ رضویہ" میں بھی وہ اظہار و بیان کے وسائل یعنی زبان کے ادبی اسلوب سے قاری کے ذہن کی چٹکیاں لیتے ہوئے نظر آتے ہیں الفاظ کو نئے معنی پہنانا اور مرکبات و کلام کو تضمین کے طور پر یوں استعمال کرنا کہ وہ انگشتری میں نگینہ جڑ دینے کا منظر پیش کرتے ہوئے نظر آئیں' یہ صرف قادر الکلام شاعر اور باکمال ادیب ہی کر سکتا ہے۔

اختصار سے کام لیتے ہوئے یہاں صرف "فتاویٰ رضویہ" کی جلد اول کے دو تمہید عنوانات یعنی "خطبہ الکتاب" اور "صفتہ الکتاب" کے علاوہ مستقل فقہی موضوع پر لکھے جانے والے پہلے رسالے "**اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام**" کے خطبے کی طرف اشارہ کافی ہو گا۔ خطبتہ الکتاب میں فقہ حنفی کی امہات الکتب کے اسماء اور فنی مصطلحات کو بطور تلمیح و براعت استہلال' استعمال کرکے جو سماں باندھا ہے وہ کچھ انہیں کا

کمال ہے' الفاظ پرانے ہیں مگر بطور تلمیح استعمال ہو کر نئے معانی کا لباس بن گئے ہیں

الحمد لله هو الفقه الاكبر و الجامع الكبير لزيادات -فيضه المبسوط الدرر الغرر- به الهدايه و منه البدايه و اليه النهايه (یعنی سب حمد اللہ کے لئے ہے یہی سب سے بڑی سمجھ اور اضافوں کو یکجا کرنے والی بات ہے اس کا فیض ہے جو پھیلا ہوا ہے جیسے چمکتے ہوئے موتی ہوں۔ اسی ذات سے ہدایت وابستہ ہے وہی اول اور وہی آخر ہے) یہ تو وہ نئے معنی ہیں جو ان پرانے الفاظ کے لباس میں یہاں وارد ہوئے ہیں مگر ان کے پرانے معانی فقہ حنفی کی امہات الکتب کے نام ہیں۔ فقہ اکبر امام اعظم رحمتہ اللہ کی تصنیف ہے۔ جامع کبیر۔ زیادات فیض مبسوط درر غرر ھدایہ اور بدایہ و نہایہ' یہ سب کتب فقہ ہیں مگر زبان عربی پر عبور رکھنے والے نے ان پرانے الفاظ سے دوہرا کام لے کر اپنے مہارت و عبقریت کا ثبوت دے دیا ہے۔

اسی تمہید کتاب میں صفتہ الکتاب کے عنوان سے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے قرآنی الفاظ و تراکیب سے برکت و سعادت کا جو سماں باندھا گیا ہے۔ وہ کسی فنا فی العربیہ اور ماہر کلام ربانی کا پتہ دیتا ہے۔ رسالہ اجلی الاعلام میں بھی یہی رنگ کمال نظر آتا ہے۔ یہاں پر مصنف عربی زبان کے اسالیب نگارش پر عبور رکھنے کے علاوہ جدت تعبیر سے کام لینے میں بھی لاثانی نظر آتے ہیں۔ فقہ جیسے خشک مضمون میں اس جدت تعبیر نے جو رنگ پیدا کیا ہے اس نے دلچسپی میں اضافہ کر دیا ہے۔ فقہی نصوص کے صحیح ادراک دقت نظرو باریک بینی' بداھت قول و حاضر جوابی' منطقی و موثر طریقہ استدلال اور حسن استنباط و استنتاج میں فاضل بریلوی کا کوئی جواب نہیں یہاں پر میں ایک خاص بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جو میں نے محسوس کی ہے یوں تو برعظیم پاک و ہند کے نامور عربی دانوں اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کے علمی کارناموں سے اپنے اور بیگانے سبھی ناآشنا اور کم آگاہ ہیں مگر ان میں بعض اھل علم تو بے قدری اور احسان ناشناسی کی حد تک گمنام چلے آتے ہیں اور لوگ ان کے حقیقی مقام اور مرتبے کے منکر دکھائی دیتے ہیں۔ برعظیم کی جن ہستیوں کو دانستہ یا نادانستہ طور پر فراموشی و بے قدری کا مستحق گردانا گیا ان میں سے ایک کا تعلق سرزمین پنجاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق علم و ثقافت کے خطے یوپی سے ہے۔ پنجاب کی نادرۂ روزگار ہستی اور بے مثال عبقری تو مولانا عبد العزیز پرھاروی تھے جو مشہور عرب شاعر ابو القاسم الشابی اور ایک انگریز شاعر کٹیس کی طرح جوانی میں ہی دنیا سے کوچ کر گئے مگر علمی کارناموں کے لحاظ

سے ان کی مختصر عمر بھی طویل مدت ثابت ہوئی۔ مولانا پرھاروی رحمتہ اللہ علیہ جس شہرت اور عزت کے مستحق تھے وہ نہ تو انہیں زندگی میں مل سکی اور نہ موت کے بعد گمنامی کا پردہ چاک ہو سکا۔ پنجاب کے اس عظیم عبقری اور عالم دین کو کماحقہ' متعارف کرانے کا شرف اللہ نے مجھے بخشا ہے ان کے متعلق خود بھی لکھا ہے اور دو مقالے پی ایچ ڈی کے بھی میری نگرانی میں ہورہے ہیں۔

خطہ علم و ثقافت یو پی' سے اٹھنے والی ہستی فاضل بریلوی مولانا احمد رضا ہیں جن کے علمی کارناموں سے شدید اغماض برتا گیا بلکہ ان کے فضل و کمال سے انکار کیا گیا یہی نہیں بلکہ بدنامی کی جسارتیں بھی ہوتی رہیں۔ بظاہر اس کے تین اسباب نظر آتے ہیں پہلا سبب تو خود ان کے نام لیواؤں کی کمزوری ہے جو ان کے علمی کارناموں کو عام کرنے کی سنجیدہ کوشش نہ کر سکے۔ الا ماشاء اللہ ! دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ عالمی ادارے یا تنظیمیں جو برعظیم میں اہل علم کو متعارف کرانے کے ذمہ دار تھے وہ حضرت فاضل بریلوی کی قدر شناسی اور اعتراف فضل سے گریزاں رہے۔ میرے خیال میں اس کا تیسرا سبب حسد و رقابت کے جذبات ہو سکتے ہیں۔ معمولی آدمیوں کو ایسے حادثے کم پیش آتے ہیں مگر غیر معمولی ذھانت و قابلیت کے مالک انسانوں کے لئے مخالفت و عداوت اور حسد و رقابت بھی غیر معمولی نوعیت کی سامنے آتی ہے۔

امام احمد رضا رحمتہ اللہ کثیر الجوانب عبقریت کے مالک تھے غالبا اس وجہ سے ان کے علمی کارناموں کو پردۂ خفا میں رکھنے اور خاک ڈالنے کی کوشش بھی ہو سکتی ہے۔

بہرحال یہ بات باعث اطمینان ہونی چاہئے کہ اب برعظیم پاک و ہند میں ایسے افراد و ادارے وجود میں آچکے ہیں جو حضرت فاضل بریلوی کے تعارف کے ضمن میں تلافی مافات کے لئے کوشاں ہیں۔

نوٹ : (یہ مقالہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے "رضا فاؤنڈیشن لاہور" کے زیر اہتمام کانفرنس میں ۲۷ اکتوبر ۹۳ء کو پڑھا تھا۔ ادارہ ھذا مفتی عبد القیوم ہزاروی مدظلہ العالی کا مشکور و ممنون ہے۔)

طبقات فقہا اور اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام

○

پروفیسر محمد انور خان
(لکچرار، شعبہ اسلامک کلچر، سندھ یونیورسٹی، جامشور)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا فقہی مقام پیش کرنا حقیقتاً اس شخص کا کام ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی کارناموں، آپ کے معاصرین اور متقدمین فقہاء کی کاوشوں پر گہری نظر رکھتا ہو۔ مجھ جیسے، ہیچ مداں شخص کو جسے اپنی علمی بے بضاعتی کا مکمل اعتراف ہے۔۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمتہ اللہ علیہ کے فقہی مقام پر لکھنے کا مکلف کرنا یقیناً زیادتی ہے۔ تاہم محسن اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو عقیدت و محبت ہے۔ اس کے اقتضاء نے مجھے یہ جرأت رندانہ عطا کی، کہ میں اپنی محبت و عقیدت قرطاس پر پیش کر سکوں۔ اس مرحلہ پر اگرچہ عقل و خرد روکتی رہی لیکن عشق، زنجیروں میں کبھی جکڑا نہیں گیا۔ اور ہوش کا جیب و دامن کبھی شوق کے ہاتھوں سلامت نہیں رہا۔

اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام پر کچھ تفویض قلم کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے فقہ کی تعریف اور طبقات فقہاء بیان کیا جائے تاکہ قارئین کرام فقہ اور طبقات فقہاء کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کا اندازہ کر سکیں۔

فقہ کی تعریف

اصولیین، فقہاء اور متصوفین تینوں طبقوں نے فقہ کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ ہم قارئین کی ضیافت طبع کے لئے یہ تینوں تعریفیں پیش کرتے ہیں۔

اصولیین کی تعریف

فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں۔ جو دلائل تفصیلہ سے مکتسب ہو۔ اور اس تعریف کے اعتبار سے فقہ مجتہدین کا خاصہ ہے۔

فقہا کی تعریف

فقہ مسائل فرعیہ کے حفظ کو کہتے ہیں۔ عام ازیں کہ ان مسائل کا اکتساب دلائل تفصیلہ سے کیا گیا ہو۔ یا اقوال مجتہدین سے۔ اس تعریف کے اعتبار سے مقلدین کے علم کو بھی فقہ کہہ سکیں گے۔

متصوفین کی تعریف

فقہ دنیا سے اعراض کرنا' آخرت کی طرف رغبت کرنا۔ دین پر بصیرت رکھنا' عبادت پر مواظبت رکھنا اور خلائق کو نصیحت کرنا ہے۔

اس تعریف کے اعتبار سے فقہ کی تعریف عالم با عمل اور متقی کامل پر صادق آئے گی۔

رنگ اجتہاد :

عام طور پر کتب اصول میں احکام شرعیہ کی سات قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ فرض' واجب' مستحب' مباح' حرام' مکروہ تحریمی' مکروہ تنزیہی' لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے احکام کی گیارہ قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ جن کی تفصیل ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ فرض : جس فعل کا لزوم ثبوتاً اور دلالتہً قطعی ہو اور اس کا انکار کفر ہو اور اس کا ترک موجب استحقاق عذاب ہو۔ خواہ ترک دائماً ہو یا نادراً۔

۲۔واجب : جس فعل کا لزوم ثبوتاً اور دلالتہً ظنی ہو اس کا انکار کفر نہ ہو لیکن اس کا ترک موجب استحقاق عذاب ہو خواہ ترک دائماً ہو یا نادرًا

۳۔سنت مؤکدہ : جس فعل کا تاکد مواظبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ثابت ہو۔ اس کا عادۃ ترک کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادرا ترک کرنا موجب استحقاق عتاب خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادرًا۔

۴۔سنت غیر مؤکدہ : جس کا ترک کرنا موجب استحقاق عتاب ہو خواہ ترک کرنا عادۃ ہو یا نادرا۔

۵۔ مستحب : جس کام کے کرنے پر ثواب ہو۔ اور ترک کرنے پر نہ ثواب ہو نہ عتاب خواہ ترک عادۃ ہو یا نادرا۔

۶۔ مباح : جس کام کا کرنا نہ کرنا برابر ہو۔ نہ فعل پر عتاب نہ ترک پر خواہ ترک عادتا ہو یا نادرا۔

۷- حرام جس کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً و دلالۃً قطعی ہو۔ اس کا انکار کفر ہو۔ اور اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو۔ خواہ فعل دائماً ہو یا نادراً۔

۸- مکروہ تحریمی : جس کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً یا دلالۃً ظنی ہو۔ اس کا انکار کفر نہیں۔ لیکن اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہے خواہ دائماً ہو یا نادراً۔

۹- اساءت : جس کام کا عادۃً کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادراً کرنا موجب عتاب

۱۰- مکروہ تنزیہی : جس کام کا کرنا مطلقاً موجب استحقاق عتاب ہو خواہ عادۃً کیا جائے یا نادراً۔

۱۱- خلاف اولیٰ : جس کام کا نہ کرنا موجب استحقاق ثواب ہو۔ اور کرنا نہ موجب استحقاق عذاب ہو نہ عتاب خواہ عادۃ کیا جائے یا نادرا۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (قدیم) مطبوعہ کراچی، ج ا ص ۱۷۳-۱۷۵)

یہ وہ تقسیم ہے جس کے بارے میں اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں کہ : "اس تقریر منیر کو حفظ کر لیجئے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی۔ اور ہزارہا مسائل میں کام دے گی۔ اور صدہا عقدوں کو حل کرے گی۔ کلمات اس کے موافق، مخالف سب طرح کے ملیں گے۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ حق اس سے متجاوز نہیں۔ فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی۔ ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب و طراز مُذہَب ہے۔ **والحمد للہ رب العالمین۔**"

(فتاویٰ رضویہ (قدیم) مطبوعہ کراچی، ج ا ص ۱۷۵)

طبقات فقہا

فقہ کی تعریف کے بعد اب ہم آپ کے سامنے طبقات فقہا پیش کرتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام پر روشنی پڑے گی۔

۱- مجتہد فی الشرع :

یہ وہ لوگ ہیں۔ جو قواعد و اصول مقرر فرماتے ہیں۔ اور احکام فرعیہ کو اصول اربعہ سے مستنبط کرتے ہیں۔ اور اصول و فرع میں کسی کے تابع نہیں ہوتے جیسے ائمہ اربعہ ہیں۔

۲- مجتہدین فی المذہب :

یہ صرف اصول میں امام کے تابع ہوتے ہیں اور ادلہ اربع سے فروع کے استخراج پر قدرت رکھتے ہیں۔ اور مسائل فرعیہ میں بعض جگہ امام کی مخالفت بھی کرتے ہیں جیسے اصحاب ابی حنیفہ وغیرہ ہم۔

۳۔۔مجتہدین فی المسائل : یہ اصول و فرع میں امام کے تابع ہوتے ہیں۔ اور جن مسائل میں امام سے کوئی روایت نہیں ہوتی۔ ان میں امام کے اصولوں کے مطابق استخراج کرتے ہیں۔

۴۔اصحاب ترجیح :

یہ بعض روایتوں کو دوسری بعض روایتوں پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جیسے ابوالحسن قدوری، اور صاحب ہدایہ۔

۵۔۔اصحاب تخریج :

انہیں اجتہاد پر بالکل قدرت نہیں ہوتی لیکن اصول اور اسکے ماخذ پر مکمل عبور ہوتا ہے اس لئے یہ قول مجمل کی تفصیل پر قدرت رکھتے ہیں ۔ جیسے ابوبکر رازی، جصاص، اور کرخی وغیرہم۔

۶۔۔ممیّزین :

یہ وہ لوگ ہیں جو روایات میں سے صحیح، اصح، قوی، ضعیف اور ظواہر و نوادر وغیرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اور ان میں روایات کو باہم متمیز کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جیسے صاحب کنز اور صاحب وقایہ وغیرہما۔

۷۔۔محض مقلدین : یعنی وہ لوگ جنہیں امور مذکورہ میں سے کسی پر قدرت نہیں ہوتی (ماخوذ از عقد رسم المفتی للشامی ص ۴ تا ۵)

طبقات فقہا کی روشنی میں امام احمد رضا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ میں پہلے چھ طبقوں میں سے ہر طبقہ کی بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت میں مجتہدین فی المسائل کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ آپ کے زمانہ میں ایسے نئے مسائل پیدا ہوئے جن پر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت موجود نہ تھی۔ آپ نے اصول و فروع میں اتباع امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج کیا، فتاویٰ رضویہ کی گیارہ مطبوعہ جلدوں میں اس کی بکثرت امثلہ موجود ہیں۔

امام احمد رضا کی فقہی تحقیقات

آپ کی فقہی تحقیقات مختلف انواع پر منقسم ہیں۔۔ بعض مسائل میں آپ نے فقہاء متقدمین کی عبارتوں میں اضطراب کو رفع کرکے تطبیق بین الاقوال فرمائی ہے۔ بعض مواقع پر جو گوشے متقدمین کی نظروں سے مخفی رہ گئے ہیں۔ انہیں اجاگر کرکے حق کو آشکارا کیا ہے۔ معاصر فقہا میں جن حضرات نے فقہی مسائل میں لغزشیں کھائیں ہیں ان پر ان گنت وجوہ متنبہ کیا ہے۔ ذیل میں امام احمد رضا و دیگر فقہاء متقدمین اور بعض معاصرین کے درمیان موازنہ پیش کیا جاتا ہے۔

علامہ سید طحطاوی اور امام احمد رضا

فقہاء کرام کا ضابطہ ہے کہ جو چیز بیماری کے سبب جسم سے خارج ہو۔ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے۔

"وکذا کل ما یخرج من وجع ولو من اذن او ثدی او سرة"

"نواقض وضو میں سے ہر وہ شئی ہے (جو) کسی بیماری کے سبب سے خارج ہو۔ اگرچہ کان، پستان، یا ناف سے ہی خارج ہو"

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا کہ زکام سے وضو نہیں ٹوٹتا اور سید احمد طحطاوی پر یہ بات مخفی رہ گئی کہ فقہاء کا مذکورہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ہے کہ جب بیماری کے سبب سے جو چیز بدن سے خارج ہوئی اس میں خون یا پیپ کی آمیزش کا شائبہ ہو۔ چنانچہ منیہ، غنیہ، حلیہ، تحفہ کافی، بحرالرائق، تبیین الحقائق، خلاصہ و جیز، فتح القدیر، وغیرہا کتب فقہ میں اس تقیید پر تصریح موجود ہے۔ قاعدہ مذکورہ کی وضاحت کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے زکام سے وضو نہ ٹوٹنے پر دو مستقل دلیلیں ارقام فرمائیں۔ ہم ان کی تلخیص ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

۱۔۔ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ بلغمی رطوبات خواہ دماغ سے نازل ہوں، یا پیٹ سے صادر ہوں طاہر ہیں۔ ان کا خروج ناقض وضو نہیں ہے اور زکام میں ناک کے راستے سے بلغمی رطوبات کا اخراج ہوتا ہے پس ان کا خروج نقض وضو کا سبب نہیں ہے۔

۲۔۔ فقہاء کرام کا قاعدہ ہے کہ نجاست کا خروج موجب حدث ہے اور جو نجس بالخروج نہ ہو۔ وہ حدث نہیں ہے اور زکام کی رطوبت چونکہ نجس بالخروج نہیں ہیں اس لئے وہ موجب حدث نہیں ہیں۔

(خلاصہ فتاویٰ رضویہ (قدیم) ج اول ص ۳۴ اور ص ۴۰)

علامہ شامی اور امام احمد رضا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارک میں اذان دی ہے یا کہ نہیں' بعض علما نے کہا کہ آپ نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔ کیوں کہ امام ترمذی کی روایت سے اسی طرح ثابت ہے اور بعض علماء نے اس استدلال کو رد کر دیا۔ کیوں کہ طریق ترمذی سے امام احمد نے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا تھا۔ پس روایت ترمذی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اذان کا اسناد الی السبب کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا آپ کا اذان دینا ثابت نہ ہوا۔ چنانچہ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں :

"........اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے؟ اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دوران سفر (ایک مرتبہ) خود اذان دی اور صحابہ کو نماز پڑھائی۔ امام نووی نے اس پر جزم کرتے ہوئے اسے قوی قرار دیا لیکن اسی طریق سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان کہی' اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت ترمذی میں اختصار ہے اور ان کے قول "اَذِّنْ" کا معنی یہ ہے کہ آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا (اور خود اذان نہیں فرمائی)۔"

(فتاویٰ رضویہ (جدید) مطبوعہ لاہور' ج ۵ ص ۳۷۴)

اس مقام پر علامہ شامی نے علامہ علی قاری اور دوسرے علماء کی طرح اس پر جزم کیا کہ حضور ﷺ نے اذان نہیں دی اور ترمذی کی روایت میں اسناد مجازی ہے لیکن اعلیٰ حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ حضور ﷺ نے سفر میں ایک مرتبہ اذان دی ہے۔ اور اس کو اسناد مجازی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ امام ابن حجر مکی سے ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی۔ اور اذان کے تشہد میں فرمایا اشھد انی رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور نص مفسر ہے کہ جو کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتی کیوں کہ اگر آپ نے اذان خود نہ فرمائی ہوتی تو اشھد انی رسول اللہ کی بجائے اشھد ان محمداً رسول اللہ کے الفاظ وارد ہوتے۔ اور علامہ شامی نے خود ص ۲۷۶ ج ۱ پر تحفہ کی اس روایت کو ذکر کرکے اس کی صحت کو بیان کیا ہے۔

مولانا عبد الحی لکھنوی اور امام احمد رضا

علماء احناف کے نزدیک سود کے تحقق کے لئے اتحاد قدر و جنس شرط ہے یعنی دو چیزیں بکیل جب پیمانہ یا وزن میں برابر ہوں' اور ان کی جنس ایک ہو تو ان میں تفاضل حرام ہے

اور جو چیزیں یا موزون کے قبیل سے نہ ہوں بلکہ عددی ہوں مثلاً انڈے یا پیسے تو ان میں تفاضل جائز ہے کیوں کہ ان میں سود کی علت یعنی قدر مذکور محقق نہیں ہے۔ بنا بریں نوٹ بھی چونکہ فلوس (پیسوں) کی طرح عددی ہے۔ لہٰذا اس میں بھی تفاضل جائز قرار پایا۔ مولانا عبد الحی لکھنوی اس اصول سے تو متفق ہیں کہ عددی چیزوں میں سود نہیں ہوتا۔ چنانچہ فلوس (پیسوں) میں وہ کہتے ہیں کہ تفاضل جائز ہے لیکن نوٹ میں ان کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ نوٹ میں تفاضل حرام ہے اور سود خالص ہے چنانچہ انہوں نے نوٹ میں سود کے تحقق پر ایک فتویٰ تحریر کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے جب یہ فتویٰ آیا تو آپ نے اس فتوے کو ۱۲۰ وجوہ سے رد کر دیا۔ مولوی عبد الحی صاحب کا فتویٰ ان کے مجموعہ فتاویٰ کے ج ۲ ص ۲۶ پر ہے۔ جب کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی شہرہ آفاق کتاب کفل الفقیہ.... میں ۱۲۰ وجوہ سے رد کرکے اس قول کا بطلان ثابت کیا ہے اس کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کا فقہی تدبر زیادہ واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اور امام احمد رضا

مولوی رشید احمد گنگوھی کی تحقیق یہ ہے کہ نوٹ اس سونے چاندی کی رسید ہے جو حکومت کے پاس محفوظ ہے اور یہ نوٹ سونا چاندی بھی ہے۔ نیز نوٹ پر زکوۃ واجب ہے کیوں کہ یہ مبیع نہیں ہے اپنی اس تحقیق کو گنگوہی صاحب نے ایک فتویٰ میں بیان کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی اس تحقیق کا بیس وجوہ سے رد کیا ہے ہم قارئین کی ضیافت کے لئے مولوی رشید احمد گنگوھی کا فتویٰ اور اس پر اعلیٰ حضرت کے کلام کا کچھ حصہ پیش کرتے ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوھی صاحب لکھتے ہیں۔

"نوٹ وثیقہ اوس روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے۔ مثل تمسک کے اس واسطے نوٹ پر نقصان آجاوے۔ تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں۔ اور اگر گم ہو جاوے بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ مبیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا دنیا میں کوئی مبیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے نقصان یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکیں پس اس تحریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے فلوس مبیع ہے اور نوٹ نقدین۔ ان میں زکوۃ نہیں۔ اگر بہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے اور اس پر زکوۃ ہو گی اکثر لوگوں کو شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ کو مبیع سمجھ رہے ہیں۔ یہ غلطی ہے فقط بندہ رشید احمد گنگوھی

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۹، ج ۲)

اعلیٰ حضرت نے اس فتویٰ پر جو کلام کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اولاً نوٹ کو رسید قرار دینا بداہتہً باطل ہے کیوں کہ رسید کسی معین شخص یا ادارہ کی طرف سے کسی معین شخص یا ادارے کے لئے ہوتی ہے مثلاً زید نے مال کی رسید دی ہے تو اب اس رسید کی رو سے صرف مال دینے کا ذمہ دار ہے' نا کہ ہر کس و نا کس جس کو بھی رسید دی جائے وہ اس رسید پر مال ادا کر دے۔ بخلاف نوٹ کے کہ ہر ملک' ہر شہر' ہر قصبہ و دیہات میں اس کے عوض اس کی مالیت کے مطابق رائج سکہ مل جائے گا۔ جس طرح مال کی ہر جگہ قیمت لگتی ہے۔ اسی طرح نوٹ کی ہر جگہ قیمت لگتی ہے۔ معلوم ہوا کہ نوٹ مال کی رسید نہیں۔ بلکہ خود مال متقوم ہے بیچا اور خریدا جاسکتا ہے۔

ثانیًا یہ فتویٰ خود متناقض بنفسہ ہے۔ کیوں کہ پہلے کہا کہ یہ نقدین (سونا چاندی) کی رسید ہے چند سطر بعد کہا کہ یہ خود نقدین ہے ثالثًا نوٹ کو تمسک قرار دیا اور اس پر زکوۃ بھی لازم کر دی۔ حالانکہ زکوۃ مال پر ہوئی اور تمسک مال نہیں ہے۔

رابعًا نوٹ کے مبیع نہ ہونے پر زکوۃ کی بنا کی ہے گویا مبیع پر زکوۃ نہیں ہوتی فلہذا وہ تمام تجار جن کے پاس لاکھوں روپے کا بکاؤ مال ہوتا ہے زکوۃ سے مستثنیٰ ہو گئے۔

خامسا کاغذ کو مبیع ہونے کے منافی قرار دیا۔ کیا کاغذ کی دنیا میں خرید و فروخت نہیں ہوتی یا مولوی صاحب کے گاؤں میں ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ کاغذ بھی بکتا ہے۔

(ماخوذ از کفل الفقیہ...... ص ۱۲۳ تا ۱۳۳)

مولوی اشرف علی تھانوی اور امام احمد رضا

اشرف علی تھانوی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ جس طرح اذان میں نام مقدس پر انگوٹھے چومے جاتے ہیں کیا اس طرح اقامت میں بھی نام اقدس پر انگوٹھے چومنا جائز ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اقامت تو بجائے خود اذان میں بھی انگوٹھے چومنا جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کو تیس سے زائد وجوہ سے رد کیا ہم ذیل میں تھانوی صاحب کا فتویٰ اور اس پر اعلیٰ حضرت کے تعاقب کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔

فتویٰ :

اول تو اذان ہی میں انگوٹھا چومنا جائز کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں۔

وذکر ذلک الجراحی و اطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا الشی انتھی
(شامی ج ا ص ۲۶۷) مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں۔ پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت اور بے اصل ہے۔ اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے۔ یہ عبارت شامی کی ہے۔ **ونقل بعضھم ان القھستانی ھامش نسختہ ان ھذا مختص بالاذان و اما فی الاقامتہ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام۔**
ص ۲۶۷ ج ا (فتاویٰ امدادیہ ص ۵۷ ج ۴)
اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا تعاقب ملاحظہ فرمایئے۔
(ا) تقبیل ابہامین حدیث موقوف سے ثابت ہے اور اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث وارد نہیں۔ اور جب تقبیل ابہامین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو یہ عمل کے لئے کافی ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے۔
۲۔ صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ لینا جیسا کہ تھانوی صاحب نے اس فتویٰ میں کہا کہ تقبیل فی الاذان کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔ فن حدیث سے جہالت پر مبنی ہے کتب رجال میں جا بجا مذکور ہے۔ **یعتبر** بہ ولا **یحتج** بہ اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالا جماع کافی ہیں۔ اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔
۳۔۔تھانوی صاحب نے اذان میں انگوٹھے چومنے کو بدعت قرار دیا حالانکہ جس جگہ کی عبارت نقل کی ہے اس سے متصل شامی نے بیان کیا کہ اذان میں انگوٹھے چومنا مستحب ہے اور استحباب کو قہستانی نے فتاویٰ صوفیہ اور کنز العباد سے نقل کیا۔ ملاحظہ ہو۔
ترجمہ : "جب اذان میں پہلی بار **اشھد ان محمدًا رسول اللہ** سنے تو کہے **صلی اللہ علیک یا رسول اللہ** اور جب دوسری بار سنے تو کہے قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ! پھر دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھنے کے بعد کہے۔ اللھم متعنی بالسمع والبصر پس اس شخص کی نبی علیہ السلام جنت میں قیادت فرمائیں گے اسی طرح کنز العباد قہستانی (اور فتاویٰ .....) میں ہے۔
اس عبارت کو تھانوی صاحب گول کر گئے۔ تاکہ اذان میں انگوٹھے چومنے کو بدعت قرار دینے کا جواز پیدا ہو سکے۔ اور قہستانی کی وہ مجہول نقل ذکر کردی۔
جس میں انہوں نے یہ ذکر کیا کہ مجھے اقامت میں انگوٹھے چومنے کی روایت نہیں ملی۔
۴۔۔تھانوی صاحب نے سلب کلی کر دیا۔ کہ اذان میں تقبیل کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں حالانکہ ایک ہزار سے زیادہ کتب میں یہ روایت موجود ہے۔

۵۔ قہستانی کی نقل مجہول ہے اور خود شامی نے ص ۵۱۲ ج ۲ پر تصریح کی ہے۔ نقل مجہول مقبول نہیں ہوتی لا یکفی فی النقل لجھالتہ۔

۶۔علی التنزل اگر اس نقل کو قبول بھی کر لیا جائے تو یہ نفی روایت ہے۔ روایت نفی تو نہیں ہے اور تھانوی صاحب کو غالبا یہ معلوم نہیں کہ نفی ثابت کرنے کے لئے روایت نفی کی ضرورت ہے۔ نفی روایت کی نہیں۔

۷۔۔ کسی فعل کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس فعل پر نہیں خاص موجود ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

ترجمہ : "بغیر نہی خاص کے کوئی فعل مکروہ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لئے دلیل خاص ضروری ہے۔"

(رد المحتار ج ۱ ص ۶۸۶)

پس اقامت میں تقبیل سے روکنے کے لئے "نہیں بالخصوص" ضروری ہے۔ ....

محض ثبوت کی روایت کا نہ ملنا اس کی کراہت کے لئے کافی نہیں۔

خلاصتہ الکلام یہ ہے کہ اذان میں تقبیل مذکور ثابت ہے۔ اور اقامت میں جائز اور مستحسن ہے۔ جائز اس لئے ہے کہ اس کی نفی ثابت نہیں ہے۔ اور مستحسن اس وجہ سے ہے کہ تعظیم رسول کا ایک فرد ہے اور تعظیم رسول کم از کم مستحسن ہے۔

(محصلہ فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۸۳ تا ۴۹۶)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور امام احمد رضا

مولوی خلیل انبیٹھوی نے براہین قاطعہ مصدقہ گنگوھی میں سنت اور بدعت کا ایک فقہی ضابطہ بڑے فخر کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی ضابطہ کا کئی وجہ سے احتساب کیا ہے۔ ہم انبیٹھوی صاحب کا ضابطہ بیان کرنے کی بعد اعلیٰ حضرت کے احتساب کا خلاصہ پیش کریں گے۔

مولوی انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں۔

"حاصل یہ ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو۔ خواہ وہ جزئیہ بوجوہ خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا یا نہ ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجوہ شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں، تو خواہ ان قرون میں بوجود خارجی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالتہ ہے۔ اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا

ضروری ہے۔ مولف اور اس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہ سونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃ رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاید ہدایت حاصل ہو۔"

(ملخصا براہین قاطعہ ص ۲۸ تا ص ۲۹)

امام احمد رضا کا تعاقب

مولوی انبیٹھوی صاحب نے اپنے اس کلام میں جواز شرعی کی دلیل کے وجود و عدم کا سنت و بدعت میں حصر عقلی کر دیا۔ پس استجباب اباحت اور کراہت تنزیہی ان تمام احکام کی نفی ہو گئی کیوں کہ جس امر کے وجود کی دلیل شرعی پائی گئی وہ سنت ہے۔ استجباب اور اباحت کے ثبوت کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ اور جس امر کے جواز کی دلیل شرعی نہ پائی گئی ہو وہ بدعت و ضلالت ہو گا۔ پس کراہت تنزیہی کا رفع ہو گیا۔

(محصلہ فتاوئ رضویہ ج ۲ ص ۴۵۸ تا ۴۵۹)

امام احمد رضا کا فقہی مقام

جن امور کو اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت میں اصولیین، فقہا اور متصوفین تینوں کی تعریفات کے اعتبار سے فقہ کی معنویت پائی جاتی ہے طبقات فقہا کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت کا موازنہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ قواعد شرعیہ وضع کرنے کی وجہ سے آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی ائمہ اربعہ کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ غیر منصوص مسائل کو قواعد امام سے استخراج کرنے کی وجہ سے طبقہ ثانیہ میں نظر آتے ہیں نیز اصول و فروع میں امام کے تابع ہونے کے باوجود جصاص اور طحاوی کی طرح طبقہ ثالثہ میں قدم راسخ رکھتے ہیں۔ روایات میں ترجیح اور تفصیل کے سبب سے طبقہ رابعہ اور خامسہ کے فقہا سے کسی طرح کم نہیں۔ فقہ کا کوئی باب ایسا نہیں جس میں فقہائے سابقین کی تصریحات سے زیادہ مسائل متفرع نہ کئے ہوں بلکہ جو امور متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے۔ انہیں انتہائی لطافت کے ساتھ واضح کر کے دلائل و براہین سے مزین کیا۔ معاصرین فقہا کی غلطیوں پر انہیں ان گنت وجوہ سے متنبہ فرمایا۔ فقہی مباحثہ میں جو طبیعیات و ریاضی کے مسائل آگئے تو ان پر ایسے اچھوتے انداز میں بحث کی ہے کہ فارابی و شیخ بھی دبے ہوئے نظر آتے ہیں انصاف اور دیانت کی نظر سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فقہ میں وہ مقام حاصل کیا جس کی نظیر صدیوں پیچھے نہیں ملتی۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے ملفوظات

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد

(نائب شیخ الجامعہ، جامعہ اردو، علی گڑھ

سابق صدر، شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

اردو میں شائع شدہ مشہور ملفوظات کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے ملفوظاتی ادب میں بہت اہم حیثیت مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات کی ہے جنھیں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خان قادری بریلوی برکاتی نوری نے ۱۳۳۸ھ میں مرتب فرمایا۔ یہ ملفوظات اس جلیل القدر عالم کے ہیں جو تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد و کلام، صرف و نحو، معانی و بیان و بدیع، منطق و فلسفہ، تکسیر و ہیئت و توقیت، حساب و ہندسہ، تصوف و سلوک، ادب و اخلاق، سیر و تاریخ، جبر و مقابلہ، زیجات و مربعات وغیرہ کوئی پچاس علوم و فنون کے ماہر تھے۔ ایسی جامع ہستی ہمیں اس عہد میں کوئی اور نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ملفوظات، معلومات کا سرچشمہ ثابت ہوئے ہیں۔ اور تشنگان علم برابر مستفید ہو رہے ہیں۔ یہ ملفوظات دو سال کے کچھ مہینوں ہی کے قلم بند کئے جا سکے اگر ۸۔ ۱۰ سال کے بھی ملفوظات مرتب کیے جاتے تو اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اسکی جلدیں علوم و فنون کی مختصر سی دائرۃ المعارف بن جاتیں۔

جامع ملفوظات مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمتہ تمہید میں فرماتے ہیں :

"اہل اللہ کی زندگی اللہ تبارک تعالیٰ کی ایک اعلیٰ نعمت ہے۔ انھیں نفوس طیبہ سے لا عقدہ مالاینحل چٹکی بجاتے حل ہوتے ہیں۔ جنھیں کبھی بھی ناخن تدبیر نہ کھول سکے۔ جس سے کیسا ہی مدبر ہو حیران رہ جائے، کچھ نہ بول سکے، جسے میزان عقل میں کوئی نہ تول سکے۔ ان کی صورت، ان کی سیرت، ان کی گفتار، ان کی پرورش، ان کی ہر ادا، ان کا ہر کردار اسرار پروردگار عز مجدہ کا ایک بہترین مرقع اور بولتی ہوئی تصویر ہے کہ یہ انفاس نفیسہ صفات قدسیہ ہوتے ہیں، مگر **بفحوائے کل شئی ھالک الا وجھہ** اور **کل من علیھا فان** دوام کسی کے لئے نہیں، ایک دن سب کو فنا ہے، اسی لیے اسلاف کرام رحمتہ اللہ علیہم نے ایسے انفاس قدسیہ کے حالات مبارکہ و مکاتیب طیبہ و ملفوظات طاہرہ جمع فرمائے یا اس کا اذن دیا کہ ان کا نفع قیامت تک عام ہو جائے، اور صرف ہم ہی مستفید و محظوظ ہوں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھائیں، اور پھر وہ بھی یوہیں اپنے اخلاف کے لئے پند و نصائح و وصایا، اذکار عشق و محبت، مسائل شریعت و طریقت کے مجموعے، معرفت و حقیقت کے گنجینے کو اپنے پچھلوں کے لئے چھوڑ جائیں، اور یہ سلسلہ یونہی قیامت تک جاری رہے سچ ہے :

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :

الصحبتہ موثرۃ، صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی، اور پھر اچھوں کی صحبت اور وہ بھی کون جنہیں سید العلماء کہیں تو حق ادا نہ ہو، جنھیں تاج العرفا کہیں تو بجا، جنھیں مجدد وقت امام اولیاء سے تعبیر کریں تو صحیح، جنھیں حرمین طیبین کے علماء کرام نے مدارح جلیلہ سے سراہا، ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، انھیں اپنا شیخ طریقت بنایا اور ان سے سندیں لیں، اجازتیں لیں، انھیں اپنا استاد مانا —۔ پھر ایسے کی صحبت کیسی بابرکت صحبت ہوگی۔.... غرض میری جان ان کے پاک قدموں پر قربان جب سے یہ قدم پکڑے آنکھیں کھلیں، اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کی بافیض صحبت میں زیادہ رہنا اختیار کیا۔ یہاں جو یہ دیکھا کہ شریعت و طریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مدتوں غور و خوض کامل کے بعد بھی ہماری کیا بساط، بڑے بڑے سر ٹیک کر رہ جائیں۔ فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف **انا لا ادری** کا دم بھریں، وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرما دیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا اشکال ہی نہ تھا، اور وہ دقائق و نکات مذہب و ملت جو ایک چیستان اور معما ہوں جن کا حل دشوار

سے زیادہ دشوار ہو یہاں منٹوں میں حل فرما دیئے جائیں' تو خیال ہوا کہ یہ جواہر عالیہ و زواہر غالیہ یوہیں بکھرے رہے تو اس قدر مفید نہیں جتنا انھیں سلک تحریر میں نظم کر لینے کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود ہی مستفع ہونا یا زیادہ سے زیادہ ان کا نفع حاضریا شان دربار عالی ہی کو پہنچنا باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں' ان کا نفع جسقدر عام ہو اتنا ہی بھلا ' لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق جمع ہو۔

مگر یہ کام مجھ سے بے بضاعت اور عدیم الفرصت کی بساط سے کہیں سوا تھا اور گویا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا تھا اس لیے بار بار ہمت کرتا اور بیٹھ جاتا۔ میری حالت اس وقت اس شخص کی سی تھی جو کہیں جانے کے ارادے سے کھڑا ہو مگر مذبذب ہو' ایک قدم آگے ڈالتا دوسرا پیچھے ہٹا لیتا ہو' مگر دل جو بے چین تھا کسی طرح قرار نہ لیتا تھا' آخر "**السعی منی والا تمام من اللہ**" کہتا کمر ہمت چست کرتا اور **حسبنا اللہ و نعم الوکیل** پڑھتا ان جواہر نفیسہ کا ایک خوشنما ہار تیار کرنا شروع کیا"۔

حضرت ذو النون رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص و عوام سب نے قبول کیا' دوبارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے قبول کیا عوام نے نہ مانا۔ سہ بارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جو خواص و عوام کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ یہاں سفر سے سیر اقدام مراد نہیں بلکہ سیر قلب ہے۔

حضرت شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ ادنی درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو ان کی تصدیق نہ کرتا۔ نیز حدیث میں ہے : "صبح کر اس حالت میں کہ تو خود عالم ہو یا علم سیکھتا ہو یا عالم کی باتیں سنتا ہے' یا ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے' اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔"

☆ "تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب بجز سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہوا ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کئے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے' یہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اس سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔

اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے یہ حکایت سنائی

☆ تین قلندر محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا۔ خدام کو لانے کا حکم فرمایا۔ خادم نے جو کچھ اس وقت موجود تھا ان کے سامنے رکھا۔ ان

میں سے ایک نے وہ کھانا اٹھا کر پھینک دیا اور کہا اچھا کھانا لاؤ' حضرت نے خدام کو اس سے اچھا لانے کا حکم فرمایا۔ خادم پہلے سے اچھا لایا' انھوں نے پھر پھینک دیا۔ حضرت نے اور اچھے کا حکم دیا۔ انھوں نے اس بار بھی پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا۔ اس پر اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا تھا جو تم نے راستے میں کھایا۔ یہ سنتے ہی قلندر کا حال متغیر ہوا' قدموں میں گرا حضور نے اس کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا عطا فرما دیا۔ اس وقت وہ وجد میں رقص کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ میرے مرشد نے مجھے نعمت عطا فرمائی۔ حاضرین نے کہا : بے وقوف ! جو کچھ تجھے ملا وہ حضرت ہی کا عطا کیا ہوا ہے یہاں تک تو تو بالکل خالی آیا تھا۔ کہا بے وقوف تم ہو' اگر میرے مرشد نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور کیوں نظر فرماتے۔ یہ اسی نظر کا ذریعہ ہے۔ اس پر حضرت نے کہا یہ سچ کہتا ہے اور فرمایا بھائیو مرید ہونا اس سے سیکھو۔"

☆ فرمایا :

"آدمی کو اپنی حالت کا لحاظ ضرور' نہ اپنے کو بھولے نہ ستائش مردم پر پھولے۔ اپنے نفس کا علم تو حضوری ضروری ہے۔ علما نے ابن تیمیہ کے بارے میں لکھا ہے **علمہ اکبر من عقلہ۔** اس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے۔ پھر فرمایا : علم نافع وہ جس کے ساتھ فقاہت ہو"۔

☆ "تاریخ کی ابتدا و انتہا میں چار طریقے ہیں۔ ایک طریقہ نصاریٰ کا کہ ان کے یہاں نصف شب سے نصف شب تک تاریخ کا شمار ہے۔ دوسرا ہنود کا طلوع آفتاب سے طلوع آفتاب تک تیسرا طریقہ فلاسفہ یونان کا ہے نصف النہار سے نصف النہار تک۔ علم ہیئت میں یہی ماخوذ ہے۔ چوتھا طریقہ مسلمانوں کا (غروب آفتاب سے) غروب آفتاب تک' اور یہی عقل سلیم پسند کرتی ہے کہ ظلمت نور سے پہلے ہے۔"(ج ا ص ۱۹)

☆ تاریخی نام تجویز کیے جانے پر ارشاد فرمایا :

"تاریخی نام سے کیا فائدہ۔ نام وہ ہوں جن کے احادیث میں فضائل آئے ہیں۔ میرے اور میرے بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے میں نے سب کا نام محمد رکھا۔ یہ اور بات ہے کہ یہی نام تاریخی بھی ہو جائے۔ حامد رضا خاں کا نام محمد ہے اور ان کی ولادت ۹۲ھ (۱۲۹۲ھ) میں ہوئی اور اس نام مبارک کے عدد بھی بانوے ہیں۔ ایک دقت تاریخی نام میں یہ ہے کہ اسماء حسنیٰ سے ایک یا دو جن کے اعداد موافق عدد نام قاری ہوں عدد نام دو چند کرکے اگر پڑھے جاتے ہیں تو وہ قاری کو اسم اعظم کا فائدہ دیتے ہیں۔ تاریخی نام سے تعداد

بہت زیادہ ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کسی کی ولادت اس ۱۳۲۹ھ میں ہوئی تو اس کے مطابق عدد اسماء حسنیٰ ۲۶۵۸ بار پڑھے جائیں گے اور محمد نام ہوتا تو ۱۸۴ بار۔ پھر آپ نے اس نام اقدس کے فضائل میں چند حدیثیں ذکر فرمائیں۔"

☆ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا حمد اللہ پیشاوری اور مولانا حکیم امیر علی شریک طعام تھے۔ بریلی کے پانی کی نفاست پر ارشاد فرمایا :

"میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا۔ خدام کرام حاضرین بارگاہ کے لیے زورقوں (برتنوں) میں پانی بھر کر رکھتے ہیں، گرمی کے موسم میں اس شہر کریم کی ٹھنڈی نسیمیں اتنا سرد کردیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس اعلیٰ درجے پر ہیں۔ ایک صفت یہ کہ ہلکا ہو اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ اگر خنکی نہ ہو تو اس کا اترنا بالکل معلوم نہ ہو۔ دوسری صفت شرینی۔ وہ پانی اعلیٰ درجے کا شیریں ہے ایسا شریں میں نے کہیں نہ پایا۔ تیسری خنکی یہ بھی اس میں اعلیٰ درجے پر ہے۔"

☆ "نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز نہیں حاصل ہوسکتے۔ جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہوجائیں۔"

☆ درود شریف کی کثرت شب میں اور سوتے وقت کے علاوہ ہر وقت تکثیر رکھے۔ حصول زیارت اقدس کے لیے اس سے بہتر صیغہ نہیں، مگر خالص شان اقدس کے لیے پڑھے۔ اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو۔ آگے ان کا کرم بے حد و انتہا :

فراق و وصل چہ خواہی رضائی دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائی

☆ "ایک صاحب سادات کرام سے اکثر میرے پاس تشریف لاتے اور غربت و افلاس کے شاکی رہتے۔ ایک مرتبہ بہت پریشان آئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ جس عورت کو باپ نے طلاق دے دی ہو کیا وہ بیٹے کو حلال ہوسکتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جن کی آپ اولاد میں ہیں، تنہائی میں اپنے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا : "اے دنیا کسی اور کو دھوکا دے۔ میں نے تجھے وہ طلاق دی جس میں کبھی رجعت نہیں"۔ پھر سادات کرام کا افلاس کیا تعجب کی بات ہے۔ سید صاحب نے فرمایا : واللہ میری تسکین ہوگئی۔ وہ اب زندہ موجود ہیں، اس روز سے کبھی شاکی نہیں ہوئے۔"

☆ "حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھارہا ہے' کھاتے ہوئے دفعتہ رونے لگا۔ وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہے اور فرشتے اسے لیے جاتے ہیں۔ اس شہر میں یہ لڑکا کشف میں مشہور تھا۔ حضرت شیخ اکبر کے پاس کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا۔ آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصال ثواب کردیا۔ فوراً وہ لڑکا ہنسا۔ آپ نے ہنسنے کا سبب دریافت کیا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ حضور میں نے ابھی دیکھا میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لیے جارہے ہیں۔

شیخ ارشاد فرماتے ہیں اس حدیث کی تصحیح مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے" (۱/۱۰۰)

☆ "ہارون الرشید نے مامون کی تعلیم کے لیے امام کسائی سے عرض کیا۔ فرمایا میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا' شہزادہ میرے مکان پر آجایا کرے۔ ہارون نے عرض کی وہ وہیں حاضر ہوجایا کرے گا' مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا یہ بھی نہ ہو گا بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہو گا۔ مامون نے پڑھنا شروع کیا۔ ایک دن ہارون رشید کا گزر ہوا' دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضبناک ہوکر اترا اور مامون کے کوڑا مارا اور کہا او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لیے دیئے ہیں۔ ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو"۔(۱/۱۰۷)

☆ "ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابومعاویہ خزیر کی دعوت کی۔ وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب آفتابہ اور چلمچی ہاتھ دھونے کے لیے لائی گئی تو آفتابہ خود لے کر ان کے ہاتھ دھلائے اور کہا آپ نے جانا کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ کہا نہیں۔ کہا ہارون۔ کہا جیسی آپ نے علم کی عزت کی ایسی اللہ آپ کی عزت کرے ہارون نے کہا' اسی دعا کے حاصل کرنے کے لیے یہ کیا تھا۔" (۱/۱۰۷)

☆ اس سوال پر کہ زمانہ صحابہ میں قرآن عظیم کے یہ (۳۰) پارے ہوگئے تھے؟ آپ نے ارشاد فرمایا :

"امام سیوطی نے کتاب الاتقان میں جس قدر احادیث و روایات و اقوال قرآن عظیم کے ایسے امور کے متعلق ہیں جمع فرمائے ہیں اس میں پاروں کا کہیں ذکر نہیں' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے وقت تک یہ تقسیم نہ تھی۔ ہاں رکوع جاری ہوئے آٹھ سو برس ہوئے۔ مشائخ کرام نے الحمد شریف کے بعد ۵۴۰ رکوع رکھے کہ تراویح کی ہر رکعت میں ایک رکوع

پڑھے تو ۲۷ ویں شب میں شب قدر ختم ہو۔"

☆ "ایک بار (حضرت سیدی محمد گیسودراز قدس سرہ) سر راہ بیٹھے تھے' حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلی رحمتہ اللہ علیہ کی سواری نکلی۔ انھوں نے اٹھ کر زانوے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا سید اور نیچے بوسہ دو' انھوں نے پاؤں مبارک پر بوسہ لیا' فرمایا سید اور نیچے۔ انھوں نے گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا' حضرت نے فرمایا اور نیچے۔ انھوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید' اتنے بڑے عالم نے زانو پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے دینے کا حکم فرمایا۔ انھوں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا' اور نیچے کو حکم فرمایا گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا' اور نیچے کو حکم فرمایا یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ حضرت گیسودراز نے سنا تو فرمایا : لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرمادیا۔ جب میں نے زانوے مبارک پر بوسہ دیا عالم ناسوت منکشف ہوگیا' جب پائے اقدس پر بوسہ دیا عالم الملکوت منکشف ہوا۔ جب گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا' جب زمین پر بوسہ دیا لاہوت کا انکشاف ہوگیا۔" (۲/۹۲)

☆ "ایک روز مولانا حسنین رضا خاں صاحب برائے جواب کچھ استفتا سنا رہے تھے اور جواب لکھ رہے تھ۔ ایک کارڈ پر اسم جلالت لکھ گئے' اس پر ارشاد فرمایا :

یاد رکھو کہ میں کبھی تین چیزیں کارڈ پر نہیں لکھتا۔ اسم جلالت اللہ' اور محمد اور احمد اور نہ کوئی آیتہ کریمہ مثلاً اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا ہیں تو یوں لکھتا ہوں' "حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام" یا اسم جلالت کی جگہ "مولی تعالیٰ"۔ (۱/۱۴۰)

☆ "امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں ان کا ایک شاگرد آیا' وہاں ایک جاہل ان پڑھ بیٹھا تھا۔ اس سے کہا تمہارا کیا مذہب ہے؟ کہا سنی۔ پوچھا اپنے دل میں اس مذہب کی طرف سے کچھ خدشہ پاتے ہو؟ کہا حاشاء للہ۔ جیسا مجھے دوپہر کے آفتاب پر یقین ہے' ایسا ہی مجھے اپنے مذہب پر ہے۔ امام کا شاگرد یہ سن کر اتنا رویا کہ کپڑے بھیگ گئے اور کہا میں اس وقت تک نہیں جانتا کہ کون سا مذہب حق ہے۔" (۴/۴)

☆ امام حارث محاسی نے بدمذہبوں کی رد میں ایک کتاب تصنیف کی اور وہ بدمذہبوں کی رد میں پہلی تصنیف تھی۔ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے کلام کرنا چھوڑ دیا۔ کہا مجھ سے (کیا) خطا ہوئی ہے' میں نے ان کا رد ہی تو کیا ہے۔ فرمایا کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم نے

جو کلام بدمذہبوں کا نقل کیا ہے، کسی کے دل میں جم جائے اور وہ گمراہ ہو جائے۔" (۴/۴)

☆ "اولیائے کرام فرماتے ہیں کشف و کرامت نہ دیکھ، استقامت دیکھ کہ شریعت کے ساتھ کیسا ہے۔ حضرت خواجہ شیخ بہاء الحق و الدین رضی اللہ عنہ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں۔ فرمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔" (۴/۱۴)

☆ "اسلام کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ مسلمانوں کے مغلوب ہونے سے اسلام کی مغلوبیت نہیں۔ اسلام جب مغلوب ہوتا کہ کفار کی حجت مسلمانوں کی حجت پر غالب آجاتی، ان کی حجت مغلوب ہے۔"

☆ "اعلیٰ حضرت کو اپنی قدم بوسی نہایت ناگوار گزرتی تھی۔ ایک بار آپ ایک صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کوئی مسئلہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اور صاحب نے یہ موقع قدم بوس کا اچھا سمجھا، قدم بوس ہوئے۔ فوراً چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور ارشاد فرمایا اس سے میرے قلب کو سخت اذیت ہوتی ہے۔ یوں تو ہر وقت قدم بوسی ناگوار ہوتی ہے مگر دو صورتوں میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ایک تو اس وقت کہ میں وظیفے میں ہوں، دوسرے جب میں مشغول ہوں اور غفلت میں کوئی قدم بوس ہو کہ اس وقت میں بول سکتا نہیں۔ ڈرتا ہوں خدا وہ دن نہ لائے کہ لوگوں کی قدم بوسی سے مجھے راحت ہو اور جو قدم بوسی نہ ہو تو تکلیف ہو۔ یہ ہلاکت ہے۔( )

☆ "بتذکرۂ اعداء و حاسدین ارشاد فرمایا : میری عمر اتنی گزری، لوگ میری مخالفت ہی کرتے رہے۔ ایک طرف کفار کا نرغہ، دوسری طرف حاسدین کا مجمع۔ مجھ سے بعض لوگوں نے کہا مجموعہ اعمال بھرا ہوا ہے، کوئی عمل کر لیجئے۔ میں نے کہا جنہوں نے یہ تلواریں مجھے دی ہیں انہی کا یہ حکم ہے کہ تلوار ہاتھ میں کبھی نہ لینا، ہمیشہ ڈھال سے ہی کام لینا۔" (۴/۵۹)

☆ "الحمد اللہ کہ میں نے "مال من حیث ہو مال" سے بھی محبت نہ رکھی، صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لیے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح "اولاد من حیث ہو اولاد" سے محبت نہیں، صرف اس سبب سے کہ صلہ رحم، عمل نیک ہے۔" (۴/۶۷)

☆ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں عقائد، عبادات، معاملات، تزکیہ نفس، تہذیب اخلاق، اصلاح

اعمال وغیرہ کے بارے میں جو رموز و اسرار ملتے ہیں۔ ان سے ایمان مضبوط ہوتا ہے اور دل روشن ہوتا ہے۔

☆ ملفوظات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو مختلف علوم پر کیسا تبحر حاصل تھا۔ حاضرین میں کسی نے کوئی سوال پوچھا' فوراً جواب دیا اور نہایت تشفی بخش۔ حافظہ ایسا غضب کا تھا کہ معلوم ہوتا تھا سارے معلومات مستحضر ہیں۔ استدلال کی ضرورت پڑی تو عبارت سنادی۔ فاجر کو برا کہنے کے بارے میں ایک حدیث کا ذکر آیا تو بغیر مراجعت کتب ارشاد فرمایا : یہ حدیث امام ابوبکر ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبہ اور امام ترمذی نے نوادر الاصول اور حاکم نے کتاب الکنی اور شیرازی نے کتاب الالقاب اور ابن عدی نے کامل اور طبرانی نے معجم کبیر' بیہقی نے سنن کبری اور خطیب نے تاریخ میں حضرت معویہ قشیری رضی اللہ عنہ اور خطیب نے رواۃ مالک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ خیال ہے کہ ان میں دو ایک کتاب اس زمانے میں غیر مطبوعہ رہی ہوں گی' اور شیرازی کی کتاب الالقاب کا کوئی اڈیشن تو اب بھی دیکھنے میں نہیں آیا ہے۔

ملفوظات حصہ دوم کی ابتداء میں سفر حرمین شریفین زاد اللہ شرفہما کا ذکر آگیا ہے۔ دیار حبیب کا ذکر اعلیٰ حضرت کا پسندیدہ اور محبوب موضوع تھا۔ اس سفر کے واقعات اس مبارک سرزمین پر گزرے ہوئے دنوں کی روداد کس شرح و بسط سے بیان کی ہے۔ یہ روداد ملفوظات کے چالیس صفحات میں آئی ہے۔

جہاں حیرت اعلیٰ حضرت کے خداداد حافظے اور ان کے استحضار علم پر ہوتی ہے وہیں جامع ملفوظات علیہ الرحمتہ کی بے پناہ صلاحیتوں پر بھی ہوتی ہے کہ کس خوبی سے انھوں نے یہ ملفوظات قلم بند کیے ہیں۔ انھوں نے افاضات رضویہ سنکر اس کا مفہوم ادا نہیں کیا' بلکہ جیسا کہ مجھے یقین ہے' اعلیٰ حضرت کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ملفوظات میں درج کیے ہیں۔ بعض قدیم و جدید ملفوظ نگاروں کی طرح اپنے شیخ کی باتیں حافظے میں محفوظ رکھ کر' یا مختصر سے اشارات لکھ کر پھر اپنے مستقر پر جاکر انھیں قلم بند نہیں کیا ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ارشاد گرامی کو سنتے رہے اور اسی وقت انھیں ضبط قلم کرتے گئے۔ یہ بھی مستبعد نہیں کہ ملفوظات سپرد قلم کرکے وہ اعلیٰ حضرت کے ملاحظے میں لے آتے ہیں کہ وہ ان پر ایک نظر ڈال کر ترمیم و تصیح فرمادیں۔ اگر الملفوظ کا مسودہ کہیں مل جائے تو اس سے اس خیال کی تائید ہوسکتی ہے۔

ملفوظات پر تاریخیں درج نہیں کہ کس روز اور کس تاریخ کو یہ گفتگو ہوئی اس بات کا

بھی التزام نہیں کہ اس وقت مجلس میں کون کون حضرات موجود تھے۔ ایک مقام پر فحوائے کلام سے ۱۳۳۶ھ کا سال مترشح ہوتا ہے اور دوسری جگہ ۱۸ رجب ۱۳۳۷ھ کا اندراج ملتا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یہ دینی و علمی مجلسیں عام طور پر بعد عصر منعقد ہوتی تھیں۔ حاضرین مجلس کا کہیں کہیں ذکر آگیا ہے مثلاً ایک روز (اعلیٰ حضرت) بعد نماز عصر مسجد سے تشریف لائے' اس وقت حاضرین میں مولانا امجد علی اعظمی بھی تھے(الملفوظ۱/۱۷)۔ آج حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمتہ اللہ علیہ مولانا حمد اللہ پیشاوری بھی دو لتکدہ اقدس پر مہمان ہیں۔ مولانا امجد علی بھی حاضر ہیں۔(۱/۲۹)

اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب مولانا مولوی ظفر الدین صاحب' مولوی احمد مختار میرٹھی صاحب' مولوی احمد علی صاحب' مولانا رحم الٰہی صاحب' اور مولانا امجد علی صاحب وغیرہ علماء کرام حاضر خدمت تھے۔(۱/۹۵)

ملفوظات کے جمع کرنے میں کسی قسم کی ترتیب مدنظر نہیں رکھی گئی کہ اصل مقصود مضامین کا منضبط کرنا تھا۔

ملفوظات میں جن اور حاضرین کرام کے نام مختلف مقامات پر آئے ہیں وہ یہ ہیں :

مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی' مولانا حسنین رضا خاں' حاجی کفایت اللہ' مولانا عبدالکریم رضوی' مولوی سعید احمد بن مولانا فتح محمد تائب لکھنوی' مولوی عبدالرحمن بہاری جے پوری' حاجی عبدالجبار' مولانا حشمت علی قادری رضوی لکھنوی' مولوی عبدالکریم رضوی چتوڑی۔

جامع ملفوظات علیہ الرحمتہ کی لکھی ہوئی تمہید پر تاریخ و سال درج نہیں۔ قیاس ہے کہ ۱۳۳۶ھ "الملفوظ" تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۳۸ھ کے اعداد متخرج ہوتے ہیں اس پر اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا قطعہ تاریخ دال ہے۔

میرے ملفوظ کچھ کیے محفوظ
مصطفیٰ مصطفیٰ کا ہو ملحوظ

نام تاریخی اس کا رکھتا ہوں
زبر و بینہ میں الملفوظ ۱۳۳۸ھ

ضرورت ہے کہ آپ کے اداروں میں سے کوئی ادارہ اس کی اشاعت کی طرف توجہ کرے اور کراچی لاہور سے اس کا ایک اعلیٰ اڈیشن شائع کرے۔ اگر بریلی شریف میں حضرت مفتی اعظم کا مسودہ مل جائے تو اس کی مدد سے ایک مستند اڈیشن شائع کیا جاسکتا ہے۔

الدولۃ المکیہ میں ریاضیاتی دلائل

از

پروفیسر محمد ابرار حسین (راولپنڈی)

○

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی معرکتہ الاراء تصنیف "**الدولہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ**" علم غیب' اس کی حقیقت اور ماہیت سے متعلق ہے۔ اس کی وجہ تصنیف کے بارے میں آپ رقم طراز ہیں :

"اس اثناء میں کہ میں مکہ معظمہ میں مقیم تھا میرے پاس علم سرور عالم علیہ و آلہ و صحبہ افضل الصلوۃ والسلام کے بارے میں بعض ہندیوں کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت پچیس ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو (ان کی ہجرت سے جنھوں نے حجت تمام فرمائی اور راہ حق روشن کر دی ان پر سب سے کامل تر درودیں اور سب سے افضل تر سلام) ایک سوال آیا اور میرے گمان میں ان بعض وہابیہ کا اٹھایا ہوا ہے جنھوں نے دل کھول کر اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی اور ہندوستان میں اسکی کتابیں شائع کیں .... اور انھوں نے جانا کہ میں مکہ معظمہ میں اپنی کتابوں سے جدا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت میں مشغول اور اپنے مولیٰ و محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی جانے کی جلدی ہے تو انھوں نے یہ سوال اٹھایا اس طمع پر کہ یہ جلدی اور اس دھیان میں دل کا لگا ہونا اور کتابیں پاس نہ ہونا مجھے اظہار جواب سے روک دے گا۔ تو اس میں ان کو عید اور خوشی ہو جائے گی اور وہ مصیبت جو ان پر پڑی اس کا

ایک طرح کا بدلہ ہو جائے گا کہ میں بھی ایک بار چپ رہا جیسا کہ ہیں نے
ان کے بڑوں کو ہزار بار چپ کردیا اور نہ جانا کہ یہ دین متین امان میں ہے
اور جو کوئی اس کی مدد کرے منصور و محفوظ ہے......"

(الدولتہ المکیہ.....(اردو ترجمہ) ص ۱۶۷--۱۷۱، مطبوعہ کراچی)

اس وقت آپ نہ صرف عبادات میں مشغول تھے بلکہ شدید بخار میں مبتلا تھے۔ اسی حالت میں آپ نے اپنے صاحبزادے کو اس نادر تصنیف کا متن تحریر کرایا۔ تصنیف کے آخر میں فرماتے ہیں :

"......الحمد للہ جواب پورا ہوا اور صواب کھل گیا اور جب کہ یہ جلد لکھا ہوا ایک رسالہ کی صورت میں نکلا تو مناسب ہے کہ اس کا نام "**الدولہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ**" رکھوں تا کہ یہ نام بھی ہو اور مقصود تالیف اور مکان تصنیف کا اشعار و اعلام بھی ہو اور ابجد کے حساب سے سال تالیف کی علامت اور نشانی بھی ہو۔

الحمد للہ بندۂ ضعیف نے پہلا حصہ پہلے دن سات گھنٹے میں پورا کر دیا تھا۔ پھر اس میں فائدے کے لئے نظر ششم بڑھائی اور آج با وصف کثرت اشغال کے دوسرا حصہ بعد ظہر کے لکھا اور اسے ایک گھنٹے سے کچھ زائد میں تمام کر دیا اور بحمد اللہ ۲۷ ذی الحجہ روز چہار شنبہ کو عصر سے پہلے پورا ہو گیا"۔

(**الدولہ المکیہ..** (اردو ترجمہ) ص-۴۵۵-۴۵۶، مطبوعہ کراچی)

یہ رسالہ شریف مکہ کے دربار میں علمائے حرمین شریفین کے سامنے پڑھا گیا۔ شریف مکہ اور علمائے کرام نے اسے سراہا اور آپ کو تحسین دی۔ وہ لوگ جنھوں نے الزام تراشی کی تھی وہاں سے بھاگ گئے۔

یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اور اس کا اردو ترجمہ حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

امام احمد رضا کی بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ بیشتر مسائل کو شرعی اور عقلی دلائل سے حل فرماتے ہیں۔ عقلی استدلال میں امام احمد رضا نے علوم ریاضی کا بڑے موثر انداز میں استعمال کیا ہے۔ اس کی جھلک زیر نظر رسالہ میں اور خصوصا اس کے ابتدائی حصہ میں بڑی

نمایاں نظر آتی ہے۔ اس مضمون میں ہم اسی کا ایک مختصر جائزہ پیش کریں گے۔

علم الہٰی اور علم عباد میں فرق ظاہر کرنے کے لئے آپ نے بڑی وضاحت سے اور عام فہم انداز میں مختلف اعتبار سے علم کی تقسیم پیش کی۔

علم کی ایک تقسیم اس کے مصدر کے لحاظ سے ہے یعنی جہاں سے وہ صادر ہوا دوسری تقسیم اس کے متعلق کے لحاظ سے یعنی جس سے وہ متعلق ہوا۔

ایک تقسیم اس اعتبار سے ہے کہ اس کا تعلق کس طرح ہوا۔

علم یا تو ذاتی ہے جب کہ "نفس ذات عالم سے صادر ہو اس کے غیر کو اس میں کچھ دخل نہ ہو نہ یوں کہ غیر کی عطا سے ہو نہ یوں کہ غیر اس میں کسی طرح سبب پڑے یا عطائی ہے جب کہ غیر کی عطاء سے ہو۔ علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کے غیر کے لئے محال۔ جب کے علم عطائی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے اللہ کے لئے ممکن نہیں۔"

(ایضا ص۔۱۷۹)

علم کی مزید دو اقسام اس طرح ہیں۔ ایک مطلق العلم جس کا ثابت کرنا کسی ایک فرد کا ثبوت چاہتا ہے اور نفی کل افراد کی نفی بتاتا ہے۔ قضیہ موجبہ یہاں موجبہ جزئیہ ہے کہ موجبہ کلیہ کو عام ہے اور قضیہ سالبہ سالبہ کلیہ ہے۔ دوسرا علم مطلق ہے جس کا ثبوت نہیں ہوتا جب تک جملہ افراد نہ موجود ہوں اور صرف کسی ایک فرد کی نفی سے منتفی ہو جاتا ہے۔ تو موجبہ یہاں کلیہ ہو گا اور سالبہ جزئیہ۔ مطلق العلم اور علم مطلق میں ہر دو کی مزید دو اقسام ہیں۔ ایک اجمالی اور دوسری تفصیلی کہ جس میں ہر معلوم جدا اور ہر مفہوم دوسرے سے ممتاز ہو۔ ان چار اقسام میں علم مطلق تفصیلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔(ملخص ایضا ص۔۱۸۱)

اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں مزید وضاحت اس طرح فرمائی۔

"ہمارا رب تبارک و تعالیٰ اپنی ذات کریم اور اپنی غیر متناہی صفتوں اور ان سب حادثوں کو کہ موجود ہوئے اور ان کو جو ابد کے ابد تک موجود ہوتے رہیں گے اور تمام ممکنات کو جو نہ کبھی موجود ہوئے اور نہ کبھی موجود ہوں بلکہ تمام محالات کو بھی' ان سب کو جانتا ہے تو تمام مفہومات میں سے کوئی چیز علم الہٰی سے باہر نہیں۔ ان سب کو پوری تفصیل کے ساتھ جانتا

ہے۔ ازل سے ابد تک اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات غیر متناہی اور اس کی صفتیں غیر متناہی اور ان میں ہر صفت غیر متناہی اور عدد کے سلسلے غیر متناہی ہیں اور ایسے ہی ابد کے دن اور اس کی گھڑیاں اور اس کی آنیں اور جنت کی نعمتوں سے ہر نعمت اور جہنم کے عذابوں سے ہر عذاب اور جنتیوں اور دوزخیوں کی سانسیں اور ان کی پلک جھپکنا اور ان کی جنبشیں اور ان کے سوا اور چیزیں یہ سب غیر متناہی ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کو ازل و ابد میں پوری تفصیلی احاطہ کے ساتھ معلوم ہیں تو اللہ تعالیٰ کے علم میں غیر متناہی کے سلسلے غیر متناہی بار ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر ہر ذرہ میں غیر متناہی علم ہیں۔ اس لئے ہر ذرہ کو ہر ذرہ سے جو ہو گذرا یا آئندہ ہو گا یا ممکن ہے کہ ہو کوئی نہ کوئی نسبت قرب و بعد و جہت میں ہوگی جو زمانوں میں بدلے گی ان مکانوں کے بدلنے سے جو واقع ہوئے یا ممکن ہے روز اول سے زمانہ نا محدود تک اور یہ سب اللہ عزوجل کو بالفعل معلوم ہیں تو مولیٰ تعالیٰ کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہے گویا وہ اہل حساب کی اصطلاح پر غیر متناہی کی تیسری قوت ہے جسے مکعب (یا کعب) کہتے ہیں"۔

(ایضا ص-۱۸۷)

اللہ تعالیٰ کے علوم کی صفات کو ریاضی کی زبان میں جس خوبی کے ساتھ اور لطیف انداز میں بیان کیا ہے اس سے امام احمد رضا کی علوم ریاضی پر دسترس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ غیر متناہی (infinite) کا تصور ریاضی میں کافی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں ہم اسے سیٹ (Set) سے منسلک کرکے ان دلائل کی تشریح کریں گے جو امام احمد رضا نے علم الٰہی اور علم مخلوق کے بارے میں دیئے۔ سیٹ کا نظریہ امام احمد رضا کے دور میں متعارف نہیں ہوا تھا۔ اس کی ترویج جنگ عظیم دوم کے بعد پہلے علوم ریاضی میں اور پھر دیگر علوم میں ہوئی۔

سیٹ سے متعلق چند ایسے تصورات کی وضاحت ضروری ہے جو اس مضمون میں آگے استعمال ہوں گے۔ ہم ریاضی کی اصطلاحات سے حتی الامکان گریز کرتے ہوئے عام فہم زبان میں انہیں پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

سیٹ کی اصطلاح کو ہم اردو کے ایسے اسمائے جمع کے بدل کے طور پر استعمال کرتے

ہیں جیسے گچھا، ریوڑ، گلہ، جھنڈ، گروہ، مجمع۔ اشیاء جن سے سیٹ بنتا ہے اس سیٹ کی ارکان (elements) کہلاتی ہیں۔ اکثر لفظ اجتماع (Collection) کو سیٹ کے ہم معنی استعمال کیا جاتا ہے خاص طور پر اس سیٹ کے لئے جس کا ہر رکن بذات خود ایک سیٹ ہو۔

سیٹ الف سیٹ ب کا تحتی سیٹ (Subset) کہلائے گا صرف اور صرف اس صورت میں جب کہ لا اگر سیٹ الف کا رکن ہو تو یہ لازم ہو کہ ہ سیٹ ب کا بھی رکن ہو گا۔

جب ہم کسی سیٹ کے تمام ارکان کو ایک معلوم عدد تک شمار کر سکیں تو وہ سیٹ متناہی (finite) ہو گا بصورت دیگر غیر متناہی (Infinite) ہو گا۔

غیر متناہی کے تصور کی وضاحت امام احمد رضا کے زیر نظر رسالہ میں کثرت سے کی گئی ہے۔ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالنا ممکن نہیں۔ چند خصوصی صورتیں بیان کرنا کافی ہو گا۔

اگر ایک غیر متناہی سیٹ کے ارکان پر مثبت اعداد صحیح چسپاں کئے جا سکیں تو ایسے سیٹ کو قابل شمار (Countable) کہا جائے گا۔ یعنی قابل شمار سیٹ کے ارکان کے بارے میں یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ پہلا رکن ہے، یا دوسرا، یا تیسرا وغیرہ وغیرہ اور یہ سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہ ہو۔

اگر کوئی سیٹ متناہی ہو یا قابل شمار غیر متناہی تو ایسے سیٹ کو زیادہ سے زیادہ قابل شمار (at most countable or denumerable) کہتے ہیں۔

اگر کوئی سیٹ قابل شمار نہ ہو تو اسے ناقابل شمار (uncountable) کہتے ہیں۔

۱ تا ۲۸۴ اعداد صحیح کا سیٹ متناہی ہے۔ تمام اعداد صحیح کا سیٹ تمام ناطق اعداد کا سیٹ قابل شمار ہیں یہ دونوں سیٹ غیر متناہی ہیں۔ صفر اور ایک کے درمیان واقع حقیقی اعداد کا سیٹ ناقابل شمار ہے۔

ہم لفظ قابل شمار ریاضی کی اصطلاح کے طور پر استعمال کریں گے۔ اس کے بارے میں یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ قابل شمار سیٹ کم ارکان پر مشتمل ہے یا اس کے ارکان کی تعداد ایسی ہے جن کو بہ آسانی گنا جا سکے۔ قابل شمار ہمیشہ غیر متناہی ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **وان تعدوا نعمتہ اللہ لا تحصوھا** ط اللہ تعالیٰ کی نعمتیں قابل شمار غیر متناہی ہیں۔ کوئی ایسا عدد نہیں کہ ان کی انتہاء کو بیان کر سکے۔

سلسلہ (Sequence) ایسا قابل شمار (ہمیشہ غیر متناہی) سیٹ ہوتا ہے جس کے ارکان پر

"پہلا" "دوسرا" "تیسرا" وغیرہ چسپاں کیا جا سکے۔ کسی سلسلہ کا تحتی سلسلہ بھی ایک سلسلہ ہوتا ہے جو اصل سلسلے کے کچھ ارکان کو خارج کرکے اور ترتیب برقرار رکھ کر حاصل کیا جاتا ہے۔

حقیقی اعداد کا کوئی سیٹ ب محدود (Bounded) صرف اور صرف اس صورت میں ہو گا جب کہ ایک ایسا حقیقی عدد موجود ہو کہ ب کے ہر رکن کی مطلق (absolute) قیمت اس عدد سے چھوٹی ہو یا اس کے برابر ہو۔ (مطلق قیمت سے مراد وہ قیمت ہے جو عدد کی علامت کو نظر انداز کرکے حاصل ہو۔ مثلاً منفی ۸ کی مطلق قیمت ۸ ہو) امام احمد رضا نے سلاسل کو اپنے دلائل میں استعمال کیا ہے۔ عدد کے سلسلے کی وضاحت حاشیہ میں اس طرح فرمائی :

> "بلکہ میں کہتا ہوں یہی معلومات الٰہیہ سے غیر متناہی در غیر متناہی ہے چہ جائیکہ اس کے دوسرے معلومات اور میں نے لفظ سلاسل بہ صیغہ جمع کہنے سے اسی طرف اشارہ کیا اور یہ یوں کہ ۱۔۲۔۳ تا آخر غیر متناہی اور طاق اعداد ۱۔۳۔۵ تا آخر لیں تو بے نہایت اور جفت ۲۔۴۔۶ تا آخر لیں تو بے انتہا اور ایک سے چھوڑ کر لئے جائیں ۱۔۴۔۷۔۱۰ تا آخر تو بے نہایت یونہی دو سے ۲۔۵۔۸۔۱۱ تا آخر تو بے نہایت یا ایک سے تین تین چھوڑ کر ۵۔۹۔۱۳ تا آخر تو بے نہایت یا دو سے تین تین کے فصل سے ۲۔۶۔۱۰۔۱۴ تو بے نہایت اور اسی طرح بفصل اعداد غیر متناہیہ اور یونہی ہم عدد سے اسی جیسا ملا کر لیں ۱۔۲۔۴۔۸ الخ تو نا متناہی یا اسی جیسے دو عدد ملا کر ۱۔۳۔۹۔۲۷ الخ تو نا متناہی اور ایسے ہی اس جیسے تین ملا کر یا چار تا بے نہایت۔ اور اگر انتشار کر دیں اور کسی نظم خاص کی رعایت نہ کریں تو غیر متناہی در غیر متناہی۔ اور رعایت ترتیب نہ رکھیں تو بھی نا متناہی در نا متناہی اور اگر اموال (Squares) لیں ۱۔۴۔۹۔۱۶ الخ تو نا متناہی اور مکعبات (Cubes) ۱۔۸۔۲۷۔۶۴ الی آخرہ لیں تو نا متناہی اور اموال الاموال' اموال الکعب یا کعب الکعب چڑھنے والی قوتوں میں سے تا بے نہایت لیں تو سب ہی نامتناہی اور ہر مذکورہ قوت متصاعدہ کے مقابل اترنے والی قوتوں کے سلسلے لیں جیسے جذرا و جزء الکعب و جزء مال المال جس کی کوئی

نہایت نہیں اور کسرین جیب آدھا' تہائی' چوتھائی' تا بے نہایت تو سب کے سب غیر متناہی اور سارے یہ سلسلے نا متناہی در نا متناہی' اللہ سبحان و تعالیٰ کی معلومات میں داخل اور از ازل تا ابد پوری تفصیل کے ساتھ شامل اور یہ صرف ایک ہی نوع ہے اس کے غیر متناہی انواع معلومات میں۔"

(ایضا' حاشیہ' ص ۱۸۳۔۱۸۵)

یہاں امام احمد رضا نے سب سے پہلے قدرتی اعداد کے سلسلہ کا ذکر کیا اور اس سے مختلف حسابی سلاسل' ہندسی سلاسل' قوتوں کے سلاسل حاصل کئے۔ قدرتی اعداد کا سلسلہ قابل شمار (غیر متناہی) اور اس کا تمام تحتی سلاسل بھی قابل شمار (غیر متناہی) ہیں جیسا آپ نے بیان فرمایا جملہ اور اگر انتشار کر دیں اور کسی نظم کی رعایت نہ رکھیں" اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس طرح سلسلہ ختم ہو جاتا ہے لیکن سیٹ موجود رہتا ہے۔ جس کے ارکان میں دئے ہوئے خواص تو پائے جاتے ہیں لیکن خاص نظم کا ہونا ضروری نہیں۔ اعداد صحیحہ سے ہٹ کر آپ نے بتائے ہوئے سلاسل کے جذور' کسور وغیرہ سے حاصل ہونے والے سلاسل کا بھی ذکر فرمایا۔ مختلف عوامل سے حاصل ہونے والے سلاسل سب غیر متناہی ہیں۔ اس طرح ناطق اعداد اور حقیقی اعداد کا بھی ذکر ہو گیا۔

آپ کا ارشاد "اللہ تعالیٰ کے علم میں غیر متناہی کے سلسلے غیر متناہی بار ہیں" ریاضی کی زبان میں مزید واضح ہو جاتا ہے۔ اس کی تشریح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے اجتماع (Collection) غیر متناہی ہے اور اس کا ہر رکن غیر متناہی اجتماع ہے۔ یہ سلسلہ غیر متناہی بار جاریہ ہے۔

علم مخلوق کے محدود ہونے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں :

"کسی مخلوق کا علم آن واحد میں غیر متناہی بالفعل کو پوری تفصیل کے ساتھ کہ ہر فرد دوسرے سے بروجہ کامل ممتاز ہو محیط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ امتیاز جب ہی ہو گا کہ ہر فرد کی جانب خصوصیت کے ساتھ لحاظ کیا جائے اور غیر متناہی لحاظ ایک آن میں نہیں حاصل ہو سکتے تو مخلوق کا علم اگرچہ کتنا ہی کثیر و بسیار ہو یہاں تک عرش و فرش میں روز اول سے روز آخر تک اور اس کے کروروں مثل سب کو محیط ہوجائے جب بھی نہ ہو گا مگر محدود بالفعل اس لئے کہ عرش و فرش دو کنارے گھیرنے والے ہیں اور

روز اول سے روز آخر تک یہ دوسری دو حدیں ہوئیں اور جو چیز دو گھیرنے والوں میں گھری ہو وہ نہ ہوگی، مگر متناہی"۔

(ایضا ص-۱۸۹-۱۹۱)

محدود کا تصور جو یہاں پیش کیا گیا اس سے بالکل ہم آہنگ ہے جو ہم نے سیٹ کے حوالہ سے دیا تھا۔ محدود سیٹ جس کے ارکان کو شمار کیا جا سکے متناہی ہو گا۔ یہ کس طرح غیر متناہی بن سکتا ہے، اس باریک نکتہ کو اس طرح ظاہر کیا :

"ہاں علم مخلوق میں بایں ہمہ غیر متناہی ہونا ٹھیک ہو سکتا ہے کہ آئندہ کسی حد پر اس کی روک نہ کر دی جائے (ہمیشہ بڑھتا رہے) اور بایں معنی لامتناہی اللہ سبحان اللہ و تعالیٰ کے علم میں محال ہے اس واسطے کہ اس کے علم اور اس کی سب صفتیں تو پیدا ہونے سے برتر رہیں تو ثابت ہوا کہ غیر متناہی بالفعل ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے علموں سے خاص ہے اور وہ عدم متناہی کہ بڑھنا کسی حد پر نہ رکے اس کے بندوں کے علم سے خاص ہے اور پہلا اس کے غیر کے لئے حاصل نہ ہو گا۔"

(ایضا ص-۱۹۱-۱۹۳)

معرفت الٰہی کے لحاظ سے مخلوق میں جو نمایاں تخصیص ہے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی :

"اللہ عزوجل کو جاننے والے انبیا اور اولیا اور صالحین اور مومنین ان میں جو باہم مراتب کا فرق ہے وہ اللہ تعالیٰ کو جاننے ہی میں فرق کی بنا پر ہے (جو جتنا زیادہ جانتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کا مرتبہ ہے) تو ہمیشہ ابدالاباد تک انھیں علم پر علم بڑھتا رہے گا اور کبھی اس کے علم میں سے قادر نہ ہوں گے مگر قدر متناہی پر اور ہمیشہ معرفت الٰہی سے غیر متناہی باقی رہے گا تو ثابت ہوا کہ جمیع معلومات الہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہو جانا عقلا اور شرعا دونوں طرح محال ہے بلکہ اگر تمام اولین و آخرین سب کے علوم جمع کر لئے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الہیہ سے اصلا کوئی کی نسبت نہ ہوگی یہاں تک وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے اس واسطے کہ

بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور وہ دریائے ذخار بھی متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ہم بوند کے اس حصہ کے برابر یکے بعد دیگرے ان سمندروں میں سے پانی لیتے جائیں تو ضرور ان سمندروں پر ایک دن وہ آئے گا کہ ختم و فنا ہو جائیں گے کہ آخر متناہی ہیں لیکن غیر متناہی میں سے کتنے ہی بڑے متناہی حصے کے امثال لیتے چلے جاؤ تو حاصل ہمیشہ متناہی ہی ہوگا اور اس میں ہمیشہ غیر متناہی باقی رہے گا تو کبھی کوئی نسبت حاصل نہیں ہو سکتی' یہ ہے ہمارا ایمان اللہ عزوجل پر۔"

(ایضا ص۔ ۱۹۳۔۱۹۷)

یہاں عقلی دلیل ریاضی کی زبان میں بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ غیر متناہی (قابل شمار) سیٹ کا تحتی سیٹ متناہی ہو سکتا ہے اور تحتی سیٹ کو اگر بڑے سیٹ سے منہا کر دیا جائے تو باقی غیر متناہی سیٹ ہی رہے گا۔ غیر متناہی سیٹ کی اس خوبی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ تحتی متناہی سیٹ کتنا بڑا ہے۔ امام احمد رضا نے اس کو بہت عمدہ مثال سے سمجھایا ہے۔ تمام اولین و آخرین کے علوم کا مجموعہ لاکھوں سمندروں کی ایک بوند کے دس لاکھ حصے کی مانند ہے لیکن پھر بھی اس کی اور لاکھوں سمندروں کے پانی کی ایک نسبت موجود ہے کیوں کہ دونوں متناہی ہیں لہٰذا اصول ریاضی سے یہ نسبت بھی متناہی۔ مخلوق کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی کیوں کہ علم مخلوق متناہی اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے اور علم ریاضی میں اس نسبت کو کسی عدد سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ عقلی دلائل کے بارے میں حاشیہ میں آپ نے بہت نکتے کی نشاندہی فرمائی :

"رہا غیر متناہی کو محیط نہ ہونا تو مسئلہ عقلیہ ہے اس پر شریعت سے کوئی دلیل نہیں نہ ہر مسئلہ عقلیہ کا انکار کفر تا وقتیکہ اس میں انکار کسی امر دینی کا نہ ہو۔"

(ایضا حاشیہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام احمد رضا نے اپنے اس رسالے میں ریاضی کی زبان میں اللہ تعالیٰ کے علم کی شان میں عقلی دلائل بڑے موثر انداز میں پیش کئے۔ آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ایسے اجتماع کی مانند ہے جس کے ارکان کی تعداد غیر متناہی اور ہر رکن خود غیر متناہی سیٹ ہے۔ مخلوق کا علم محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے کتنا بھی بڑھ جائے اللہ تعالیٰ کے علم پر محیط نہیں ہو سکتا۔

فاضل بریلوی اور ”صاع“ کی تحقیق

از

پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق ضیاء

(صدر شعبہ ریاضی، گورنمنٹ کالج فیصل آباد)

○

رسالہ عرفات (اپریل ۱۹۸۹ء) میں ”صدقہ فطر کی صحیح مقدار کیا ہے؟“ کے عنوان سے ایک مضمون چھپا تھا جس میں فاضل مصنف نے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم کے مسئلہ نمبر ۱۸۷ کے اس جملے کہ ”نیم صاع گندم کے اٹھنی اوپر پونے دو سو روپے بھر گیہوں دینا احوط ہے جس کے ---- ۸۰ روپے بھر کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر تین چھٹانک دو سیر ہوئے“ کو امام احمد رضا کے سہو پر مبنی قرار دیا ہے حالانکہ آپ کا حساب قطعی طور پر درست ہے۔

محولہ بالا مسئلہ حسب ذیل ہے:

”صاع وہی ۲۷۰ تولے جس کا سکہ رائجہ ہند کے حساب سے ۲۸۸ روپے بھر وزن ہوا کہ یہ روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے مگر احسن و احوط یہ ہے کہ گیہوں کا صدقہ جو کے صاع سے ادا کیا جائے یعنی جس پیمانے (سے) ایک سو چوالیس روپے بھر جو آئیں، اس بھر گیہوں دیئے جائیں۔ ظاہر ہے کہ گیہوں وزن میں زیادہ آئیں گے (کہ) جو سے بھاری ہیں۔ فقیر نے صاع شعیری حاصل کیا اور اس میں گیہوں بلا تکویم و تقعیر بھر کر تولے تو پورے تین سو اکاون روپے بھر ہوئے۔ تو صدقہ فطر، فدیہ صوم وغیرہ میں نیم صاع گندم، اٹھنی اوپر پونے دو سو روپے بھر گیہوں دینا احوط ہے جس کے بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے اور اسی روپے بھر کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر تین چھٹانک دو سیر ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

فقہ حنفی کے علماء کے نزدیک، جیسا کہ درج بالا فتویٰ سے بھی ظاہر، صاع بھر جو کا وزن دو سو ستر (۲۷۰) تولے ہونا مسلم ہے یعنی صاع شعیری ۲۷۰ تولے بھر ہوتا ہے۔

صاع کی شریعت مطہرہ میں اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ

(۱) صدقہ فطریا فطرانہ (۲) شیخ فانی کے نہ رکھے گئے ایک روزہ کا فدیہ

(۳) میت کی طرف سے اسکی نہ پڑھی گئی ایک نماز کا فدیہ

(۴) ایک روزہ توڑنے پر کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک

(۵) ایک قسم توڑنے پر ایک مسکین کی خوراک

(۶) شریعت میں مطلقاً ایک مسکین کی خوراک

(۷) فاسد ہوئی نفل نماز (جس کی قضا نہ پڑھی گئی) کا فدیہ

(۸) نہ کئے گئے سجدہ تلاوت کا (احتیاطا) فدیہ وغیرہ

ان سب میں ہر ایک گیہوں سے آدھا صاع اور جو سے ایک صاع متعین ہے۔ لہٰذا صاع کے پیمانے کی عدم موجودگی میں' اسے وزن کی صورت میں بیان کرنے کی ضرورت رہتی ہے۔

امام احمد رضا کے زمانے میں برصغیر کے مختلف علاقوں میں مختلف وزن کے سیر بھی رائج تھے مثلاً (۲)

(الف) بریلی کا سیر = ۹۳ تولے ۹ ماشے

(ب) رام پور کا سیر = پورے ۹۰ تولے

اور (ج) دہلی اور لکھنؤ کا (انگریزی) سیر = پورے ۸۰ تولے وغیرہ

مختلف علاقوں کے سیر کے وزن میں اختلاف کے باعث ایک چھٹانک کے سیر کا سولھواں حصہ ہونے کے باوجود' پانچ تولہ وزن ہر جگہ ایک چھٹانک وزن کے برابر نہ تھا۔ اسی طرح "سیر' چھٹانک" اور "تولہ' ماشہ' رتی" دو الگ الگ نظام ہائے وزن تھے۔

اب فاضل مصنف مذکور کا یہ کہنا کہ

"صاحب موصوف (مولانا بریلوی) نے ایک سیر ۸۰ روپے کے وزن کے برابر لے لیا ہے حالانکہ برصغیر میں رائج سیر ۸۰ تولے کا ہوتا تھا نہ کہ ۸۰ روپے کے برابر(۳)" محض بے دلیل ہے۔

ہو سکتا ہے کچھ علاقے ایسے بھی ہوں جن کا سیر ۸۰ تولے کا ہو مگر بیسویں صدی عیسوی کے اوائل کی عمومی صورتِ حال اسی قسم کی تھی جس کا بیان (ا)' (ب) اور (ج) میں موجود ہے کیوں کہ زیر تبصرہ فتویٰ ۱۹۱۳ء میں تحریر فرمایا گیا تھا اور موخر الذکر فتویٰ ۱۸۹۸ء میں (جس میں بریلی' رام پور اور دھلی و لکھنؤ کے سیر کا وزن مذکور ہے)۔

چونکہ فاضل بریلوی کے زمانے میں موجودہ دور کے اعشاری نظام جیسا تول کا کوئی باقاعدہ نظام برصغیر میں موجود نہ تھا' لہٰذا انھوں نے اپنے فتاویٰ میں چند شہروں کے اپنے اپنے سیر کے حساب سے بھی نصف صاع کے وزن کو بیان فرمایا ہے(۴) :

(د) بریلی کے سیر سے نصف صاع = ۱ سیر ۷ چھٹانک ۷ ماشے ۶۱/۲ رتی

(ہ) رام پور کے سیر سے نصف صاع = ۱ سیر ۸ چھٹانک

(و) دہلی اور لکھنؤ کے (انگریزی) سیر سے = ۵/۴ ۱۲ چھٹانک

فقیہہ اسلام فاضل بریلوی مزاجا قطعیت پسند ہیں۔ انہوں نے (د) کے بیان میں بھی قطعی (Exact) رہنے کے لئے وزن کے دو مختلف نظاموں کو ایک جگہ استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا اور (و) میں اس نظام وزن کی آخری اکائی کی کسر تک شمار کر دی ہے۔

امام احمد رضا کی قطعیت پسندی کے اظہار کے لئے ہم (د) کے نصف صاع کو تولوں میں تبدیل کرتے ہیں، جس کے بیان میں دو مختلف نظام ہائے وزن استعمال ہوئے ہیں۔

(د) کا سیر چھٹانک" کے نظام وزن والا حصہ :

۱ سیر ۷ چھٹانک

= (۱ + ۷/۱۶) سیر

= ۲۳/۱۶ سیر

ایک سیر (بریلی) ملاحظہ فرمائیے (الف)

= ۹۳ تولے ۹ ماشے

= ۹۳۹/۱۲ تولے

= ۳۷۵/۴ تولے

پس ایک سیر ۷ چھٹانک = ۲۳/۱۶ x ۳۷۵/۴ تولے

= ۱۳۴٫۷۶۵۶۳ تولے

(د) کا "تولے، ماشے، رتی" کے نظام وزن والا حصہ :

۲ ماشے ۶۱/۲ رتی = ۲ ماشے ۱۳/۲ رتی

= (۲ + ۱۳/۸x۲) ماشے

= ۴۵/۱۶ ماشے

= ۴۵/۱۲x۱۶ تولے

= ۰٫۲۳۴۳۷ تولے

دونوں حصوں کا تولوں میں مجموعہ

= ۱۳۴ ٫ ۷۶۵۶۳

= ۰٫۲۳۴۳۷ +

= ۱۳۵ ٫ ۰۰۰۰۰ تولے

قطعیت (Exactness) ملاحظہ ہو کہ مجموعہ کا پورے ۱۳۵ تولے (نصف صاع شعیری

کا وزن) ہونا اعشاریہ کے پانچویں مقام سے شروع ہوتا ہے ! اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ جواب فتویٰ کے عمل میں کیوں کر اور کہاں جا کر مطمئن ہوتے ہیں۔ فاضل بریلوی کی حساب میں باریک بینی' تحقیق میں ان کے معیار کے عین مطابق ہے۔

امام احمد رضا نے فقط فتویٰ ہی نہیں دیا بلکہ فتویٰ دیتے ہوئے یہ لحاظ بھی رکھا کہ اس پر عمل میں آسانی رہے اور غیر ضروری دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔ علاقائی سیروں کے وزن میں اختلاف کے پیش نظر آپ نے صاع کے وزن کے تعین کے لئے اس وقت کے سکہ رائج الہند کے وزن ہی کو اکائی وزن مان لیا۔ اس دور کا ایک روپیہ سوا گیارہ ماشے کا تھا۔

اس طرح ایک صاع شعیری

= ۲۷۰ تولے

= ۱۱٫۲۵/۲۷۰ x ۱۲ روپے بھر

= ۲۸۸ روپے بھر

پس نصف صاع شعیری ۱۴۴ روپے بھر ہوا۔ تو ایک سو چوالیس روپوں کے ذریعے سے نصف صاع وزن کی مقدار سلطنت ہند میں گاؤں' قصبہ ' شہر کہیں بھی آسانی سے علاقائی سیر میں متعین کی جا سکتی تھی۔ اسی کا ذکر اس مضمون کے صفحہ اول والے فاضل بریلوی کے فتویٰ میں موجود ہے۔

نصف صاع گندم کے وزن کی تحقیق

آپ نے علامہ شامی کے اس احتیاط کہ گیہوں کا صدقہ جو کے صاع سے ادا کیا جائے کو پسند فرمایا اور اسی اعتبار سے نصف صاع گندم کے وزن کی تحقیق فرمائی۔ ظاہر ہے کہ جس پیانے میں ۲۷۰ تولے جو آئیں گے جب وہ گیہوں سے بھرا جائے گا تو تول میں گیہوں زیادہ چڑھیں گے۔

آپ نے جو اور گندم کی کثافتوں کا موازنہ کیا تو جو نسبت حاصل ہوئی وہ ۲۸۸ : ۳۵۱ یعنی ۳۲ : ۳۹ تھی۔

صاع کی اس تحقیق میں اپنے تجربے (Experiment) پر آپ یوں رقمطراز ہیں :

"اس بنا پر بنظر احتیاط و زیادت نفع فقرا میں نے ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ کو ایک سو چالیس روپے بھر جو وزن کئے کہ نصف صاع ہوئے اور انہیں ایک پیالے میں بھرا۔ حسن اتفاق کہ تام چینی کا ایک بڑا کاسہ گویا اسی پیانے کو ناپ کر بنایا گیا تھا وہ جو اس میں پوری سطح مستوی تک آ گئے من دون تکویم ولا تقعیر تو وہی کاسہ نصف صاع شعیری ہوا۔ پھر میں نے اسی کاسہ میں گیہوں بھر کر تولے تو (بجائے ۱۴۴ روپے بھر کے) ایک سو چھتر

روپیہ آٹھ آنے بھر تو وزن گندم ہوا اور اس کا دو چند ۳۵۱ روپیہ بھر وزن جو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم (۵)۔"

چونکہ اس وقت کا روپیہ سوا گیارہ ماشے وزن کا تھا' تو

(ز) امام احمد رضا کی تحقیق کے مطابق صدقہ فطر (نصف صاع گندم)

= ۱۷۵ روپیہ آٹھ آنہ بھر

= ۱۷۵۱/۲ x ۱۱۱/۴ ماشے

= ۳۵۱/۲ x ۴۵/۴ x ۱/۱۲ تولے

= ۱۶۴٫۵۳۱۲۵ تولے

گراموں میں صدقہ فطر (نصف صاع گندم)

= ۱۶۴٫۵۳۱۲۵ x ۱۱٫۶۶۴ گرام

= ۱۹۱۹٫۰۹۲۵ گرام

= ۱ کلو ۹۲۰ گرام (تقریبا)

اعتراض کا جواب :

فاضل مصنف نے امام احمد رضا کے اس مضمون کے آغاز میں دیئے گئے فتویٰ کے اس حصہ پر کہ "نیم صاع گندم اٹھنی اوپر پونے دو سو روپے بھر گیہوں دینا احوط ہے جس کے ۸۰ روپے بھر کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر تین چھٹانک دو سیر ہوئے(۶)" اعتراض کیا تھا اور ہمارا دعویٰ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت کا حساب قطعی طور پر درست ہے۔

ہم اس کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ اس حساب میں بھی قطعیت کی خاطر سیر چھٹانک کے ساتھ اٹھنی کا استعمال ہوا ہے۔

یاد رہے کہ امام احمد رضا کی تحقیق کے مطابق نصف صاع گندم کا وزن (دیکھئے (ز)) ۱۶۴٫۵۳۱۲۵ تولے ہوتا ہے۔

دہلی اور لکھنؤ میں رائج انگریزی سیر پورے ۷۵ تولے کا ہوتا تھا۔ (۷) اور چونکہ ایک روپیہ ۱۱۱/۴ ماشے کا تھا' یہ سیر پورے اسی روپے بھر کا ہوا۔ آیئے ہم ۸۰ روپے بھر کے سیر سے "اٹھنی بھر اوپر تین چھٹانک دو سیر" وزن کی مقدار تولوں میں معلوم کرتے ہیں۔

۸۰ روپے کے سیر کا وزن = ۷۵ تولے

دو سیر کا وزن = ۱۵۰ تولے (ح)

تین چھٹانک = ۳/۱۶ سیر

= ۱۶/۳ x ۷۵ تولے (چونکہ ۱ سیر = ۷۵ تولے)

= ۱۴٫۰۶۲۵ تولے (ط)

آٹھ آنہ بھر کا وزن

= ۱۱٫۲۵/۲ ماشے

= ۱۱٫۲۵/۱۲ x ۲ تولے

= ۰٫۴۶۸۷۵ تولے (ی)

(ح)، (ط) اور (ی) کا مجموعہ

= ۱۵۰٫۰۰۰۰۰

+ ۱۴٫۰۶۲۵۰

+ ۰٫۴۶۸۷۵

۱۶۴٫۵۳۱۲۵ تولے

جو نصف صاع گندم کے تولوں میں وزن کے قطعی طور پر برابر ہے (دیکھئے (ز) حالانکہ نصف صاع گندم کی تحقیق میں حسابی عمل کا پھیلاؤ اعشاریہ کے پانچ مقامات تک چلا گیا ہے۔

امام احمد رضا قطعیت پسند ہیں اور ان کے کام کو اس کی اپنی گہرائی تک صحیح طور پر ... کے لئے خاص قسم کی احتیاط کی ضرورت ہے، وہ احتیاط جو فقط تحقیق کا خاصہ ہے۔

مراجع

(۱)--فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص-۶۱۳ مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی

(۲)--فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص-۶۰۴ مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی

(۳)--ماہنامہ عرفات شمارہ اپریل ۱۹۸۹ء ص-۲۵

(۴)--فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص-۶۰۴ مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی

(۵)--فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص-۶۱۳ مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی

(۶)--فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص-۶۹۷ مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی

(۷)--فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص-۶۰۴ مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی

فتاویٰ رضویہ میں علم ریاضی و ہیئت کا استعمال

از

پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق ضیاء
(صدر، شعبہ ریاضی، گورنمنٹ کالج فیصل آباد)

فقہ حنفی کے تحیر خیز خزانہ فتاویٰ رضویہ کے مصنف امام احمد رضا ایسے عظیم حنفی فقہاء کے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے مسائل فقہ میں ریاضی کے استعمال میں خصوصی مہارت کا اظہار کیا اور فقہی فکر میں سائنسی بنیاد فراہم کی۔ امام احمد رضا نے تو اس ضمن میں اس باریک بینی سے کام لیا ہے جو ایک کامل و اکمل محقق ہی کا خاصہ ہے۔ ان کے کام میں وہ صحت و درستی (Precision) موجود ہے جو تمام تر علمی تقاضے پورے کرنے کے لئے ضروری ہے۔

طلوع و غروب، طلوع سحر، نمازوں کے نظام الاوقات تقسیم ترکہ، زکوٰۃ، صدقہ فطر، فدیہ، صوم و صلوٰۃ وغیرہ غرض جہاں کہیں بھی ریاضی کے استعمال کی ضرورت پڑی آپ نے نہ صرف زیر نظر موضوع پر پہلے سے موجود فتاوی کو ان کی منطقی اور ریاضیاتی گہرائی تک خود پرکھا بلکہ اس موضوع کو تحقیق انیق کے درجے تک لاتے ہوئے جدید ریاضی کا استعمال بھی کیا۔ تحقیقی موضوعات میں جدید ریاضی کے استعمال میں وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی کتب اور رسائل کے تراجم انگریزی اور دیگر اہم زبانوں میں بھی کئے جائیں تاکہ دور جدید کے محقق کی بھی ان کے فکر تک رسائی ہوسکے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبۂ بنیادی سائنس کے پروفیسر ابرار حسین اپنے ایک مقالہ "رسالہ در علم لوگارثم کے ہند حواشی" میں ایک حوالے سے رقم طراز ہیں۔

"تصانیف اعلیٰ حضرت میں 72 کا تعلق علم ریاضی سے ہے یہ تصانیف کتب رسائل' مقالات اور حواشی پر مشتمل ہیں"

امام احمد رضا کا فکر ہر اعتبار سے تحقیقی ہے اور تحریر کا فقیہانہ اسلوب بھی جداگانہ ہے' جس کی نہج ریاضیاتی ہے۔ فتویٰ میں ان کا جواب جامع اور مانع ہوتا ہے۔ احکام شریعت میں منشاء شرع بغرض وفور تفہیم اکثر قاعدہ کلیہ یا بنیادی اصول کی صورت میں بیان کرنا پسند کرتے ہیں۔

شئے کے اقل درجہ کی تحقیق :

جہاں تک ممکن ہو اعلیٰ حضرت اس امر کی تحقیق فرماتے ہیں کہ کسی حالت' کسی عمل یا اس کے رکن کا اقل (کم از کم) درجہ کیا ہے اور وہ عمل یا رکن اپنے لوازمات کے ساتھ اس اقل درجے میں کیسے ادا ہوتا ہے۔

اس ضمن میں ہم فتاویٰ رضویہ سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

(1) عالم کے اقل درجہ کے بارے میں فرماتے ہیں : "عالم کی تعریف یہ ہے کہ وہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔"

(2) رکوع اور سجدہ کی اپنے اقل درجہ میں ادائیگی اور اس کے لوازم کے بارے میں فرماتے ہیں (۱۵) : "جس پر قضا نمازیں کثرت سے ہوں وہ آسانی کے لئے یوں بھی ادا کرلے تو جائز ہے۔

ہر رکوع اور سجدہ میں تین تین بار **سبحان ربی العظیم' سبحان ربی الاعلی** کی جگہ صرف ایک ایک بار کہہ لے' مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے۔ اسی طرح سجدہ میں (کرے)۔"

3۔ حق مہر کا اقل درجہ 10 درم (یا درہم) بھر چاندی (۱۶)

= ایک دینار شرعی (۵)

= ۳۱ گرام چاندی تقریبا

دربارۂ مہر مزید فرماتے ہیں کہ اکثر کے لئے حد نہیں جتنا بندھے۔

مہر بتول زہرا = 400 مثقال چاندی

= ۱ کلو ۷۵۰ گرام چاندی (تقریباً)

اکثر ازواج مطہرات کا مہر = 500 درم یعنی 1 کلو 531 گرام سے زائد نہ تھا

مہر حضرت ام حبیبہ = 4000 درم یعنی 12 کلو 248 گرام چاندی (تقریباً)

(دو میں سے ایک روایت)

4۔ داڑھی کی اقل لمبائی = ٹھوڑی کے نیچے 4 انگل

= تقریبا 7.62 سینٹی میٹر (٦)

5۔ عمامہ کی اقل لمبائی = 5 ہاتھ مساوی ہے سر کے گرد ڈھائی پیچ

تقریبا 2.29 میٹر (۷)

6۔ نماز جنازہ کی تین صف کرنے کی فضیلت کے جواب میں ایک ترکیب در مختار و کبیری میں یہ لکھی گئی ہے کہ پہلے صف میں تین دوسری میں دو اور تیسری میں ایک آدمی کھڑا ہو۔ اس سوال کے جواب میں کہ دو دو کرکے تین صفیں کیوں نہ کرلی گئیں آپ ارشاد فرماتے ہیں :

"اقل درجہ صف کامل کا تین آدمی ہیں۔ اس واسطے صف اول کی تکمیل کرلی گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام کے برابر دو آدمیوں کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی اور تین کا مکروہ تحریمی کیونکہ صف کامل ہوگئی اور اس صورت میں امام کا صف میں کھڑا ہونا ہوگیا۔" (۸)

پھر آخری صف میں ایک آدمی کے کھڑا ہونے کے جواز میں آپ فرماتے ہیں :

"اور پنجوقتہ نماز میں بھی بعض صورتوں میں تنہا صف میں کھڑا ہونا جائز ہے مثلاً دو مرد

اور ایک عورت (کی صورت ہو) تو عورت پچھلی صف میں تنہا کھڑی ہوگی۔"(۹)

ناپ اور تول کے شرعی پیمانے

امام احمد رضا نے ناپ اور تول کے شرعی پیمانوں کو انچ اور ماشے کے ساتھ تعلق دے کر اپنے فتاویٰ میں متفرق مقامات پر یوں تحریر فرمایا ہے(۱۰) :

(ا) ناپ کے پیمانے :

ایک گز شرعی (ذراع کرباس یا ذراع عام)

= 1 ہاتھ = 8 گرہ

= 18 انچ = 45.72 سینٹی میٹر

1 گرہ = 3 انگل' 1 انگل = 3/4 انچ = 1.905 سینٹی میٹر

(ب) تول/ وزن کے پیمانے اور سکے :

ایک صاع = 4 مد (یا 4 شرعی من) = 3.150 کلو گرام (۱۱)

شرعی سکے بلحاظ وزن اور قیمت (۱۲) :

ایک دینار شرعی = ایک مثقال سونا (بلحاظ وزن)

= $4_{1/2}$ ماشے سونا

ایک دینار شرعی = 10 درم (بلحاظ قیمت)

ایک درم شرعی = 3.0618 گرام چاندی

اس طرح ایک دینار شرعی = 2 تولے 1/2-7 ماشے بھر چاندی (۱۳)

ایک اوقیہ = 40 درم (۱۴)

= 1/2-10 تولے چاندی (بلحاظ قیمت)

ایک اوقیہ = 1/2-10 تولے

= 122.472 گرام (بلحاظ وزن)

وزن سبعہ (۱۵) : 7 مثقال = 10 درم

یہ وزن سبعہ کہلاتا ہے جیسے فی الدر المختار کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل۔
زمانہ اقدس رسالت ماب میں ایک دینار (یعنی 4 1/2 ماشے یا ایک مثقال یا 4.374 گرام سونا) دس درم کا ہوتا تھا۔
اس طرح ایک مثقال سونا = 7 مثقال چاندی (بلحاظ قیمت) اور یہی وزن سبعہ ہے یعنی عہد رسالت پناہی میں 4.374 گرام سونا بلحاظ قیمت 30.618 گرام چاندی کے برابر تھا۔
بعد میں سلاطین اسلام کے دینار کوئی معین نہیں رہے، مختلف ہوگئے۔

چاندی/سونے کا نصاب برائے زکوٰۃ :

چاندی کا نصاب = 200 درم = 52 1/2 تولے چاندی
= 612.36 گرام چاندی

سونے کا نصاب = 20 مثقال سونا
= 87.48 گرام سونا

اب ہم امام احمد رضا کے ان فتاوی میں سے چند کا ذکر کریں گے جن میں انہوں نے علم ریاضی کا استعمال کیا ہے۔

حوض کبیر یا گول حوض کا دور :

اس مسئلہ میں کہ کنوئیں یا گول حوض کا دور کتنے ہاتھ ہونا چاہئے کہ وہ دہ در دہ ہو، فقیہہ اسلام امام احمد رضا اپنے رسالہ "النھی النمیر فی الماء المستدیر" (۱۶) میں فرماتے ہیں :
"اس میں چار قول ہیں۔ ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جدا ہے"
اول : 48 ہاتھ، دوم : 46 ہاتھ، سوم : 44 ہاتھ اور چہارم : 36 ہاتھ ان کی تحقیق انیق کے مطابق اس کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہونا چاہئے۔
تین درجہ اعشاریہ تک ان کی تحقیق کی رو سے :

دور = 35.449 ہاتھ

اور قطر = 11.284 ہاتھ

یاد رہے کہ ایک ہاتھ ذراع عامہ سے ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے اور ایک انگل پون انچ کے برابر۔

پس دور = 1.5x35.449 فٹ

= 16.2072 میٹر

اور قطر = 11.284 ہاتھ

= 1.5 x 11.284 فٹ

= 16.926 فٹ

اگر قطر و محیط و مساحت کو علی التوالی ق ط م اور ق/ط = ص فرض کریں تو جو فارمولے آپ نے اپنے رسالہ محولہ بالا میں استعمال کئے ہیں درج ذیل ہیں :

(1) ق ط/۴ = م

یعنی $(2\pi r)(2r)/4$ = م یعنی πr^2 = م جہاں r دائرے کا نصف قطر ہے۔

(2) ص ق = ط

"پائی" (یعنی ص) جسے آپ مقدار محیط با جزائے قطریہ کہتے ہیں' کی اعشاریہ میں قیمت کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد تحقیق میں آپ کے خاص معیار اور علمی رفعت کا مظہر ہے؛

"قطر کا محیط سے 22/7 ہونا حساب میں مبرہن نہیں ہے بلکہ اب تک ان دونوں میں تحقیقی نسبت بھی معلوم نہ ہوسکی ہے"۔

آپ نے اپنی تحریرات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ دائرہ کا محیط جس مقدار سے 360 درجے ہے اس دائرہ کا قطر اسی مقدار سے 114 درجے (Degree)' 35 دقیقے (Minutes)' 29 ثانیے(Seconds)' 36 ثانیے (Thirds) اور 45 رابعے (Fourths) ہے جو دراصل 2 (radian) کی قیمت ہے۔ اسی سے آپ نے "پائی" کی قیمت 3.14159265 خود معلوم کی۔ عام سائنٹفک کیلکولیٹر یہ سات درجہ اعشاریہ تک دیتے اور استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے یہ قیمت آٹھ درجہ اعشاریہ تک صحیح دی اور حسابی عمل میں استعمال فرمائی۔ آپ کی Calculation میں موجودہ Scientific calculator سے دی گئی صحت کی مدد سے زیادہ حد تک صحت Accuracy پائی جاتی ہے۔ آپ نے شریعت میں علم ریاضی اور علم ہیئت سے متعلق

مسائل کے حل میں ریاضی کی اس وقت کی جدید شاخ لوگارثم سے کام کیا اور حسابی عمل میں سات ہندسی لوگارثمی جداول استعمال کئے۔

زیر نظر مسئلہ دور سے متعلق آپ اپنی ذہنی جدتوں سے تصرفات کرکے اسی رسالے "الہنیئ النمیر فی الماء المستدیر" میں دو جدول بھی دیئے ہیں ایک سادہ دوسرا بذریعہ لوگارثم جن کی مدد سے دلچسپی رکھنے والے ناواقف فن بھی یہ مسائل معمولی عمل سے خود حل کرسکتے تھے۔ ان جداول میں سات/اٹھ درجہ اعشاریہ تک حسابی عمل کا پھیلاؤ ان کے معیار تحقیق کا عکاس ہے۔

معلوم / مطلوب	قطر	محیط	مساحت
قطر		۳٫۱۴۱۵۹۲۶۷ ق	۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵ ق۲
محیط	ط / ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵		ط۲ / ۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶
مساحت	√(م / ۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵)	√(۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶ م)	

معلوم / مطلوب	لوقطر	لومحیط	لومساحت
لوقطر		لوق + ۰٫۴۹۷۱۴۹۹	۲لوق + ۱̄٫۸۹۵۰۸۹۹
لومحیط	لوط + ۱̄٫۵۰۲۸۵۰۱		۲لوط + ۲̄٫۹۰۰۷۹۰۱
لومساحت	(لوم + ٫۱۰۴۹۱۰۱) / ۲	(لوم + ۱٫۰۹۹۲۰۹۹) / ۲	

آپ 20 ویں صدی عیسوی کے Man of the century تھے۔ آپ کے کام کے مزاج سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اسی معیار پر تحقیق کی جو اس صدی کا تقاضا ہے۔

امام احمد رضا نے چاروں اقوال کا نہ صرف دقیق ریاضیاتی تجزیہ کیا جو فتاویٰ رضویہ جلد دوم (جدید) میں محولہ بالا رسالے کی صورت میں پورے 28 صفحات پر پھیلا ہوا ہے بلکہ اس وجہ کنہ تک بھی رسائی حاصل کی جو ایک قول کے وجود کا باعث ہوئی۔

اقوال آئمہ کا احترام ملاحظہ ہو کہ وجہ' کنہ اور خیال تک رسائی حاصل کے بعد ہمارے لئے معیار قائم کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں : ''اسی طرح علماء کے کلام کو سمجھنا چاہئے۔''

اس فقرے سے قبل جو عرق ریزی آپ نے فرمائی وہ قابل مطالعہ ہے۔ اس رسالے میں مواد کی بلحاظ فہم پیشکش کی طرز بھی حسب ذوق امام احمد رضا انتہائی دلکش ہے۔

ہم صرف قول چہارم پر توجہ مرکوز کریں گے۔

ردالمحتار میں ہے :

(ت) ''ان کا قول کہ مدور میں چھتیں یعنی اس کا دور چھتیس گز ہو اور اس کا قطر گیارہ گز اور ایک خمس ہو اور اس کی مساحت یہ ہے کہ نصف قطر یعنی ساڑھے پانچ کو اور دسویں کو نصف دور میں ضرب دی جائے اور یہ اٹھارہ ہے تو کل سو ہاتھ اور چار خمس ذراع ہو گا۔''

اس پر تبصرہ اور بعد کی ساری تحریر بھی عربی زبان میں ہے حالانکہ سوال اردو میں تھا اور جواب کا پہلا حصہ بصورت حکم شرعی سائل کے لئے اردو میں ہی ہے۔ گویا اب مخاطب فقط سائل نہیں۔ تو بقیہ رسالہ کی ابحاث جامع الرموز' ردالمحتار اور دیگر حوالہ دی گئی کتابوں کی متعلقہ عبارات پر ان کی اپنی زبان عربی میں غالبا عالمی سطح پر تفکر و تدبر اور شرعی ریکارڈ درست رکھنے کے فرض کفایہ کی ادائیگی کی غرض سے پیش کی گئی ہیں۔

ردالمحتار کے درج بالا اقتباس کے مطابق :

دور = 36 ذراع (گز)

اور قطر = 11-1/5 ذراع (گز)

امام احمد رضا اس پر رقم طراز ہیں :

(ت) ''اولا جس کا دور ۳۶ ہو اس کا قطر 11 ذراع پر ایک ذراع کا صرف پانچواں حصہ زائد نہ ہو گا بلکہ آدھے ذراع کے قریب زائد ہو گا۔

ثانیا اگر مذکورہ قطر پر عمل کیا جائے تو سطح (98.52 ہاتھ رہ جائے گی تو اس طرح) سو ہاتھ سے تقریباً ڈیڑھ ہاتھ کم ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر دور لیا جائے تو مطلوب پر تین ہاتھ زائد ہو گا اور اگر قطر لیا جائے

تو اس سے ڈیڑھ ہاتھ کم ہوگا۔ اگر ان دونوں (یعنی قطر اور دور) میں جمع کا ارادہ کیا جائے تو ممکن نہ ہوگا۔

آگے ان براہین پر سوال قائم کرتے ہیں جو ان اعداد و شمار کے حق میں دی گئی ہیں۔ ساتھ ساتھ ریکارڈ کو درست کرتے جاتے ہیں، کہیں قلم کی سبقت کی نشان دہی کرتے ہیں اور کہیں دور خطا(Cirular error) ہونے کی۔

قول اول اور قول دوم میں دہ در دہ حوض ہی دائرہ کے اندر واقع ہوجاتا ہے اور قول سوم کی ایسی کوئی توجیہ نہیں۔ 36 والے قول میں دہ در دہ کی مساحت یعنی 100 مربع ہاتھ سے برابری پر انحصار کیا گیا ہے جسے ظہیریہ، ملتقط اور ذخیرہ میں صحیح قرار دیا گیا ہے۔

36 ہاتھ دور والے قول میں سراج و شرنبلالیہ کے خیال میں مساحت سو ہاتھ سے بقدر 19 انگل زائد ہے حالانکہ واقع میں یہ مساحت تین ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

امام احمد رضا 36 والے تقریبی عدد کو 35.449 کی صورت میں تحقیق کے قریب ترین لے آئے ہیں جن سے آگے جانا نصابی دلچسپی کا حامل تو ہوسکتا ہے، عملی اہمیت کا نہیں۔

امام احمد رضا کے تحقیق کردہ دور یعنی 35.449 ہاتھ سے مساحت 100.0016 ہاتھ بنتی ہے جو دہ در دہ سے فقط 1/625 = 16/10000 ہاتھ زائد ہے جب کہ 1/625 ایک انگل کے عرض کے پچیسویں حصے سے بھی کم ہے۔

امام احمد رضا کی یہ تحقیق کمپیوٹر دور کے معیار پر لاریب صورت میں پوری اترتی ہے۔

صاع کے وزن کی تحقیق :

صدقہ فطریا فطرانہ، فدیہ صوم و صلوۃ، کفارہ قسم وغیرہ کے سلسلے میں شریعت مطہرہ میں ایک پیمانے کا حوالہ آتا ہے جسے صاع کہتے ہیں۔

ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ، یا روزہ یا قسم توڑنے پر کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک یا مطلقا ایک مسکین کی خوراک یا ایک شخص کا صدقہ فطرسب گیہوں سے آدھا صاع اور جو سے ایک صاع ہے ان صورتوں میں گندم و جو کے سوا چاول، دھان مکئی وغیرہ کوئی غلہ کسی قسم کا دیا جائے تو اس میں وزن کا لحاظ نہ ہوگا بلکہ اسی ایک صاع جو یا نصف صاع گندم کی، قیمت ملحوظ صاع رہے گی اور اسی قیمت کی قدر یہ غلہ یا خود قیمت واجب ۱۱۱؎

ہوگی۔ سو ایک صاع جو یا نصف صاع گندم کے وزن کا تعین نہایت ضروری ہے۔

ایک صاع جو کا وزن یعنی صاع شعیری کا وزن 270 تولے وزن کے برابر ہونا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

امام احمد رضا کے زمانے میں برصغیر میں موجودہ دور کے اعشاری نظام جیسا تول کا کوئی باقاعدہ نظام مُوجود نہ تھا۔ مختلف علاقوں کے سیر مختلف بھی تھے۔ مثلاً

بریلی کا سیر = 09 ماشے 93 تولے'

رام پور کا سیر = ۹۰تولے'

اور دہلی و لکھنؤ کا سیر = ۷۵ تولے وغیرہ

آپ خود فرماتے ہیں :

"سیر مختلف ہوتے ہیں صاع کا حساب ہر جگہ کے سیر سے بدلے گا۔"

لہٰذا سیر کے ساتھ صاع کا تعین محض علاقائی ہوگا۔

امام احمد رضا نے اپنی فتاویٰ میں چند شہروں کے اپنے اپنے سیر کے حساب سے بھی نصف صاع کا وزن بیان فرمایا ہے۔

بریلی کے سیر سے نصف صاع = 1 سیر 7 چھٹانک 2 ماشے 1/2-6 رتی

رام پور کے سیر سے نصف صاع = 1 سیر 8 چھٹانک

دہلی اور لکھنؤ کے سیر سے نصف صاع = 1 سیر 4/5 12 چھٹانک

چھٹانک یقیناً سیر کا سولواں حصہ تھا مگر ۵ تولے وزن ہر جگہ ایک چھٹانک وزن کے برابر تھا۔

فقیہہ اسلام کی حساب میں غائت درجہ باریک بینی تحقیق میں ان کے معیار کے عین مطابق یا تحقیق میں ان کا مزاج حساب میں ان کی غائت درجہ باریک بینی کے عین مطابق ہے۔

امام احمد رضا نے فقط فتوی ہی نہیں دیا بلکہ فتویٰ دیتے ہوئے یہ لحاظ بھی رکھا کہ اس پر عمل کرتے ہوئے آسانی ہو اور غیر ضروری دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ آپ نے صاع کی مقدار کا وزن میں تبدیل کرنے کے لئے سکہ رائج الہند کے وزن ہی کو اکائی وزن مان لیا۔

اس وقت کا ایک روپیہ سوا گیارہ ماشے کا تھا۔

تو ایک صاع کا وزن = 270 تولے = 288 روپے بھر وزن

اور نصف صاع شعیری = 144 روپے بھر وزن

لہٰذا 144 روپوں کے ذریعے سے نصف صاع وزن کی مقدار سلطنت ہند میں گاؤں قصبہ شہر کہیں بھی آسانی سے علاقائی سیروں میں متعین کی جاسکتی تھی۔

آپ نے علامہ شامی کی اس احتیاط کہ گیہوں کا صدقہ جو کے صاع سے ادا کیا جائے' کو پسند فرمایا اور صاع کے وزن کی تحقیق فرمائی۔ ظاہر ہے کہ جتنے پیا نے میں 270 تولے جو آئیں گے جب وہ گیہوں سے بھرا جائے گا تو تول میں گیہوں زیادہ چڑھیں گے۔

آپ نے جو اور گندم کی کثافتوں کا موازنہ کیا تو جو نسبت حاصل ہوئی وہ 288 : 351 یعنی 32 : 39 تھی۔

صاع کی تحقیق میں اپنے تجربے (experiment) پر آپ یوں رقم طراز ہیں :

"اس بنا پر بنظر احتیاط و زیادت نفع فقرا' میں نے 27 ماہ رمضان المبارک 1327ھ کو ایک سو چوالیس روپے بھر جو وزن کئے کہ نصف صاع ہوئے اور انہیں ایک پیالے میں بھرا۔ حسن اتفاق کہ تام چینی کا ایک بڑا کاسہ گویا اسی پیانے کو ناپ کر بنایا گیا تھا وہ جو اس میں پوری سطح مستوی تک آگئے **من دون تکویم ولا تقعیر** تو وہی کاسہ نصف صاع شعیری ہوا۔ پھر میں نے اسی کاسہ میں گیہوں بھر کر تولے تو ایک سو پچھتر روپیہ آٹھ آنہ بھر ہوئے۔"(۱۸)

پس امام احمد رضا کی علامہ شامی کی احتیاط کہ صاع لیا جائے جو کا اور اس کے وزن کے گیہوں دئے جائیں' پر مبنی تحقیق کے مطابق نصف صاع گیہوں وزن میں ۱۷۵ روپے آٹھ آنہ بھر ہوئے۔ چونکہ اس وقت کا روپیہ سوا گیارہ ماشے وزن کا تھا' لہٰذا صدقہ فطر (نصف صاع گیہوں) = ایک کلو ۹۲۰ گرام تقریباً

جداول کی طرز :

امام احمد رضا نے علم ریاضی اور اپنے دیگر علوم کے استعمال یا ان کی توضیح کے دوران اعداد و شمار یا قواعد یا ان کے اطلاق کی آسان تفہیم کے لئے اپنے فتاویٰ میں جا بجا جامع جداول (اور اشکال) دئے ہیں۔ یہ جداول اپنی بناوٹ میں دیدہ زیب بھی ہیں۔

جداول یوں بنایا کرتے کہ استعمال کرنے والا فنی قواعد اور ان کی پیچیدگیوں میں پڑے بغیر بھی آسانی سے مطلوبہ معلومات حاصل کرسکتا ہے۔

چونکہ امام احمد رضا کی فقہی تحقیق کے اسلوب کا مزاج ریاضیاتی ہے' اس لئے عادتاً

سوال کی مختلف ممکن صورتوں کا احاطہ کرتے ہوئے انہوں نے جہاں مناسب جانا جواب فتویٰ کی جدولوں کی مدد سے بھی واضح کیا جس کی ایک خوبصورت مثال آپ کے رسالہ **"تجلی المشکوۃ لانارۃ اسئلہ الزکوۃ"** (۱۹) میں موجود ہے۔

یہ جدول سوال کی نو صورتوں میں اشارۃً احکام بیان کرتا ہے جب سونے اور چاندی کی مقداریں ان کی زکوۃ کی ادائیگی کے لئے قابل ضم ہوں۔

جدول برائے اختلاطات زر و سیم معہ اشارہ احکام اس طرح ہے

سنہری / نقرہ	نصاب سے کم	نصاب بے عفو	نصاب با عفو
نصاب سے کم	دونوں کا کل بہ لحاظ انفع ملائیں	چاندی کو سونا کریں	سونے کا عفو اور چاندی کا کل بلحاظ انفع ملائیں
نصاب بے عفو	سونے کو چاندی کریں	ہر ایک کی جدا زکوۃ اور ملانا ہی ہو تو لحاظ انفع	سونے کے عفو کو چاندی کریں
نصاب با عفو	چاندی کا عفو اور سونے کا کل بہ لحاظ انفع ملائیں	چاندی کے عفو کو سونا کریں	دونوں عفووں کو بہ لحاظ انفع ملائیں

ہر چند کہ اس جدول نے اختلاطات زر و سیم کا مسئلہ واضح کردیا مگر بوجہ پیچیدگی عام مسلمین کی تقریب فہم کے لئے آپ نے اس کو ۱۲ مثالوں سے بھی مزید روشن کیا ہے۔

آخر میں لکھتے ہیں: "(ہم نے) ان مسائل کو ایسی شرح و تکمیل و بسط جلیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شائد ان کی نظیر کتب میں نہ ملے امید کرتا ہوں جو شخص (کم علم ہو تو کسی عالم کامل سے استفادہ کرکے) ان سب کو بغور کامل خوب سمجھ لے گا وہ ہزار مسائل زکوۃ کا حکم ایسا بیان کرے گا جیسے کوئی عالم محقق بیان کرے۔"

آپ کے ہاں سے سالانہ سحرو افطار کے نقشے بھی جاری ہوتے تھے جو برصغیر میں مختلف شہروں کے اوقات کے فرق کے ساتھ استعمال میں آتے تھے۔ آپ نے جدول برائے تحویل تاریخ عیسوی بہ ہجری بھی بنا رکھا تھا' اس کی نقول دیا کرتے تھے۔

آپ نے جدول برائے جنتری شصت سالہ فارسی میں تصنیف فرمائی۔

اوقات صوم و صلوۃ اور سمت قبلہ :

وقت آپ کا خاص موضوع ہے اور فن توقیت پر آپ کی قدرت حد درجہ حیرت خیز ہے۔ خود فرماتے ہیں :

"اوقات صحیح نکالنے کا فن، جسے علم توقیت کہتے ہیں، ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علماء اس سے غافل ہیں۔ نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہیئات کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے۔"

فن توقیت پر آپ کی تقریباً بیس تصانیف کتب، رسائل، تراجم اور حواشی کی صورت میں ڈاکٹر حسن رضا خان نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ(Thesis) "فقیہہ اسلام" میں شمار کی ہیں (۲۰)۔ آپ نے اوقات صوم و صلوٰۃ کی تخریج میں کتاب "زیج الاوقات للصوم و الصلوات" تصنیف فرمائی۔

توقیت اور سمت قبلہ کی تخریج کے مسائل میں آپ علم ریاضی کے ساتھ ساتھ معلومات کے جدید ذرائع مثلاً اٹلس (Atlas)، ناٹیکل المنک (Nautical Almanac) اور مشاہدہ فلک کے لئے غالبا دوربین وغیرہ سے بھی مدد لیتے۔ لوگارثم میں آپ چیمبر کے سات ہندسی لوگارثمی جداول (Chamber s seven- figure logarithmic tables)استعمال فرماتے۔

سحرو افطار کے نقشے کے ایک مطالبے کے جواب میں فرماتے ہیں :

"نقشے بھیجتا ہوں الموڑے اور بریلی میں اس ماہ مبارک میں سحری کا اوسط تفاوت منفی سوا پانچ منٹ ہے، یعنی اتنے منٹ وقت بریلی سے پہلے ختم ہے اور افطار کا اوسط مثبت سوا منٹ ہے یعنی بریلی سے سوا منٹ بعد۔ لیکن یہ حساب ہموار زمین کا ہے پہاڑ پر فرق پڑے گا اور وہ فرق بتفاوت بلندی متفاوت ہوگا۔ اگر دو ہزار فٹ بلندی ہے تو غروب تقریباً ۴ منٹ بعد ہوگا اور طلوع اسی قدر پہلے۔ لہٰذا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ جگہ کس قدر بلند ہے جواب نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی دن کے طلوع یا غروب کا وقت صحیح گھڑی سے دیکھ کر لکھو تو میں اس سے حساب کرلوں کہ وہ جگہ کتنی بلند ہے۔"(۲۱)

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ وہ سحرو افطار کے وقت کا سیکنڈ تک حساب فرما رہے ہیں اور سیکنڈ وقت کی بشری تقسیم میں شمار کی آخری اکائی ہے!

اس فتویٰ میں آپ علمی لحاظ سے نہایت وجیہ ریاضی دان اور ہیئت داں نظر آتے ہیں۔۔

سہاور ضلع ایٹہ سے ایک استفسار کے جواب میں آپ کے جواب کا درج ذیل اقتباس بھی علم توقیت میں آپ کی ژرف نگاہی کا شاہد عدل ہے :

"سہاور میں جس کا عرض شمالی ......48 '27 (ڈگری) اور طول مشرقی ....'53 '78 (ڈگری) ہے پنجم ماہ مبارک روز شنبہ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۱۰ء کو غروب آفتاب ریلوے صحیح وقت سے چھ بج کر سوا چھبیس منٹ پر ہوا تو وہ گھڑی جس سے ساڑھ چھ پر افطار کیا گیا اگر صحیح تھی روزہ بے تکلف ہوگیا کہ غروب آفتاب کو پونے چار منٹ گزر چکے تھے ...... ریلوے وقت سہاور کے اپنے وقت سے چودہ منٹ اٹھائیس سیکنڈ تیز ہے۔"(۲۲)

اس مقام پر آپ کے فتاویٰ میں سے اہلیت کی شرعی حیثیت کے بارے میں آپ کے ان دو ارشادات کا بیان بے محل نہ ہو گا کہ "بے علم فتویٰ سخت حرام ہے" اور "جاہل کو طبیب بننا حرام ہے۔"

سمت قبلہ نکالنے کے لئے آپ نے ایک رسالہ بہت بسط و تفصیل سے تصنیف کیا ہے جس میں متعدد قواعد خود آپ کے ایجاد کردہ شامل ہیں۔ ان قواعد کے بارے میں علم توقیت کے ماہر مولانا ظفرالدین بہاری اپنی کتاب "الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت" میں رقم طراز ہیں :

"جس مقام کا عرض بلد اور طول بلد معلوم ہو (ان قواعد سے) نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے۔ آسانی اتنی کہ ان سے سہل تر بلکہ ان کے برابر بھی اصلا کوئی قاعدہ نہیں۔"

مساجد کی سمت قبلہ کی صحت اور اس بنا پر نماز کی درستی کی دینی اہمیت کے خیال سے آپ نے برصغیر کے تقریباً تمام اہم شہروں کی جہت قبلہ نکال کر ایک جدول میں بہ ترتیب حروف تہجی اس رسالہ میں شامل کردئے اور اس جدول میں شامل ہر مقام کے ساتھ طول بلد اور عرض بلد بھی دے دیا تاکہ اگر کوئی خود نکالنا چاہے تو سہولت ہو۔ آپ نے اپنے رسالہ "ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال" (۲۳)میں اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ کسی مسجد یا مصلی کی جہت قبلہ کا جہت قبلہ حقیقہ سے جب تک پینتالیس درجے کا انحراف نہ ہو' اس کی سمت قبلہ باقی رہتی ہے۔

وقت مطلوب شرعی کے سلسلے میں آپ فقط برہان ہندسی پر ہی اعتماد نہ کرلیتے بلکہ اس کے نتیجہ کو اتنے ہی قوی مشاہدہ اور تجربہ سے بھی پرکھتے کیونکہ شرع مطہرہ کا مدار ہی رویت

پر ہے۔

خود فرماتے ہیں :

"شریعت مطہرہ نے نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و عدت و طلاق و ایلہ وغیرہ ذالک امور کے لئے اوقات مقرر فرمائے یعنی طلوع صبح و شمس و غروب شمس و شفق و نصف النہار و مثلین و روز و ماہ و سال، ان سب کے ادراک کا مدار رویت و مشاہدہ پر ہے۔ ان سب میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب و قانون عقلی سے مدرک ہوجاتا۔ ہاں رویت و مشاہدہ ان سب کے ادراک کو کافی ہے۔"(۲۴)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام احمد رضا رویت و مشاہدہ کو کس درجہ اہمیت دیتے ہوں گے۔ لہٰذا آپ کے سارے حسابات رویت و مشاہدہ پر ٹھیک ٹھیک پورے اترتے۔

وقت طلوع و غروب نکالنے کے قاعدے جو علم ہیئات کی عام کتابوں میں دئے ہوتے ہیں، امام احمد رضا ان قاعدوں کو وقت مطلوب شرعی معلوم کرنے کے لئے ناکافی (Inadequate) سمجھتے ہیں۔ آپ ان قاعدوں پر اضافے (Improvements) جو انہیں وقت مطلوب شرعی نکالنے میں کافی بنانے کے لئے ضروری ہیں، یوں بیان کرتے ہیں : "شرع مطہر محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیہ میں اس طلوع و غروب (نجومی) کا کچھ اعتبار نہیں، طلوع و غروب عرفی درکار ہے یعنی جانب شرق، آفتاب کی کرن چمکنا یا جانب غروب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہوجانا۔ اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم درمیان ہوتا تو وقت نہ تھی .... مگر بالائے زمین ۴۵ میل سے ۵۲ میل تک علی الاختلاف بخارات و ہواء غلیظ کا محیط ہونا اور شعاع بصر کا پہلے اس ملاء غلیظ پھر اس کے بعد ملاء صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا حکیم عزوجل کے حکم سے اشعہ بصریہ کے لیے موجب انکسار ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب شرق افق حقیقی پر آئے ہمیں نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب باآنکہ افق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے۔ یہ انکسار ہی وہ چیز ہے جس نے صدہا سال موقتین کو پیچ و تاب میں رکھا اور طلوع و غروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا اور یہی وہ بھاری پیچ ہے جس سے آج کل عام جنتری والوں کے طلوع و غروب غلط ہوتے ہیں۔

اس انکسار کی مقدار مدت دریافت کرنے کو عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا جس سے وہ محتاج رویت نہ رہتی۔ ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس کی مقدار اوسطا

33 دقیقہ فلکیہ ہے۔ اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا کہ ان 33 دقیقوں سے اختلاف منظر کے 9 ثانیے منہا کرکے باقی پر اس کا نصف قطر شمس زائد کریں۔ یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی یعنی طلوع یا غروب کے وقت آفتاب افق حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا۔ جب قدر انحطاط معلوم ہوگی تو دائرہ ارتفاع کے اجزاء سے وقت و طالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علم ہیئات و زیج میں دیئے ہوئے ہیں' راہ پائی اور ہمیں حکم لگانا آسان ہوگیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن اتنے گھنٹے' منٹ' سیکنڈ پر آفتاب طلوع کرے گا اور اتنے پر غروب۔"(۲۵)

موجودہ سائنس اس اشعہ بصریہ کے انکسار کو دوسری جانب سے انعطاف نور (Refraction of Light) کے نام سے جانتی ہے۔

بیولا ٹینن بام اور میراسٹل مین اپنی کتاب "روشنی کیا ہے؟" میں لکھتی ہیں :

"سورج کو صبح افق پر طلوع ہونے سے قبل اور شام افق کے نیچے غروب ہوجانے کے بعد بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اس صورت میں روشنی کو جن راستوں سے گزرنا پڑتا ہے وہ خلا اور فضا ہیں۔ خلاء سے گزر کر ہماری دنیا کی فضا میں داخل ہوتے وقت روشنی کی رفتار سست ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اس میں خم آجاتا ہے۔

ہم میں سے بہت سے لوگوں کو اس بات کی خوشی ہوگی کہ انعطاف نور کی بدولت ہمارے دن کچھ بڑے ہوگئے ہیں۔"(۲۶)

اسی بات کو مزید واضح کرنے کے لئے مصنفین نے ذیل میں دی گئی شکل بنائی ہے۔
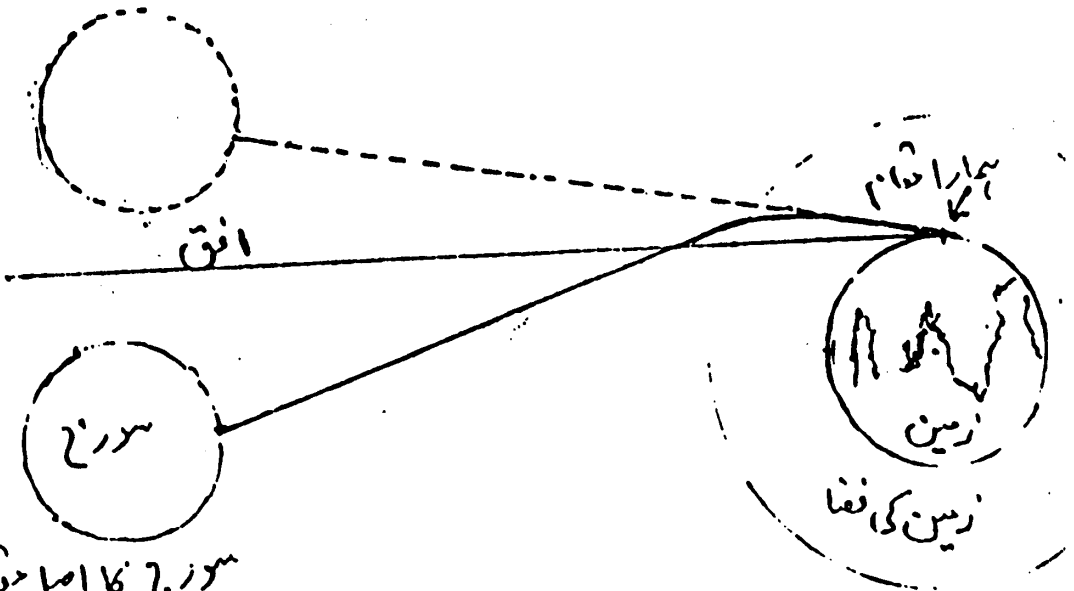
امام احمد رضا نے متذکرہ بالا انکسار کی تحقیق یہیں پر بس نہیں کی' اس انکسار پر موسمی

اثرات کا بھی جائزہ لیا۔

فرماتے ہیں :

”معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا کثافت اگرچہ انکسار میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے جس کا ادراک تھرمامیٹر اور بیرومیٹر سے ممکن اور وہ قبل از وقوع نہیں ہو سکتا مگر یہ تفاوت معتدبہ نہیں جس سے احکام شرعیہ میں کوئی فرق پڑے۔ یونہی مثلیں و سایہ ادراک ...... (میں) بھی اسی انکسار کا قدم درمیان میں ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمت الراس نہ ہو انکسار کے پنجے سے نہیں چھوٹ سکتا مگر رویت نے انکسار افقی کلی بتایا اور تناسب سے انکسارات جزئیہ مدرک ہوئے جن کی جدول فقیر نے اپنی تحریرات ہندسیہ میں دی ہے۔ اس کے ملاحظہ سے پھر انہیں قوانین نے راہ پائی اور ہر روز کے لئے وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا۔“(۲۷)

طلوع صبح کے وقت مقدار انحطاط شمس جاننے کی طرف بھی برہان عقلی کو راہ نہیں‘ مدار صرف رویت پر ہے لہٰذا جو قاعدہ ہوگا رویت سے ہی مستفاد ہوگا۔

امام احمد رضا کے ذاتی مشاہدے اور تجربے کے مطابق :

”صبح صادق کے لئے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتدا کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب 18 ہی درجے زیر افق پایا ہے۔“(۲۸)

اوقات مکروہہ کی مدت :

طلوع آفتاب سے کچھ وقت بعد تک اور غروب آفتاب سے کچھ وقت قبل نماز کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہے یہ وقت حنفیہ کے نزدیک طلوع آفتاب سے اس وقت تک ہے کہ قرص آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی رہے اور غروب آفتاب سے قبل اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب نگاہ قرص آفتاب پر بے تکلف جمنے لگے۔

امام احمد رضا کے تجربے اور مشاہدے کے مطابق یہ وقت تقریباً بیس منٹ ہے۔ آپ نے نہ صرف فقط تجربے اور مشاہدے سے یہ عرصہ کراہت معلوم کیا بلکہ اپنی طبیعت میں راسخ تحقیقی رویہ کے عین مطابق اس مظہر فطرت کی کنہ بھی دریافت کی۔

آپ فرماتے ہیں کہ زمین کے سب طرف کرۂ بخار ہے جو ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر ہے‘ جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے۔ تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حائل ہوگا اتنا ہی

نور کم نظر آئے گا اور نگاہ زیادہ پڑے گی۔ آپ نے کرہ باد کو ۴۵ میل بلند لے کر ثابت کیا کہ ایک ناظر (ن) اور مشرق سے طلوع ہوتے سورج کے درمیان افقی سیدھ میں (ن سے الف تک' دیکھئے شکل) 598 میل سے بھی زائد اس کرہ باد کے بخارات حائل ہوں گے۔ جوں جوں سورج بلند ہوگا توں توں یہ فاصلہ کم ہوتا جائے گا اور ٹھیک سمت الراس پر یہ فاصلہ ن ب = 45 میل ہوجائے گا۔

ظاہر ہے کہ اگر کرہ باد کو 52 میل بلند لیا جائے تو اس کا اور بھی زیادہ حصہ حائل ہوگا۔

آپ کے بیان کا ثبوت حسب ذیل ہے :
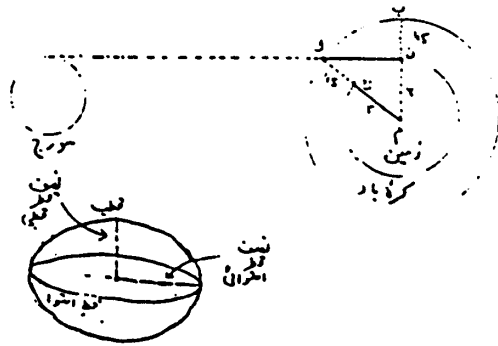
زمین کا نصف قطر استوائی = 3963.296 میل

زمین کا نصف قطر قطبی = 3949.79 میل

زمین کا نصف قطر معدل = 7913.086/2 = 3956.543 میل = r

مثلث الف ن م میں مسئلہ فیثا غورث کی رو سے :

ن الف = 598.42616 میل

= 963.07355 کلومیٹر

امام احمد رضا کے اسلوب تحقیق کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انہوں نے اپنی تحقیقات میں نہ نری کتابوں پر بھروسہ کیا نہ خالی دلائل ہندسہ پر اور نہ فقط تجربہ و مشاہدہ پر بلکہ ان سب کو جمع کیا اور احقاق حق کے اس عمل میں بہت کچھ کام اپنی ذہنی جدتوں سے لیا۔

مسافت قصر کا تعین :

مسافت قصر کے تعین کے لئے جہاں آپ نے قول مفتی بہ 11 1/4 (سوا گیارہ) کوس کو' جسے ظہیریہ و محیط برہانی ونہایہ و کفایہ شروع ہدایہ و خزانۃ المفتین وغیرہ میں علیہ الفتوی کہا' مدنظر رکھا وہاں اس مقدار کو اپنے بلد میں شرع کی شرائط کے مطابق تجربہ سے بھی حاصل کیا اور اسے رائج الوقت میں بھی تبدیل کیا۔

فرماتے ہیں : "یہاں اقصر ایام یعنی تحویل جدی (یعنی ۲۲ دسمبر) کے دن میں فجر سے زوال تک سات ساعت کے قریب وقت ہوتا ہے اور شک نہیں کہ پیادہ اپنی متعدل چال سے سات گھنٹہ میں بارہ کوس بے تکلف چل لیتا ہے جس پر بارہا کا تجربہ شاہد۔"(۲۹)

یہ بات بھی ان کے تحقیق کے منفرد اسلوب کی شاہد عدل ہے کہ انہوں نے فن توقیت میں عین حق تک رسائی کے لئے اپنے ارشاد کے مطابق : "نہ نری کتابوں پر بھروسہ کیا نہ خالی دلائل ہندسہ پر اور نہ فقط تجربہ و مشاہدہ پر بلکہ سب کو جمع کیا ...... کہ برہان و عیان مطابق ہوگئے۔"(۳۰)

ایک منزل کا تعین

ایک منزل = 12 کوس

ایک کوس = 8/5 میل

لہٰذا ایک منزل = 19.2 میل

=30.8994 کلومیٹر

مسافت کا قصر کا تعین

مسافت قصر = تین منزلوں کا فاصلہ 3/5۔57 میل

= 92.6982 کلومیٹر

= 93 کلومیٹر (تقریباً)

فرسخ یا فرسنگ میں ایک منزل اور مسافت قصر

3 میل = ا فرسنگ

مسافت قصر = 19.2 فرسنگ

موسم اور کیلنڈر

ایک فتویٰ میں اس سوال کے جواب میں کہ ماہ رمضان شریف کبھی موسم گرما اور کبھی

موسم سرما وغیرہ میں کیوں ہوتا ہے' آپ نے برصغیر میں رائج تینوں کیلنڈروں پر دلچسپ مگر غائیت درجہ محققانہ تبصرہ فرمایا جو تقویم کے موضوع پر آپ کی گرفت کا عکاس ہے۔

عربی کیلنڈر کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں :

"موسموں کی تبدیلی خالق عزوجل نے گردش آفتاب پر رکھی ...... یہ آفتاب کا ایک دور ہے کہ تقریباً 365 دن اور پونے چھ گھنٹے میں کہ پاؤ دن کے قریب ہوا' پورا ہوتا ہے اور عربی شرعی مہینے قمری ہیں کہ ہلال سے شروع اور 30 یا 29 دن میں ختم۔ یہ بارہ مہینے یعنی قمری سال 354 یا 355 دن کا ہوتا ہے تو شمسی سال سے دس گیارہ دن چھوٹا ہوتا ہے۔"(۳۱)

اس کے بعد قمری اور شمسی سال میں 1 دن کا فرق فرض کرکے سائل کو رمضان شریف کی موسموں میں گردش سمجھاتے ہیں۔ پھر بکرمی کیلنڈر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں : " بعینہ یہی حال ہندی مہینوں کی ہوتی اگر وہ لوند نہ لیتے۔ انہوں (یعنی ہندوؤں) نے سال رکھا شمسی اور مہینے لیے قمری ...... لہٰذا ہر تین سال پر وہ ایک مہینہ مکرر کر لیتے ہیں تا کہ شمسی سال سے مطابقت رہے ورنہ کبھی جیٹھ جاڑوں میں آتا اور پوس گرمیوں میں۔" (۳۲)

پھر عیسوی کیلنڈر پر تبصرہ فرماتے ہیں : بلکہ نصاریٰ جنہوں نے سال و ماہ سب شمسی لیے یہ چوتھے سال ایک دن بڑھا کر فروری ۲۹ کا نہ کرتے تو ان کو بھی یہی صورت پیش آتی کہ کبھی جون کا مہینہ جاڑوں میں ہوتا اور دسمبر گرمیوں میں۔"(۳۳)

اس کی وجہ کے بیان کے دوران آپ نے اعداد و شمار کی مقداروں کی کسرات کو تحفظ دیتے ہوئے تقریباً' زائد کچھ کم وغیرہ کے الفاظ کا استعمال کیا ہے' ریاضی اور ہیئت کا طالب علم ان الفاظ کے پس پردہ ادق احتیاط اور تقویم کے موضوع پر آپ کی دسترس کو بہ آسانی دیکھ سکتا ہے۔

وجہ کے بارے میں رقم طراز ہیں :

"یوں کہ سال 365 دن کا لیا اور (حقیقت میں ہوتا ہے 365 دن اور تقریباً پونے چھ گھنٹے کا 'لہٰذا) آفتاب کا دورہ ابھی چند گھنٹے بعد کو پورا ہوگا کہ جس کی مقدار تقریباً چھ گھنٹے تو پہلے سال شمسی' سال دورہ یافتہ سے (تقریباً) ۶ گھنٹے پہلے ختم ہوا' دوسرے سال (تقریباً) 12 گھنٹے پہلے' تیسرے سال (تقریباً) 18 گھنٹے پہلے' چوتھے سال تقریباً ۲۴ گھنٹے اور ۲۴ گھنٹے کا

ایک دن رات ہوتا ہے لہٰذا ہر چوتھے سال ایک دن بڑھا دیا کہ دورہ آفتاب سے مطابقت رہے لیکن دورۂ آفتاب پورے چھ گھنٹے زائد نہ تھا بلکہ تقریباً پونے چھ گھنٹے۔ تو چوتھے سال پورے ۲۴ گھنٹے کا فرق نہ پڑا تھا بلکہ تقریباً 23 گھنٹے کا اور بڑھا لیا ایک دن کہ 24 گھنٹے ہے۔ تو یوں ہر چار سال میں شمسی سال دورۂ آفتاب سے کچھ کم ایک گھنٹہ بڑھے گا' سو برس بعد تقریباً ایک دن۔

لہٰذا صدی پر ایک دن گھٹا کر پھر فروری 28 دن کا کر لیا۔"(۳۴)

آخر میں ایک فقرہ پوری ریاضیاتی گہرائی اور گیرائی سے لکھا' جو فقط ایک ژرف نگاہ محقق ہی کہہ سکتا ہے اور وہ یہ کہ :

"اسی طرح اور دقیق کسرات کا حساب ہے"(۳۵)

مراجع

(۱) معارف رضا (دوسرا یادگاری مجلہ) مطبوعہ کراچی' ص۔ ۲۰۹

(۲) ملفوظات ۔ مطبوعہ دارا لتبلیغ' ۳۸ اردو بازار لاہور' ص۔۱۱

(۳) احکام شریعت' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' بندر روڈ' کراچی۔ ص ۔۱۴۰

(۴) فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (حصہ چہارم) مطبوعہ مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ' لاہور ص۔۶۸

(۵) فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (حصہ چہارم) مطبوعہ مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ' لاہور۔ص۔۴۹

(۶) فتاویٰ رضویہ جلد دہم (نصف اول) مطبوعہ مکتبہ رضا ایوانِ عرفان بیسلپور ضلع پیلی بھیت' ص۔۶۸

(۷) فتاویٰ رضویہ جلد دہم (مکمل) مطبوعہ' ادارہ تصنیفات امام احمد رضا۔ کراچی ص۔۱۳۰

(۸) احکام شریعت ' مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی' بندر روڈ' کراچی۔ص۔ ۲۲۴

(۹) احکام شریعت ' مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی' بندر روڈ' کراچی۔ص۔ ۲۲۴

(۱۰) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم' مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ' لائل پور ص۔۴۹۵

(۱۱) فتاویٰ رضویہ جلد اول (جدید) مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن' جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور۔ص۔۵۷۹

(۱۲) فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (قدیم) (حصہ چہارم) مطبوعہ مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ لاہور۔ص۔۴۹

(۱۳) فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (قدیم) (حصہ چہارم) مطبوعہ مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ لاہور۔ص۔۶۵

(۱۴) فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (قدیم) (حصہ چہارم) مطبوعہ مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ لاہور۔ص۔۷۴

(۱۵) فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (قدیم) (حصہ چہارم) مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور۔ص۔۴۷

(۱۶) فتاویٰ رضویہ جلد دوم (جدید) مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ص۔۲۸۵

(۱۷) فتاویٰ رضویہ جلد دوم (جدید) مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔ص۔۶۸۷

(۱۸) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ لائل پور۔ص۔۴۹۶

(۱۹) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور۔ص۔۳۸۲

(۲۰) فقیہ اسلام از ڈاکٹر حسن رضا خان مطبوعہ اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ۔

(۲۱) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ لائل پور ص۔۶۴۸

(۲۲) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ لائل پور ص۔۴۴۹

(۲۳) فتاویٰ رضویہ جلد سوم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ۔ لائل پور، ص۔۳۸

(۲۴) فتاویٰ رضویہ جلد جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ۔ لائل پور ص۔۶۴۳

(۲۵) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ۔ لائل پور۔ص۔ ۴۵۔۶۴۴

(۲۶) "روشنی کیا ہے؟" از Beulah Tennenbaum and Myra Stillman مطبوعہ اردو اکیڈمی سند[illegible]چی۔ ترجمہ ضمیر علی۔ ص۔۴۳

(۲۷) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور۔ص۔۶۴۴

(۲۸) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور۔ص۔۶۴۵

(۲۹) فتاویٰ رضویہ جلد سوم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور۔ص۔۶۸۰

(۳۰) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور۔ص۔۶۲۲

(۳۱) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور۔ص۔۵۱۸

(۳۲) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور۔ص۔۵۱۸

(۳۳) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور۔ص۔۵۱۹

(۳۴) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور۔ص۔۵۱۹

(۳۵) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور۔ص۔۵۹

"شاگرد پر استاد و معلم کے حقوق"

عالم کا جاہل اور استاد کا شاگرد پر ایک ایسا حق ہے برابر اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاد کے حقوق واجب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اس سے درکار ہو خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کرلینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لیے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کے رشتوں سے ایک رسی کھول دی اور استاد کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہوا تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے قال اللہ تعالی ان الذین ینادونک وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون۔ ولا انھم صبر واحتی تخرج الیھم لکان خیر الھم واللہ غفور رحیم۔ عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموما اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصا نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ہاں اگر وہ کسی خلاف شرع بات کا حکم کرے ہرگز نہ مانے کہ لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالی مگر اس نہ ماننے میں گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے۔

(فتاوی رضویہ، جلد دہم ص ۹۶، ۹۷)

امام احمد رضا اور علمائے کراچی

○

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

(شعبہ ارضیات، جامعہ کراچی)

امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ برصغیر ہی کے نہیں عالم اسلام کے جلیل القدر عالم، فقیہ، مفسر، مفکر، اور بہت بڑے سائنسداں بھی تھے۔ آپ کی وجہ شہرت آپ کا تفقہ فی الدین ہے جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ (فتاویٰ رضویہ) ہے جس کی اب تک ۱۱ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان فتاویٰ کی ترتیب نو کا سلسلہ بھی جاری ہے اور قوی امید ہے کہ رضا فاؤنڈیشن لاھور سے اس کی ۲۰ تا ۲۵ جلدیں شائع ہو سکیں گی۔ فتاویٰ رضویہ کا جتنا مطالعہ کیا جائے امام احمد رضا پر تحقیق کی مزید راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے ڈاکٹر حسن رضا اعظمی پہلے ہی ۱۹۸۰ میں اس پر مقالہ لکھ کر پی' ایچ۔ڈی کی سند حاصل کر چکے ہیں جب کہ جامعہ کراچی سے دو فاضل پروفیسر حضرات مختلف عنوانات پر فتویٰ رضویہ کی روشنی میں اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے تحریر فرما رہے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کے دوران تحقیق کی ایک اور سمت کا تعین ہوا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے پاس برصغیر کے ہر چھوٹے بڑے شہر کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک خاص کر افغانستان، عراق، چین، افریقہ، نیپال، بھوٹان، بنگال، بنگلہ دیش، پرتگال، برما، سیلون سے بھی، استفتاء آتے تھے۔ موجودہ پاکستان کے بھی بہت سے علاقوں سے استفتا آتے خاص کر پنجاب اور سندھ، اس کے علاوہ بلوچستان، پشاور، گلگت، کشمیر سوات جیسے دور دراز علاقوں سے بھی آپ کے پاس ہر خاص و عام کے استفتاء آتے۔ ان مستفتیوں میں نامور علما بھی ہوتے اور مشائخ بھی اس کے علاوہ وکلا، جج صاحبان، مدرسین، دانشور حضرات، اساتذہ اور عام پیشوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی، آپ عادت کے مطابق سب کا فردا فردا جواب

لکھتے یا لکھواتے لیکن جواب ضرور دیتے۔

سر زمین سندھ سے بھی بیشتر علمائے کرام اسی منبع علم و تقویٰ امام احمد رضا کی طرف رجوع کرتے نظر آتے ہیں آپ کی جانب سندھ کے کئی علاقوں سے مثلاً کراچی، سکھر، شکارپور، گڑھی یاسین، حیدر آباد وغیرہ سے علماء مشائخ وغیرہ نے استفتا بھیجے۔ جن معروف علماء و مشائخ نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو استفتاء بھیجے ان میں مندرجہ ذیل نام قابل ذکر ہیں۔ مگر مقالے میں صرف کراچی سے تعلق رکھنے والے علماء و شیخ کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔

۱۔۔ مولانا حافظ عبد اللہ قادری، بھرچونڈ شریف، سکھر

۲۔۔ مولانا سرور احمد شاہ صاحب قادری، گڑھی یاسین

۳۔۔ مولانا مولوی محمد محسن علی ہاشمی شکارپور

۴۔۔ مولوی خدا بخش ڈھرکی، سکھر

۵۔۔ شیخ ھدایت اللہ بن محمود السندی البکری

۶۔۔ مولانا نور محمد السندی الحیدر آبادی

۷۔۔ مولانا عبد الکریم درس، کراچی

۸۔۔ مولانا شاہ غلام رسول القاری، کراچی

۹۔۔ مولوی پیر سید ابراہیم قادری بغدادی، کراچی

۱۰۔ مولانا احمد صدیقی نقشبندی، کراچی

۱۱۔ مولانا عبد الرحیم بیگ، کراچی

۱۲۔ مولانا عبد الرحمٰن مکرانی، کراچی

۱۳۔ مولانا سید کریم شاہ، کراچی

سر زمین سندھ کے کئی جلیل القدر علماء کرام نے امام احمد رضا محدث بریلوی کو ان کی علمی صلاحیتوں کی وجہ سے چودھویں صدی ہجری کا مجدد دین و ملت تسلیم کیا۔ اس بات کا ثبوت ان کی طرف سے بھیجے گئے استفتاء میں بھی موجود ہے۔ امام احمد رضا کے علمی کارنامے خود ان کی حیات میں تمام بلاد اسلامیہ میں سند کی حیثیت اختیار کر چکے تھے چنانچہ علماء حرمین شریفین کے بیشتر علماء و مشائخ نے آپ کو ۱۴ ویں صدی کا مجدد تسلیم کیا۔ سندھ کے جن اکابر علماء نے آپ کو مجدد قرار دیا ان میں مولانا عبد الکریم درس، مولانا حافظ عبد اللہ قادری بھرچونڈ شریف، شیخ ھدایت اللہ بن محمود السندی البکری، مولانا غلام رسول القادری وغیرھم

قابل ذکر ہیں۔ مولانا الشیخ ھدایت اللہ بن محمود السندی البکری (۱) نے امام احمد رضا کی شہرہ آفاق تصنیف لطیف "الدولتہ ولمکیہ بالمادۃ الغیبیہ" کا جب مطالعہ کیا تو اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئے چنانچہ آپ نے اس عربی تصنیف پر ۸ صفحات پر مشتمل عربی زبان میں تقریظ لکھی جس میں امام احمد رضا کی جہاں پذیرائی کی وہیں آپ نے امام احمد رضا کو مجدد دین و ملت بھی تسلیم کیا اس کا اقتباس ملاحظہ کیجئے

"اعلم علماء الزمان و افقہ فقہا الدوران عالم السنہ وحامیھا وقامع البد عہ و مبتد عیھا مجدد المائہ الحاضرۃ و موید الملہ الزاھرۃ محمود الفاضائل و محسور الافاضل.........(۲)

شیخ ھدایت اللہ بن محمود السندی البکری نے یہ تقریظ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں لکھی تھی اس پوری تقریظ کا عربی عکس اور اس کا ترجمہ پروفیسرڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنی تالیف "امام احمد رضا اور عالم اسلام" میں دیا ہے یہاں اردو ترجمہ کا ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے :

بندہ ضعیف جب ۹ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ کو چھٹی مرتبہ زیارت روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسل کے لئے حاضر ہوا تو زیارت کے بعد مواجہ شریف میں جامع الفضائل و الخصائص مولانا محمد کریم اللہ (۳) سے ملاقات

---

(۱)-- شیخ ھدایت اللہ بن محمود الحنفی المٹاروی السندی ۱۲۸۱ء میں حیدر آباد سندھ کے گاؤں مٹاروی پیدا ہوئے آپ نے ابتدائی دینی کتب مولوی عنایت اللہ بن محمود اور مولوی محمد نقلی مٹاروی سے پڑھیں۔ فقہ حدیث کی کتب الشیخ ولی محمد کاتیاری سے پڑھیں پر اعلیٰ تعلیم کے لئے حجاز تشریف لے گئے جہاں مدرسہ الصولتیہ میں مولانا عبد السبحان سے ھدایہ پڑھی ور سند حدیث الشیخ عبد الحق بن شاہ محمد الہ باری اور کئی علماء سے حاصل کی۔ آپ نے کئی حج کئے اور کئی رسائل بھی تصنیف کئے جس میں سے ۴ رسائل عربی زبان میں بھی لکھے۔ آپ کی تاریخ وفات کا سراغ نہیں مل سکا

(ماخوذ نزھۃ الخواطر جلد ۸ ص ۵۲۲ مطبوعہ کراچی)

۲--ڈاکٹر محمد مسعود احمد "امام احمد رضا عالم اسلام" (تقریظ مولانا ھدایت اللہ ص-۱۱۹-۱۲۶) ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۳ء

۳--مولانا محمد کریم اللہ مدنی علیہ الرحمتہ تلمیذ حضرت مولانا عبد الحق مہاجر الہ آبادی نے امام احمد رضا کی معرکتہ الاار تصنیف الدولہ المکیہ پر علماء عرب سے تقاریظ لکھوانے میں بڑی سعی کی ایک نقل ہمیشہ ان کے پاس رہتی جس کی مزید نقل کروا کر وہ علماء کے سامنے پیش کرتے اور اس تقریظ کو آپ بریلی اعلیٰ حضرت کے پاس بھیج دیتے (الملفوظات ص-۵۵)

حاشیہ اگلے صفحہ پر

ہوئی انھوں نے مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا عبد المصطفےٰ الشیخ احمد رضا خان الحنفی القادری کی تالیف جلیل "الدولۃ المکیۃ" کا ذکر کیا۔ میں عرصہ دراز سے اس کا مشتاق تھا یہ میری دیرنیہ آرزو مولانائے مذکور کی وساطت سے پوری ہوئی۔ میں نے کتاب کا مطالعہ کیا اور محظوظ ہوا اور اس قدر مسرور ہوا کہ جس کے بیان سے زبان و قلم دونوں عاجز ہیں۔ میں نے تحقیق و توفیق میں اس رسالے کو خوب سے خوب تر پایا اور مجھے یقین ہو گیا کہ شنید' دید کی مانند نہیں۔

جو کچھ حضرت مولف علامہ کے مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مولف علامہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں یہ الزام سراسر جھوٹ ہے جو مخالفین کے حسد و بغاوت کی پیداوار ہے بلکہ ان کے جہل اور کند ذہن کی دلیل ہے۔"

(ترجمہ : عبد الرحمٰن ٹھٹھوی امام احمد رضا اور عالم اسلام ص ۳-۱)

امام احمد رضا محدث بریلوی کو شہر کراچی سے کئی علماء و مشائخ کے استفتاء موصول ہوئے ان میں قابل ذکر دو حضرات اس شہر کے معروف علماء میں شمار ہوتے تھے ایک مولانا غلام رسول القادری(۴) اور دوسرے مولانا عبد الکریم درس علیہ الرحمتہ مولانا غلام رسول

پچھلے صفحے کا حاشیہ

اعلیٰ حضرت جب دوسری بار حج و زیارت کے سلسلے میں مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے اور علماو مشائخ جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے آتے تو ایک دن مولانا کریم اللہ صاحب نے اعلیٰ حضرت سے فرمایا

"علما تو علما اہل بازار تک کو آپ کا اشتیاق تھا اور یہ جملہ بھی فرمایا کہ ہم سالہا سال سے سرکار میں مقیم ہیں اطراف و آفاق سے علما آتے ہیں جوتیاں چٹخاتے چلے جاتے ہیں کوئی بات نہیں پوچھتا اور تمھارے پاس علما کا یہ ہجوم ہے" (ملفوظات ص ۱۵۷)

مولانا محمد کریم اللہ مدنی نے ۱۳۳۱ھ میں کسی حاجی کے ہاتھ "العروہ" اور "الوسیلہ" کے دو نسخے کراچی میں مولانا غلام رسول القادری کو بھیجے اور خط میں یہ لکھا کہ یہ نسخے مولانا نور محمد قادری کو چکوال پنجاب بھجوادیں وہ پھر بریلی شریف بھیجوادیں گے۔ اس واقعہ کا پتہ اس وقت چلا جب جناب عابد حسین شاہ صاحب مقیم چکوال نے ان دونوں خطوط کی کاپی حال ہی میں صاحبزادہ فرید الدین قادری نبیرہ مولانا غلام رسول القادری کو بھیجیں جنھوں نے اس کی فوٹو کاپی راقم کو بھی پیش کی۔

(۴)-- مولانا حافظ شمس الفقرا ابو الرجا نقیب الاولیا شاہ غلام رسول القادری القلندری ۱۳۰۶ھ میں کراچی

حاشیہ اگلے صفحہ پہ

القادری نے امام احمد رضا کو جب ۱۳۲۷ھ میں ایک استفتا بھیجا تو اس میں تحریرًا آپ کو "مجدد" تسلیم کیا' اس استفتا میں امام احمد رضا کے لئے جو القابات استعمال کئے وہ آپ کی

پچھلے صفحے کا حاشیہ

میں مسجد قصابان صدر سے ملحقہ مکان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولانا حافظ علم الدین قادری (المتوفی ۱۳۲۵ھ) اس مسجد کے امام و خطیب تھے جس کی باقاعدہ بنیاد مولانا غلام رسول قادری کے نانا مولانا محمد بشیر القادری قریشی (المتوفی ۱۳۱۳ھ) نے رکھی اور اول خطیب مقرر ہوئے۔ مولانا حافظ علم الدین قادری نے یہاں اول قرآن و تجوید کا پہلا مدرسہ علمیہ قادریہ کے نام سے (۱۳۱۳ھ) شروع کیا جس میں متعدد قراء پیدا ہوئے اور آپ افضل القراء اور قدوۃ الحفاظ کے القاب سے مشہور ہوئے آپ کے انتقال پر مولانا عبد الکریم درس نے ایک طویل نظم کہی جس کے آخری شعر میں تاریخ وفات بھی ہے۔

تھے وہ سیدھے تو ہے تاریخ بھی سیدھی ان کی
درس نام ان کا لو حافظ علم الدین صاحب

۱۳۲۵ھ

شاہ غلام رسول القادری نے دینی تعلیم اپنے والد اور ماموں حضرت سائیں عبد الغنی القادری القلندری (المتوفی ۱۳۵۷ھ) سے حاصل کی جو آپ کے خسر اور مرشد حق بھی تھے۔ کچھ عرصے مدرسہ درسیہ میں بھی تعلیم حاصل کی شاہ صاحب نے تعلیم کے بعد منازل طریقت کی تکمیل اور اکتساب کے لئے پورے ہندوستان سمیت تمام بلاد اسلامیہ کا سفر کیا اور سینکڑوں جید علماء و مشائخ سے ملاقاتیں کیں جن میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی شاہ عبدالحق الہ بادی شاہ عبد الطیف قادری المدنی اور مولانا ضیا الدین قادری المدنی قابل ذکر ہیں۔ مولانا ضیا الدین قادری المدنی نے شاہ غلام رسول قادری کے لئے اپنے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن کو ہدایت فرمائی کے جب کراچی جائیں تو مولانا غلام رسول قادری سے ضرور ملاقات کریں۔ چنانچہ جب وہ کراچی آئے اور قادری مسجد سولجر بازار پہنچے جس کی بنیاد مولانا غلام رسول نے ۱۹۲۱ء میں رکھی تھی تو ملاقات کے دوران فرمایا کہ

"مجھے میرے والد ماجد نے ہدایت فرمائی تھی کہ میں نہ صرف شرف ملاقات حاصل کروں بلکہ قدم بوسی کا شرف حاصل کروں کیوں کہ میرے والد نے فرمایا کہ میں نے باطن کی نظر میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب کو کراچی شہر میں ولایت کے مقام پر فرد وقت پایا ہے۔"

(رسالہ محراب و ممبر ص۔۲۳)

شاہ غلام رسول قادری نے اپنے آباؤاجداد کے خانقاہی معاملات کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس کو فروغ دیا ان معاملات میں روزانہ بعد نماز عصر کا حلقہ شریف جمعرات کا حلقہ گیارہویں اور سترھویں کا حلقہ' تمام بڑی راتوں کی شب بیداری اور خصوصیت کے ساتھ محرم الحرام کی دس مجلسیں جس میں ہزاروں لوگ شریک ہوا کرتے۔ آج اس سلسلہ کی یہ خدمات سجادہ نشین صاحبزادہ فرید الدین قادری انجام دے رہے ہیں۔ آپ

حاشیہ اگلے صفحہ پر

محبت کا اظہار بھی ہیں اور امام احمد رضا محدث بریلوی کے مقام عظمت کا اعتراف بھی، چنانچہ آپ رقمطراز ہیں۔

مسئلہ : از کراچی صدر بازار انجمن جمعیتہ الاحناف(۵) مرسلہ ابو الرجا غلام رسول صاحب ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

"جناب تقدس ماب مجمع مکارم اخلاق، منبع محاسن اشفاق، سراپا اخلاق نبوی، مظہر اسرار مصطفوی، سلطان العلماء اہل السنہ، برھان الفضلاء الملہ، قدوۃ الشیوخ الزمان، مولانا المخدوم بحر العلوم، اعلیٰ حضرت، امام الشریعت و طریقت مجدد مائتہ حاضرہ، متع اللہ المسلمین بطول بقائھم و دامت علی رؤس المستر شدین فیو ضاتکم و برکاتکم۔ بعد سلام مسنون و اشتیاق روز افزوں، آنکہ بحکم شاوروا حضرت سے التماس ہے کہ ایک عرصہ ہوا غربائے

پچھلے صفحے کا حاشیہ

کی اولاد میں صاحبزادہ علم الدین قادری (المتوفی ۱۹۸۶ء) اور صاحبزادہ بشیر الدین مخفی القادری (المتوفی ۱۹۶۴ء) نے کافی شہرت پائی دونوں صاحبزادگان صاحب تصنیف بزرگ ہوے ہیں حافظ غلام رسول قادری بلند پایہ شاعر بھی تھے اس خانقاہ کی تصوف کی تعلیمات اکثر و بیشتر منظوم کلام کی صورت میں شائع شدہ موجود ہیں چنانچہ کلیات قادری، قادری نامہ اول، دوم، بیاض علمی، منظوم تصوف کی تعلیمات کا بہترین خزانہ ہیں شاہ صاحب کی تصانیف کی تعداد تیس کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے اس میں بیشتر تصانیف منظوم کلام کی صورت میں موجود ہے۔ آپ غلام تخلص استعمال کرتے تھے جو آپ کو بہت مرغوب تھا جس کا اظہار اس طرح فرمایا۔

ہو چکا روز ازل سے یہ غلام قادری
عبد رب العالمین بردہ رسول للہ کا

شاہ غلام رسول قادری سے قادری مسجد سولجربازار میں عالم اسلام کی کئی جید شخصیات نے ملاقات کی ان میں مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی، مولانا ہدایت رسول قادری، مولانا عبد الحامد بدایونی مولانا آغا جان سرہندی، مفتی احمد یار خان نعیمی، مولانا قاسمی مشوری، پیر سید طاہر علاؤالدین الگیلانی، پیر سید عبد القادر سابق سفیر عراق وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ کا وصال ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ نشتر پارک میں حضرت علامہ سید محمد یوسف عزیز الملک سلیمان نے پڑھائی اور قادری مسجد کے احاطے میں تدفین ہوئی۔ آپ کا مزار آج مرجع خلائق ہے اور ہر قسم کی بے ہودگی اور خرفات سے پاک ہے مزار پر نعت خوانی اور قرآن خوانی کے علاوہ خلاف شرع کے عمل کی بالکل اجازت نہیں ہے۔
(تذکرہ علیہ قادریہ صاحبزادہ علم الدین قادری و رسائل محراب و ممبر)

(۵)--حافظ شاہ غلام رسول القادری نے ۱۹۱۳ء/۱۳۳۴ھ میں کراچی میں جمعیت الاحناف کے نام سے ایک انجمن تشکیل دی تھی جس کے قواعد و ضوابط آج بھی [illegible] ہ قادریہ سولجر بازار میں محفوظ ہیں۔ شاہ صاحب

حاشیہ اگلے صفحہ پر

اہلسنت کراچی کی صدائے محزوں نے تا حال کوئی اثر پیدا نہیں کیا۔ جمعہ و جماعت کی جیسی تکلیف ہے ناقابل بیان ہے لہذا دعا فرمایئے۔ اس وقت حضور پر نور وارث سجادہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالی جناب کی دعا کی برکت سے ہم فقیروں کے لئے جامع اہل سنت پیدا کر دے کہ صدر کے مسلمانان اہلسنت فریضہ جمعہ ادا کر سکیں۔ صدر میں دو مسجدیں ہیں اس وقت دونوں پر تصرف ایسی طاقتوں کا ہے جن کے نزدیک دینداری اور مذہب معاذ اللہ جنون ہے...... کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے مکان میں جو کرایہ کا مکان ہے جمع ہو کر جمعہ و عیدین ادا کرسکتے ہیں جناب مجددیہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ قوم کو اور میری تسلی ہو جائے گی۔"

الجواب :

جناب محترم ذی المجد الکرم اکر مکم اللہ تعالیٰ السلام و علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کے سوا نہ مسجد شرط ہے نہ بنا۔ مکان میں بھی ہو سکتا ہے میدان میں بھی ہو سکتا ہے۔ اذن عام درکار ہے۔

بدائع امام ملک العلما میں ہے **"السلطان اذصلے فی داره ان فتح باب داره جازوان لم یاذن للعامته لاتجوز"۔**

در مختار میں ہے **یشترط لصحتها المصر اوفناه و هو ما حوله لاجل مصالحه کدفن الموتی و رکض الخیل و الله تعالی اعلم۔**

(فتاویٰ رضویہ ج سوم ص ۔۷۴۵)

پچھلے صفحے کا حاشیہ

نے تحریک پاکستان میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔۔ اور اس تحریک کے سلسلہ میں سنی کانفرنس کراچی منعقدہ ۱۲، ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء کی صدارت آپ ہی نے فرمائی جس میں مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی اور علامہ سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (صدر آل انڈیا سنی کانفرنس) جیسے اکابر علماء نے تقریر فرمائی تھیں۔۔ ان تمام تقاریر کو مولانا غلام رسول قادری کے صاحبزادے مولانا علم الدین قادری العلمی نے قلم بند کیا تھا۔ جو اس وقت جمعیت سنی جامعہ قادریہ کراچی کے نائب ناظم تھے۔ یہ تمام تقاریر دبدبہ سکندری رام پور کی جلد نمبر ۸۴، شمارہ ۴۴/۴۵ مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء ص۔۳، ۴، ۵ پر شائع بھی ہوئیں ہیں۔

حضرت شاہ غلام رسول القادری کے استفتا کے آخری کلمات کہ "جناب مجددیہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ قوم کی اور میری تسلی ہو جائیگی" بڑی اہمیت کے حامل ہیں کیوں کہ یہ الفاظ و کلمات ایسے شخص کے قلم سے جاری ہو رہے ہیں جس نے نہ صرف برصغیرپاک و ہند کے چپے چپے کا سفر کیا اور علما و مشائخ سے ملاقاتیں کیں بلکہ جس نے عرب و حجاز و عراق جیسے دور دراز علاقوں کا سفر کیا اور وہاں کے مفتیان اور شیوخ سے تبادلہ خیال بھی کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اپنے ذاتی مشاہدے کی روشنی میں بڑی ذمہ داری سے یہ الفاظ قلم بند کر رہے ہیں کہ آپ کے فرمان سے قوم اور میری تسلی ہو جائے گی۔

شہر کراچی کے ایک اور ممتاز عالم دین اور سلسلہ درسیہ کے جلیل القدر شیخ طریقت، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الکریم درس علیہ الرحمہ (۶) کے اعلیٰ حضرت سے بہت گہرے قلمی

---

(۶)-- حضرت علامہ عبد الکریم درس ابن شیخ التفسیر علامہ عبد اللہ درس ابن مولانا خیر محمد درس ابن مولانا عبد الرحیم درس شہر کراچی میں ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ جنھوں نے ۱۱۳ برس کی زندگی پائی اور عمر کے آخری حصہ میں فارسی زبان میں مکمل تفسیر تصنیف فرمائی جس کا نسخہ آج بھی مدرسہ درسیہ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اپنے والد ماجد سے تمام مروجہ علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایران اور جامعہ الازہر تشریف لے گئے جہاں انھوں نے مصری، یمنی اور عراقی علماء سے استفادہ کیا۔ آپ نے سند حدیث شیخ حسین بن محسن الخزرجی سے حاصل کی آپ کی یہ سند و اجازت حدیث کتب خانہ درسیہ میں محفوظ ہے۔ آپ کو سلسلہ قادریہ میں نقیب الاشراف السید آغا عبد السلام الگیلانی (المتوفی ۱۳۴۰ھ سے) بیعت و خلافت حاصل ہے۔ آپ کے عالم اسلام کے جید علماء کرام سے گہرے مراسم تھے خصوصا امام احمد رضا خان محدث بریلوی مولانا ہدایت رسول، شاہ عبد العلیم صدیقی مدنی، ابو الحسنات قادری (صاحب تفسیر الحسنات) مولانا ابولبرکات، سید دیدار علی شاہ الوری مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی، پیر سید جماعت علی شاہ، پیر سید تراب علی شاہ وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے ۱۸۷۲ء میں مدرسہ درسیہ کی باقاعدہ کراچی کے صدر کے علاقے میں بنیاد ڈالی۔ یہاں سے فارغ ہونے والوں میں مولانا مفتی محمد حسین ٹھٹوی (جد امجد مولانا حافظ ڈاکٹر عبد الباری صدیقی سیکریٹری اطلاعات نشریات ادارہ ھذا)، مولانا عبد الرحمٰن بلوچ خضدار بلوچستان مولانا حافظ غلام رسول قادری، مولانا مفتی محمد صدیق مکران اور مولانا حافظ خدا بخش بلوچ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے طرابلس، بلقان ترکی کے جنگ سے متاثرین کے لئے ۱۹۱۳ء میں قاضی عبد العزیز پیر محمد فاروق سرہند اور عبد اللہ ہارون کے ساتھ مل کر خطیر مالی امداد بہم پہنچائی تحریک پاکستان میں بھی آزادی کی جنگ میں انگریزوں کے خلاف بڑی خدمات انجام دیں۔ آپ نے ۱۳۴۴ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے صاحبزادہ ظہور الحسن درس نے تحریک پاکسان کے حوالے سے بڑی شہرت پائی۔ آپ کا وصال بھی کراچی میں ۱۹۷۳ء میں ہوا۔ آپ کی اولاد میں مولانا اصغر درس اور حکیم محمد اکبر درس آج بھی اہلسنّت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(ماخوذ مضمون عبد الکریم درس مرتبہ مولانا محمد اصغر درس جنگ ۱۲ مارچ ۱۹۹۳ء)

ذاتی اور گھریلو تعلقات تھے۔ مولانا عبد الکریم کو جن کا قیام کراچی کے علاقہ صدر میں تھا اس بات کا اعزاز حاصل ہے کہ امام اہلسنت نے جب کراچی شہر میں ۱۹۰۶ء میں دوسرے حج سے واپسی پر قدم رنجا فرمایا تو مدرسہ درسیہ میں ۵-۶ دن قیام رہا اس واقعہ کا ذکر امام احمد رضا محدث بریلوی نے خود ملفوظات میں تفصیل سے کیا ہے چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں

"جدہ پہنچ کر جہاز تیار ملا بمبئی کے ٹکٹ بک رہے تھے' خریدے اور روانہ ہوئے۔ جب عدن پہنچے معلوم ہوا کہ جہاز والے نے کہ رافضی تھا' دھوکا دیا' عدن پہنچ کر اعلان کیا کہ جہاز کراچی جائے گا۔ ہم لوگوں نے قصد کیا کہ اتریں اور بمبئی جانے والے جہاز میں سوار ہوں۔ اتنے میں انگریز ڈاکٹر آیا اور اس نے کہا بمبئی جانے والوں کو قرنطینہ میں رہنا ہو گا۔ ہم نے کہا کہ اس مصیبت کو کون جھیلے اس سے کراچی ہی بھلی راستے میں طوفان آیا اور ایسا سخت کہ جہاز کے لنگر ٹوٹ گئے سخت ھولناک آواز پیدا ہوئی مگر دعاؤں کی برکت کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح کی امان رکھی۔

جب کراچی پہنچے ہیں ہمارے پاس صرف دو روپئے باقی تھے۔ اور اس زمانے تک وہاں کسی سے تعارف نہ تھا (۷)۔ جہاز کنارے کے قریب ہی لگا اور عین ساحل چنگی کی چوکی' جس پر انگریز یا کوئی گورا نوکر' اسباب کثیر یہاں محصول تک دینے کو نہیں ہر چیز کی تعلیم ارشاد فرمانے والے پر بے شمار درود و سلام !ان کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا پڑھی وہ گورا آیا اور اسباب دیکھ کر بارہ آنے محصول کہا' ہم نے شکر الٰہی کیا اور بارہ آنے دے دئے۔ چند منٹ بعد وہ پھر آیا' اور کہا نہیں نہیں اسباب دکھاؤ' سب صندوق وغیرہ

---

(۷)--بظاہر یہ تعارض محسوس ہوتا ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ اپنے ملفوظات میں فرما رہے ہیں کہ جب کراچی پہنچے تو اس زمانے تک وہاں کسی سے تعارف نہ تھا جب کہ مولانا اکبر درس و اصغر درس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے مدرسہ درسیہ میں ۵۔ ۶ دن قیام فرمایا ممکن ہے جب اس چھوٹے سے شہر کراچی میں خبر پہنچی کہ ایک حاجیوں کا جہاز بمبئی جانے کے بجائے کچھ عرصے کے لئے کراچی کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو گا اور ان حجاج میں بریلی شریف کے اعلیٰ حضرت بھی قیام پذیر ہیں تو بہت ممکن ہو کہ ملاقات کے اشتیاق میں مولانا درس جہاز میں ملنے گئے ہوں اور ان کو پھر اپنے ساتھ گھر لے آئے ہوں اور اعلیٰ حضرت نے اپنے ملفوظات میں اس واقعہ کو بیان نہ کیا ہو۔ کیوں کہ اور کسی خانقاہ سے یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ اعلیٰ حضرت نے ان کے گھر قیام کیا دوسری طرف اعلیٰ حضرت نے کراچی میں چند یوم قیام ضرور کیا ہے۔ اس لئے اب کوئی شک و شبہ نہیں کہ مدرسہ درسیہ ہی میں قیام کیا تھا۔

دیکھے اور بارہ آنے کہہ کر چلا گیا۔ پھر واپس آیا اور سب صندوق کھلوا کر اندر سے دیکھے اور پھر بارہ آنے ہی کہے اور رسید دے کر چلا گیا۔ اب سوا روپیہ باقی رہا۔ اس میں سے منجھلے بھائی مرحوم مولوی حسن رضا خاں بریلوی کو تار دیا کہ دو سو روپیہ بھیجیں۔"

(ملفوظات مرتبہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی حصہ دوم ص ۱۵۸)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر سید محمد عارف رقمطراز ہیں :

"مولانا احمد رضا خان ۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج سے واپس ہوئے تو کراچی میں سندھ کے مشہور عالم دین مولانا عبد الکریم درس (مدرسہ درسیہ کراچی) کے ہاں قیام فرمایا اور یہیں سے واپس بمبئی گئے۔ مولانا درس کا مولانا بریلوی سے قلمی اور قلبی رابطہ پہلے ہی سے تھا (۸) چنانچہ ان کے خاندانی کتب خانے میں اب بھی مولانا کے خطوط موجود ہیں۔"

(معارف رضا جلد۳ مضمون مولانا احمد رضا بریلوی اور سر زمین سندھ ص-۲۹۸-۲۹۹)

---

(۸)--مولوی دین محمد وفائی نے اپنی سندھی تالیف "تذکرہ مشاہیر سند" میں بھی اس بات کا ذکر مخدوم حسن اللہ پٹائی صدیقی کے تذکرہ میں کیا ہے کہ کراچی میں علم غیب کے مسئلہ پر علما کے دو موقف تھے آپ رقمطراز ہیں۔

"۱۹۱۱ء میں کراچی میں مولوی عبد الکریم درس کے ذریعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے مسئلہ پر زبردست اختلافی طوفان کھڑا ہو گیا تھا(الف) جس میں علما دو حصوں تقسیم ہو گئے تھے۔ دارالرشاد گوٹھ پیر جھنڈو اور مظہر العلوم کراچی (ب) کے علما اس بات کے قائل تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی قدر علم ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے شریعت اور مخلوق کی ھدایات کے لیے عطا کیا ہے مگر مولوی درس اور دوسرے کئی علماء کا کہنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی جزوی اور ما کان ومایکون (جو کچھ ہوگیا اور جو کچھ آئندہ ہوگا) ان سب کا علم ہے علامہ سید اسد اللہ شاہ ٹھکرائی بھی مولوی درس والے گروہ میں شامل تھے۔ پیرزادہ حاجی غلام مجدد صاحب متعلوی کی استدعا پر مخدوم حاجی حسن اللہ صاحب (المتوفی ۱۳۳۹ھ) نے مدرسہ دارالفیض سونوجتوئی میں ہمارے موجودگی میں اس مسئلہ پر ایک رسالہ رکھا جس کا نام "نور العینین فی اثبات علم الغیب سید الثقلین" رکھا اور جس کو درس پٹائی کے علما نے بہت پسند کیا۔

(اردو ترجمہ تذکرہ مشاہیر سندھ حصہ اول ترجم ڈاکٹر عزیز اللہ انصاری ص ۱۷۸-۱۷۹ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۹۱ء)

حاشیہ اگلے صفحہ پہ

مولانا عبد الکریم درس علیہ الرحمہ کے حالات کتابوں میں تو کہیں مذکور نہیں البتہ ان کے نبیرہ محمد اصغر درس صاحب نے اعلیٰ حضرت کی نسبت سے چند اہم واقعات زبانی بتائے جن کو یہاں راقم الحروف قلمبند کر رہا ہے اس سلسلے میں مدرسہ درسیہ میں اس جگہ بیٹھنے کا اتفاق بھی ہوا جہاں اعلیٰ حضرت نے ۵۔۶ دن قیام فرمایا تھا۔ کچھ کتب اور اعلیٰ حضرت کے خطوط بنام مولانا عبد الکریم درس بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مولانا محمد اصغر درس نے جو اہم واقعات سنائے وہ مندرجہ ذیل ہیں :

پچھلے صفحے کا حاشیہ

(الف) نوٹ : اس اقتباس میں مولوی دین محمد وفائی نے قاری کو مغالطہ دینے کی ناکام سعی کی ہے انہوں نے علامہ عبد الکریم درس کے مخالفین کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم ہے جتنا اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ تو علامہ عبد الکریم درس اور ان کے ہمنوا علما کا بھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ علم ہے اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے ذاتی نہیں ہے۔ اختلاف تو اس بات میں تھا اور آج بھی ان دو گروہوں میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا اور کس کس بات کا علم تھا۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ

و انزل اللہ علیک الکتب والحکمتہ و علمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما

(النساء ۴ : ۱۱۳)

اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھایا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔(کنز الایمان)

معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام علوم و امور کو سکھا دیا جن کو سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے۔ واضح ہوا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ "علمک مالم تکن تعلم" عام ہے کسی قسم کا حصر نہیں، جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سکھا دیا اس میں تمام علوم آگئے خواہ غیب کی باتیں ہوں خواہ امور شریعت چنانچہ تمام جمہور مفسرین بیضاوی، مدارک، خازن حسینی وغیرہ نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے کہ خفیات امور ممکنات ضمائر جو تم (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں جانتے تھے ہم نے (اللہ نے) تم کو تعلیم فرما دیئے۔ اور آپ کو ماکان و مایکون یعنی گذشتہ اور آئندہ کے سب امور کا علم ہے۔ علامہ عبد الکریم درس کے گروہ (اہلسنت علماء) کا یہی تفسیری موقف ہے

مولوی دین محمد وفائی کا بیان کردہ واقعہ حقیقت پر مبنی نہیں اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مولوی عبد الکریم درس صاحب نے کوئی انوکھی بات کی یا اس سلسلے میں اپنی طرف سے کوئی روایت گڑھی جس کی وجہ سے علماء دو گروہ میں بٹ گئے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عطائی علم غیب پر اہلسنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ چلا آرہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ تمام علوم ماکان و مایکون کے سکھائے جو آپ نہ جانتے تھے۔

حاشیہ اگلے صفحہ پہ

مولانا عبد الکریم درس نے علم غیب کے موضوع پر سندھی زبان میں ایک رسالہ بعنوان "ایضا الحق" قلمبند کیا تھا جو اس زمانے میں شائع بھی ہوا اس رسالے میں مولانا نے اپنے عقائد اور اعلیٰ حضرت سے محبت کا اظہار ان کلمات کے ساتھ کیا :

"میرے عقائد اس سلسلے میں وہی ہیں جو آج کے دور کے امام الامام

جب کہ دوسرے گروہ کا یہاں تک عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹھ پیچھے کا بھی علم نہیں اس گروہ کا عقیدہ ۱۵۰ سال سے زیادہ قدیم نہیں اس لئے یہ بات غلط ہے کہ مولوی عبد الکریم کے موقف کی وجہ سے طوفان کھڑا ہوا بلکہ طوفان تو مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کتاب تقویت الایمان لکھ کر کھڑا کیا جو اس وقت تک جاری ہے۔ اور جس کی وجہ سے امت مسلمہ فرقوں میں بٹتی چلی گئی۔

(ب)--مدرسہ دار الرشاد اور مظہر العلوم (علاقہ کھڈہ کراچی) دونوں مدارس اہلسنت و جماعت نے قائم کئے تھے جو بعد میں دیوبندیوں کے قبضہ میں آگئے اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان مدارس کو ان علماء نے قائم کیا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ماکان وما یکون تسلیم کرتے تھے۔ مدرسہ دارالرشاد میں کئی سال مسلسل مولانا حافظ علم الدین القادری والد ماجد مولانا حافظ غلام رسول القادری ممتحن کی حیثیت سے مدرسہ جاتے رہے (بحوالہ بشیر مخفی القادری "اقبال اور نظریہ تصوف" مطبوعہ کراچی)

مدرسہ مظہر العلوم کی تاریخ یہ ہے کہ مولانا احمد الدین چکوالی (المتوفی ۱۳۴۷ھ) نے ۱۲۹۸ھ میں حج و زیارت اور وہاں سے تعلیم و تدریس کی اعلیٰ سندیں حاصل کر کے واپسی پر کراچی کے محلہ کھڈہ میں مولانا عبد اللہ کے پاس کچھ عرصے قیام کیا اور وہاں ایک دینی مدرسہ مظہر العلوم قائم کیا جو آج بھی موجود ہے۔

(بحوالہ تذکرہ اکابر اہلسنت مولفہ محمد عبد الحکیم شرف قادری ص-۴۴)

جب یہ مدرسہ مظہر العلوم قائم ہوا مولانا عبد اللہ کے صاحبزادے مولوی محمد صادق طالب علم تھے اور انھوں نے اسی مدرسہ میں مولانا احمد دین چکوالی سے تعلیم حاصل کی چنانچہ مشاہیر علماء دیوبند کے مولف مولوی فیوض الرحمٰن رقمطراز ہیں۔

آپ کے والد مولانا عبد اللہ نے کراچی کے قدیم علاقہ کھڈہ میں سکونت اختیار کی۔ مولوی محمد صادق کراچوی (المتوفی ۱۳۷۲ھ) جن کی پیدائش ۱۲۹۱ھ ہے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ مظہر العلوم میں حضرت مولانا احمد دین چکوالی سے چند سال تک مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں آپ نے ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور پھر واپس کراچی آئے اور مظہر العلوم کھڈہ میں ۲ روپے مشاہرہ پر تدریس کا آغاز کیا۔ اور والد صاحب کے انتقال کے بعد مدرسہ کے مہتمم ہو گئے۔ (تذکرہ مشاہیر علماء دیوبند ص۵۱۷)

مولانا عبد اللہ اہلسنت و جماعت کے عقیدے پر قائم تھے آپ نے حافظ علم الدین قادری کی نماز جنازہ جہانگیر پارک میں ۱۳۲۵ھ میں پڑھائی تھی جس میں اہلسنت کے اور بھی متعدد علما موجود تھے یہ ممکن نہیں کہ علماء اہلسنت کی موجودگی میں کوئی وہابی یا دیوبندی امامت کر سکے۔(رسالہ محراب و منبر خاص نمبر)

"مجدد مائتہ حاضرہ" مولانا احمد رضا بریلوی کے ہیں جو ان کی کتاب الدولہ المکیہ، خالص الاعتقاد، انبا المصطفیٰ وغیرہ میں درج ہیں۔

مولانا عبد الکریم درس نے کراچی شہر میں علم غیب کے مسئلے پر بدمذہبوں کے ساتھ کئی مناظرے بھی کئے اور اپنی کمک کے لئے مولانا درس نے ۱۱-۱۹۱۰ء میں اعلیٰ حضرت کو خط لکھا جس میں اس بات کی استدعا کی کہ کراچی شہر میں اس وقت مسئلہ علم غیب پر زبردست مناظرے جاری ہیں آپ کچھ علماء کو یہاں بھیجیں چنانچہ اعلیٰ حضرت نے مولانا درس کی مدد کے لئے مولانا مفتی ہدایت رسول قادری (المتوفی ۱۹۱۵ء(۹)) کو مناظرہ کرنے کے لئے کراچی بھیجا چنانچہ آپ کراچی تشریف لائے اور بد مذہبوں کو مناظروں میں شکست دی اور اپنے عالمانہ واعظوں کے ذریعہ لوگوں کا ایمان سلامت رکھا اور بد مذہبوں سے توبہ کروائی۔

خلافت مومنٹ کے دوران کا واقعہ ہے کہ کراچی میں ایک سال عید کے چاند کے سلسلے میں اختلاف ہو گیا اس زمانے میں کراچی کے ایک با اثر سیٹھ عبد اللہ ہارون نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے کراچی کے علاقہ کھڈہ کے ایک مولوی محمد صادق کراچوی سے ۲۹ رمضان کو عید کے چاند ہونے کا اعلان کرا دیا اور دوسرے دن عید الفطر کی نماز بھی ادا کروادی مگر مولانا عبد الکریم درس اور دیگر علما نے شواہد نہ ملنے پر شوال کا چاند نظر نہ آنے کا اعلان کیا چنانچہ بہت سے لوگوں نے ۳۰ واں روزہ بھی رکھا اس اعلان کی وجہ سے عبد اللہ ہارون نے مولانا درس اور دیگر علماء کا میمن برادری سے سوشل بائیکاٹ بھی کروایا

---

(۹)--مولانا ہدایت رسول القادری لکھنوی ابن مولانا سید محمد احمد رسول قادری خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا وصال ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء میں ہوا جن کے لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا "آج میرا دست راست جاتا رہا" اور جب کراچی میں مولانا عبد الکریم درس کو اس کی خبر ملی تو آپ نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

میرا دل سوز سے آتش نشا ہے
پگھلتا جس سے مغز استخواہ ہے
اگر ہے بلبل شیراز سعدی
ہدایت بلبل ہندوستان ہے۔
بس اب درس یہ تاریخ کہدو
امام الواعظین معجز بیان ہے
------ ۱۳۳۳ھ ------

(تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت ص ۳۶۳)

مگر مولانا نے اپنے فتویٰ (۱۰) میں صاف صاف لکھ دیا کہ سیٹھ ہارون کو دین کے اندر مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور آپ نے ایک استفتا بنام اعلیٰ حضرت بریلی بھی روانہ کیا اعلیٰ حضرت کی جانب سے فتویٰ مولانا درس کے موقف کی حمایت میں آیا جس پر اعلیٰ حضرت کے دونوں صاحبزادگان کے علاوہ کئی جید علماء کرام کی تصدیقات موجود تھیں۔ پمفلٹ کی شکل میں فتویٰ درس فیملی میں موجود ہے اور راقم نے اس کو دیکھا بھی ہے۔

مولانا محمد اصغر درس نے بتایا کہ جب ان کے والد مولانا ظہور الحسن درس (۱۱) (المتوفی ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء) پیدا ہوئے تو دادا جان نے اعلیٰ حضرت کو اس کی خبر دی کہ ہمارے گھر ظہور الحسن پیدا ہوئے ہیں اعلیٰ حضرت نے تاریخی نام ظہور الحسنین تجویز کیا جس کے ۱۳۲۰ھ عدد بنتے ہیں یہ نام اگرچہ معروف نہ ہو سکا مگر مولانا عبد الکریم درس نے اس نام کو اس طرح تاریخ میں محفوظ کیا کہ جب آپ نے اپنے بیٹے کی تعلیم کے لئے عربی زبان میں ایک رسالہ

---

(۱۰)---مولانا اصغر درس نے بتایا کہ داد جان کے اکثر فتوے ہندوستان سے شائع ہونے والے رسالے الفقیہ میں شائع ہوتے رہے ہیں اور غالباً ان کا یہ فتویٰ بھی کسی شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ مرتب نہیں کیا جا سکا۔

(۱۱)---مولانا ظہور الحسن درس ۱۹۰۵ء /۱۳۲۰ میں کراچی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم والد اور دادا سے حاصل کی ایک اچھے مقرر کی حیثیت سے ملک میں متعارف ہوئے۔ تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے اور صوبہ سندھ میں مسلم لیگ کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا بعد میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں شمولیت اختیار کر لی اور کراچی میں بزم سنیہ قائم کی اس کے زیر اہتمام ۱۲ اکتوبر ۱۹۴٦ء میں عیدگاہ بندر روڈ پر عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں جنرل سیکریٹری کی حیثیت سے خطبہ بھی دیا جس میں آپ نے ایک نظم بھی پڑھی جس کے آخری دو شعر ملاحظہ ہوں۔

لب پر ساقی کے ہے جاری نام پاکستان پاک
رب کوئی دم میں ملے گا جام پاکستان پاک
میں نے پاکستان کی وہ رٹ لگائی ہے ظہور
لوگ کہتے ہیں مجھے بدنام پاکستان پاک

آپ نے اپنی تاریخ وصال خود استخراج کی

نگاہ داشت ان اللہ مع الصابرین

----۲ ۹ ۳ ۱ ھ ----

(ماخوذ اکابر تحریک پاکستان از محمد صادق قصوری ص-۹۹)

بنام "الرسالہ الدرسیہ فی الفرائض الحنفیہ" لکھا تو اس میں اپنے لخت جگر کو اعلیٰ حضرت کے تجویز کردہ نام سے یاد کیا آپ نے بیٹے کو "قرۃ العینین ظہور الحسنین" لکھ کر خطاب کیا۔

مولانا اصغر درس صاحب نے ارشاد فرمایا کہ داداجان علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے بڑی محبت تھی اور اکثر و بیشتر ان کی زبان پر اعلیٰ حضرت کا ذکر خیر رہتا۔ آپ عربی' سندھی' اردو اور فارسی کے بڑے اچھے شاعر بھی تھے چنانچہ آپ نے اپنی ایک نظم میں اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت کا اظہار اس طرح فرمایا

شعروں میں میرے اکثر انداز رضا کا ہے
سچ کہتے ہیں یہ جھوٹے یہ درس رضائی ہے
(مولانا عبد الکریم درس)

اعلیٰ حضرت کے وصال پر مولانا نے کئی تاریخی مادے نکالے اور عربی زبان میں ایک قطع بھی کہا جو مندرجہ ذیل ہے

موت العالم الجلیل موت العالم ۱۳۴۰ھ
مقبول حق احمد رضا ۱۳۴۰ھ

(قطعہ)

فارقنا بغتہ سید احمد رضا
اسکنہ اللہ فی قربہ سبحانہ

ہمت لتاریخہ حین سئلت بہ
فہتف الہاتف !یا احد اغفرلہ

۱۳۴۰ھ

مولانا عبد الکریم درس' نائب اعلیٰ حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ) کی دعوت پر اعلیٰ حضرت کے تیسرے عرس کے موقعہ پر ۱۹۴۴ء میں بریلی تشریف لے گئے مولانا حامد رضا نے اپنے خط میں آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا۔

"آپ جیسے اساطین ملت اور مبلغین کے لئے شرکت از بس ضروری ہے"

مولانا درس کی لائبریری میں یہ خط اور اس وقت کا اشتہار جس میں مولانا درس کو خصوصی مہمان کی حیثیت سے مدعو کیا گیا تھا آج بھی محفوظ ہے۔

مولانا عبد الکریم کا اس عرس شریف میں شرکت سے واپسی کے بعد جلد ہی ۱۳۴۴ھ میں وصال ہو گیا آپ کے وصال پر مولانا مفتی حامد رضا خان قادری بریلوی نے فارسی زبان میں ایک نظم کہی ہے جس میں تاریخی مادہ بھی نکالا' ملاحظہ کیجئے۔

درس عبد الکریم عبد کریم
کرد جان خودش بحق تسلیم
موت العالم لمیتہ العالم
ثلمہ دین احمد بے میم
روح الروح و سقاہ
زاب کوثر و جعفر و تسنیم
درس وعظ حمایت سنت
رد بدعات و طرفہ اہل جحیم
امر معروف نہی عن المنکر
کارا وبود در حیات کریم
درس دین نبی بگو حامد
ختم شد در کراچی ا تسلیم
-- -- ۱۳۴۴ھ -- -- --

(ماخوذ تذکرہ جمیل مولف مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی ص۔۱۷۲)

حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی نے ایک قطعہ عربی زبان میں بھی لکھا تھا جس کو آپ نے کراچی کے ایک معروف بزرگ مولانا غلام رسول القادری کے ساتھ دستی روانہ کیا کہ مولانا درس کے مزار پر اگر کتبہ اب تک نہ لگا ہو تو اس قطعہ کو کتبہ پر لکھ کر لگا دیا جائے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کا شہر کراچی کے کئی اور علماء و مشائخ سے قلمی رابطہ قائم تھا جن میں چند نام قابل ذکر ہیں جن کے استفتاء فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں میں مو.. ہیں مگر افسوس کہ تذکرہ نگاروں نے کراچی کے علماء و مشائخ پر کوئی جامع تذکرہ نہیں لکھا

جس کے باعث ان کے حالات زندگی کا کہیں پتہ نہیں ملتا ضرورت اس امر کی ہے کہ کراچی کے علماء مشائخ پر ایک تذکرہ تیار کیا جائے تاکہ ان کے علمی کارناموں سے آگاہی ہو سکے۔
فتاویٰ رضویہ میں جن علماء و مشائخ کا پتہ چل سکا ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں

۱۔۔ مولانا مرزا عبد الرحیم بیگ
۲۔۔ مولانا عبد الرحیم مکرانی
۳۔۔ مولانا سید کریم شاہ
۴۔۔ مولوی احمد صدیقی نقشبندی
۵۔۔ مولوی پیر سید ابراہیم قادری بغدادی

مولانا مرزا عبد الرحیم بیگ کا کراچی کے علاقے رنچھوڑ لائن سے تعلق تھا آپ ۔۔ ایک استفتا نو مسلم کی سنت ابراہیمی سے متعلق پوچھا تھا آپ کا استفتاء فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم میں موجود ہے۔

مرسلہ : مرزا عبد الرحیم بیگ مدرس جماعت نار واڑی محلّہ رنچھوڑ لین کراچی بندر ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

(بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۴)

مولانا عبد الرحیم مکرانی کراچی کے معروف عالم دین تھے اور مولانا اصغر درس کے بقول آپ ان کے داد مولانا عبد الکریم درس کے شاگرد تھے۔ آپ کے دو استفتاء بزبان فارسی فتاویٰ رضویہ میں ملتے ہیں اس میں سے ایک کا عکس یہاں شامل کیا جا رہا ہے۔

مرسلہ از بندر کراچی محلّہ جمعدار گل محمد مکرانی مرسلہ عبد الرحیم مکرانی ۲۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

"چہ می فرمایند علماء کرام و مفتیان عظام رحمکم و ریکم ! اندرین مسئلہ کہ اگر گروہ صبیاں" قرآن خواندہ یا دیگر اعمال حسنہ کردہ و ثواب آن بہ موتی بخشد شرعا میر سدیانہ بینوا الجواب .سند الکتاب وتوجروا عند اللہ بحسن المآب جواب این مسئلہ .عبارت شافی و دلائل کافی از کتب فقہ حنفیہ و حدیث شریفہ مع حوالہ کتب فقہ نوشتہ و بمواہیر علمائے علام آنجائے علام ثبت نمودہ بفرستند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہند شد۔ چراکہ درباب این مسئلہ درمیان علماء بندر کراچی مباحثہ و اختلاف افتادہ است آخر الامر طرفین برین قرار دادہ اندکہ ہرجو ابیکہ ازعلماء کرام بریلی و ہند باید کہ جانبین تسلیم نمایند۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس استفتاء کا جواب فارسی زبان ہی میں ۵ صفحات پر مدلل دلائل کے ساتھ دیا جو فتاویٰ رضویہ کی چوتھی جلد کے صفحہ ۲۰۰ تا ۲۰۴ پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کے پاس استفتاء اردو' فارسی اور عربی زبان میں منظوم اور منثور دونوں صورت میں آتے اور آپ استفتاء کا جواب اسی طور پر دیتے تھے جبکہ برصغیر کے دیگر مفتیان کے فتاویٰ میں یہ چھ شکلیں نہیں ملتی ہیں۔

مولوی عبد الرحیم کا دوسرا استفتاء بھی فارسی زبان میں فتاویٰ رضویہ کی آٹھویں جلد کے صفحہ ۳۸۲ پر دیکھا جا سکتا ہے یہ استفتاء بندوق کی گولی سے شکار کے سلسلے میں پوچھا گیا ہے۔

مولانا سید کریم شاہ صاحب کا تعلق کراچی کے علاقے جھونا مارکیٹ سے تھا آپ کا استفتاء اردو زبان میں ایسے شخص سے متعلق تھا جو ہندو سے مسلمان ہوا مگر وراثت کے سلسلے میں وہ شریعت محمدی کا انکار کرتا تھا۔ آپ کا استفتاء فتاوی رضویہ میں اس طرح رقم ہے

مسئلہ از کراچی جھونا مارکیٹ مرسلہ سید کریم شاہ صاحب ۴ ربیع ۱۳۳۶ھ

اعلیٰ حضرت نے اس کا جو جواب لکھا اس کا اقتباس یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

الجواب :

"یہ لوگ ہرگز مسلمان نہیں اگر ہوئے بھی تھے تو دوبارہ وراثت احکام شرعیہ ماننے سے انکار کر کے مرتد ہو گئے وہ نہ مسجد کے متولی ہو سکتے ہیں نہ اوقاف مسلمین کے قال اللہ تعالیٰ

"فلا و ربک لا یومنون حتی یحکمونک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلمو تسلیما"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم کتاب الفرائض ص ۳۶۹)

مولوی احمد صدیقی نقشبندی کا تعلق گاڑی کھاتہ آرام باغ سے تھا آپ گاڑی کھاتہ سے متصل میمن مسجد میں امام و خطیب کے ساتھ ساتھ اور مدرس بھی تھے آپ نے جو استفتاء ارسال کیا وہ یہاں پیش کیا جا رہے ہے۔

مسئلہ : از کراچی بندر روڈ گاڑی کھاتہ آرام باغ حجرہ اسلامیہ مولوی احمد صدیقی نقشبندی ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

زید نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کے شروع میں عربی عبارت

اس طرح لکھی ہے "**بسمہ اللہ الرحمن الرحیم الھنا محمد وھو معبود جل شانہ و عزبرھانہ و رسولنا محمد وھو محمود صلی اللہ علیہ وسلم**"

ان الفاظ کی کوئی تاویل ہو سکتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو اسے لکھنے والے پر شرعا کیا حکم ہے اور اس سے میل جول رکھنا اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے اعتقاد والے سے نکاح وغیرہ پڑھوانا کیسا ہے۔" بینوا توجرو

الجواب :

" ہمارے آئمہ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو واجب ہے کہ احتمال اسلام پر کلمہ محمول کیا جائے جب تک کہ اس کا خلاف ثابت نہ ہو پہلے جملے میں محمد بفتح میم کیوں پڑھا جائے۔ محمد بکسر میم کہا جائے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم بار بار بکثرت حمد و ثنا کئے گئے اور ان کا رب عزوجل ان کا محمد ہے بار بار بکثرت ان کی مدح تعریف فرمانے والا اب یہ معنی صحیح ہو گئے اور لفظ بالکل کفر سے نکل گیا اور اگر بفتح میم ہی پڑھیں اور معنی لغوی مراد ہیں یعنی ہمارا رب عزوجل بار بار بکثرت حمد کیا گیا ہے جب بھی عند اللہ کفر نہ ہو گا مگر اب صرف نیت کا فرق ہو گا بہرحال ناجائز ہونے میں شبہ نہیں ردالمختار میں ہے۔

"**مجرد ابھام المعنی المحال کان فی المنع**"

مصنف کو توبہ چاہئے اور اسے متنبہ کیا جائے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں مگر یہ کہ کوئی حالت خاصہ داعی ہو واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ جلد ٦ ص ١١٤۔ ١١٥)

مولانا پیر سید ابراہیم قادری بغدادی کا تعلق بھی کراچی کے قدیم بستی جھونا مارکیٹ سے تھا آپ کا بھی ایک مراسلہ فتاویٰ رضویہ کی نویں جلد کے صفحہ ١٦٠ پر درج ہے آپ نے یہ استفتاء ١٥ رجب المرجب ١٣٣٧ھ میں روانہ کیا تھا۔ یہ استفتاء فاسق کو امام بنانے سے متعلق تھا۔

حیدر آباد سندھ سے بھی ایک عالم دین مولانا نور محمد السندی الحیدر آبادی کی تحریر ملتی ہے جس میں آپ نے مولانا احمد رضا محدث بریلوی کے ایک فتویٰ کی تصدیق فرمائی مگر مولانا

نور محمد کے حالات میسر نہ ہو سکے۔

مولانا قاسم میاں صاحب نے گونڈل سے ۱۳۳۵ھ میں ایک استفتاء اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ارسال کیا جس میں اس بات کی وضاحت طلب کی گئی کہ کاٹھیاوار میں بھی آل انڈین محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی تعلیمی مجلس بنام کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس قائم ہوئی ہے جس میں بلا رعایت سنی ہر کلمہ گو رافضی، وہابی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرھم ممبر بن سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس مجلس کی اہلسنت جان و مال سے امداد کرسکتے ہیں یا نہیں اس کے جلسے میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں وغیرہ وغیرہ......

اعلیٰ حضرت نے اس کا مختصر مگر مدلل جواب تحریر فرمایا جو رسائل رضویہ کی جلد اول، ص ۲۷۷ تا ۲۸۲ میں دیکھا جا سکتا ہے پھر اس فتویٰ کی برصغیر و پاک و ہند کے ۸۰ جید مفتیان نے تصدیق فرمائی جو صفحہ ۲۸۳ تا ۳۲۶ میں موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت کے جواب کی چند سطریں یہاں نقل کی جا رہی ہیں۔

> ''ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام اور بد مذہبوں سے میل جول آگ ہے۔ ان سے دور رہو، انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں۔ اور تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔''

اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ کی تصدیق جن ۸۰ مفتیان نے کی ہے ان میں پیر صاحب گولڑہ شریف، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولنا غلام رسول ملتانی، مفتی محمود و جان پشاوری اور حیدر آباد سندھ کے مولانا نور محمد السندی الحیدر آبادی کے نام قابل ذکر ہیں۔ مولانا مفتی نور محمد صاحب کی تصدیق کی نقل مندرجہ ذیل ہے۔

> ''فاضل مجیب نے جو تحریر فرمایا ہے وہ صحیح اور حق ہے۔ واقعی اس قسم کی مجالس اور جو لوگ اہل بدعت و ہواے ہیں ان سے دور رہنا چاہئے اس واسطے کہ ان کی ملاقات اور ان کی مجالس میں جانا علامت ضعف ایمان اور آئندہ کو منجر طرف الحاد کے ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلک اللھم احفظنا منھم بجاہ نبیک المصطفی ورسولک المرتضیٰ امین یارب العالمین**

احقر العباد (مہر) ۱۳۳۷ھ زنور محمد ست جہاں روشن نور محمد السندی الحیدر آبادی

راقم نے پچھلے سال ایک مقالہ سندھ کے علماء کے حوالے سے بعنوان ''امام احمد رضا اور علماء بھرچونڈی شریف'' قلمبند کیا تھا جو مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء میں شائع بھی ہوا یہاں طوالت کے خاطر ان کا تذکرہ شامل نہیں کیا گیا

○

السید زاہد سراج القادری
(استاذ، جامعہ قادریہ، کراچی)

مجدد الامتہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور بدر الطریقہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی، ہم عصرو ہم زمانہ ہیں، دونوں خاصان خدا اور محبان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ سے ہیں، دونوں ہی حب مصطفےٰ، اتباع نبی اور اطاعت رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے سرشار ہیں----مذھباً اہل سنت و جماعت---- مسلکاً حنفی---- مشرباً بارگاہ قادریت کے خوشہ چیں---- حب اہل بیت و اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ---- اور محبت اولیاء کاملین علیھم رحمتہ و الرضوان----ان کا شعار ہے۔

دونوں حضرات کے یہاں اعتقادی ہم آہنگی، فکری یکسانیت اور سیاسی بصیرت میں موافقت بہت زیادہ ہے۔

بندۂ پروردگارم امت احمد نبی
دوست دار چہار یاراں تابہ اولاد علی

مذھب حنفیہ دارم ملت حضرت خلیل
خاکپائے غوث اعظم زیر سایہ ہر ولی

احقاق حق اور بطال باطل، رد بدعات و منکرات، فرق ہائے باطلہ کی سرکوبی، امت مسلمہ کی سیاسی اور مذہبی راہ نمائی ایسے قدر مشترک ہیں جو آپ دونوں حضرات کو بہت زیادہ

بلند مقام عطا کرتے ہیں۔

زیر نظر مقالے میں اسی فکر و فہم کی ہم آہنگی کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حرمت سجدہ تعظیمی

سجدہ تعظیمی ایک ایسا مسئلہ ہے کہ آج عوام و علماء اہلسنت کو یہ کہ کر بد نام کیا جا رہا ہے کہ بریلوی حضرات قبروں کو پوجتے ہیں اور صاحبان قبور کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ ایک آفاقی حقیقت ہے کہ علماء و عوام اہلسنت کے اسلاف تو اسلاف اخلاف نے بھی کبھی ایسا کہا اور نہ ایسا کیا بلکہ پوجنے اور عبادت کا الزام اور سجدہ علی القبور کی الزام تراشی تو دور کی بات رہی انہوں نے سجدہ تعظیمی کو امت محمدیہ کے لئے حرام قرار دیا اب کوئی شخص خدانخواستہ اگر ایسا کرے تو اس کا الزام نہ امام احمد رضا کہ سر جاتا ہے اور نہ ہی دیگر علماء اہلسنت پر۔۔۔۔ یہودی اگر حضرت عزیر علیہ السلام کو یا عیسائی اگر عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہیں تو دونوں انبیائے معصومین اس سے بری ہیں ایسا کہنے والے اور اس عقیدہ کو اختیار کرنے والے ہی مشرک ہیں۔

قصہ کوتاہ اس مسئلہ کے حوالے سے مجدد امت' امام احمد رضا اور حضرت پیر مہر علی شاہ ہم عقیدہ و ہم خیال ہیں۔

امام احمد رضا اور حرمت سجدہ تعظیمی

امام احمد رضا فرماتے ہیں

> مسلمان اے مسلمان ! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان ! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ' کے سوا کسی کے لئے نہیں۔۔۔ اس کے غیر کو سجدہ کو عبادت تو یقیناً اجماعا شرک مہین و کفر مبین اور سجدہ تحیہ حرام و گناہ کبیرہ بالیقین' اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول اور عند التحقیق کفر صوری پر محمول۔۔۔۔" (۱)

پھر آپ نے قرآن مجید' چالیس مستند احادیث' ایک سو دس فقہی نصوص اور بزرگان دین کے اقوال سے حرمت سجدہ تعظیمی ثابت کیا ہے۔ یہ سب کچھ آپ کی تصنیف لطیف "الزبدۃ الذکیہ فی تحریم سجود التحیہ" میں موجود ہے۔ جو عام سنی کتب خانوں میں دستیاب

ہے۔

اسی طرح فاضل بریلوی قدس سرہ نے زیارت قبور و استمداد اولیاء کو جائز و مستحسن فرمایا ہے مگر طواف و بوسہ اور قبور کی طرف سجدہ کی ممانعت فرمائی ہے۔ اگرچہ رخ قبلہ ہی کیوں نہ ہو۔

پیر مہر علی شاہ اور تحریم سجدہ تعظیمی

حضرت پیر مہر علی شاہ نے بھی بعینہ وہی موقف اختیار کیا ہے جو امام احمد رضا اور دیگر علماء اہلسنّت کا ہے آپ نے اپنی معرکتہ الاراء تصنیف

تحقیق الحق فی کلمتہ الحق ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء

میں مسئلہ وحدۃ الوجود کے ذیل میں حرمت سجدۂ تعظیمی پر بھی کلام کیا ہے اور بدلائل قویہ سجدۂ تعظیمی کو ناجائز ثابت فرمایا ہے۔ اور اگرچہ اولیا اللہ اور دیگر مومنین کے قبور کی زیارت کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے مگر علماء و مشائخ کو اکابرین کے مزارات کا بوسہ لینے اور طواف کرنے سے منع فرمایا ہے' تاکہ عوام جو بوسہ اور سجدہ میں فرق نہیں کرسکتے سجدۂ تعظیمی کے لئے ان کے فعل کو حجت نہ بنالیں۔

مسئلہ سماع' غنا اور مزامیر :

مسئلہ سماع سے ہمارے ہاں یہاں آج کل مروجہ قوالی مراد لی جاتی ہے' جس میں غیر شرعی حرکات' ڈھول تاشے حتی کہ رقص و ناچ سب ہی شامل ہوتی جا رہی ہے۔ لیکن متقدمین اولیا اللہ نے سماع سے جو مراد لیا ہے وہ مروجہ قوالی اور فضولیات سے قطعی پاک ہے۔

مذکورہ مسئلہ میں امام احمد رضا کا مسلک نہایت معتدل ہے۔ آپ نفس سماع کو جائز سمجھتے ہیں' ساتھ ہی بعض بزرگان دین کے یہاں جو اشعار عشقیہ سُر اور ترنم کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں وہ غنا ہے لیکن اس میں آلات موسیقی یعنی مزامیر کے استعمال کو آپ نے حرام قرار دیا ہے۔

گو کہ حضرت پیر مہر علی شاہ سلسلہ چشتیہ سے متعلق ہیں اس لئے سماع کو آپ نے بھی جائز اور مباح خیال کیا بلکہ اکثر مواقعوں پر آپ نے خود سنا بھی ہے لیکن مزامیر کے استعمال کو آپ نے ناپسند فرمایا ہے بلکہ آخری ایام میں آپ نے مزامیر کے ساتھ قوالی سننے کو

بلکل موقوف فرمادیا تھا اس مسئلے میں امام احمد رضا فرماتے ہیں :

"خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر حرام۔ زیادہ غلواب منتسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں' مزامیر حرام ست----حضرت شرف الملتہ والدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار فرمایا----------(۲)"

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :

"متصوفہ زمانہ کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے اور کبھی اچھلتے کودتے اور ناچنے لگتے ہیں' اس قسم کا گانا بجانا ناجائز ہے' ایسی محفل میں جانا اور وہاں بیٹھنا ناجائز ہے۔ مشائخ سے اس قسم کے گانے کا کوئی ثبوت نہیں' جو چیز مشائخ سے ثابت ہے وہ فقط یہ ہے کہ اگر کبھی کسی نے ان کے سامنے کوئی ایسا شعر پڑھ دیا--- جو ان کے حال و کیف کے موافق ہے تو ان پر کیفیت و رقت طاری ہوگئی اور بے خود ہو کر کھڑے ہوگئے------ملخصا(۳)"

رد عیسائیت

اہل کتاب میں یہود نصاریٰ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید و احادیث شریفہ میں یہود و نصاریٰ کے اہل ایمان حضرات کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ اور خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے یہود و نصاریٰ کو اسلامی قوانین کے مطابق مراعات کثیرہ عطا فرمائیں' لیکن یہ حقیقت ہے کہ باوجود احسان و رعایت و حسن خلق کے یہودونصاریٰ نے مسلمانوں کو ہمیشہ نقصان ہی پہنچایا۔ آج بھی بوسنیا ہرزگوینا میں مسلمانوں کی خواتین کی عصمت دری کی جا رہی ہے' بچوں اور بوڑھوں پر ظلم و ستم کی انتہا ہے' نوجوان چن چن کی قتل کئے جا رہے ہیں' پانی و کھانے و دیگر ضروریات کی ترسیل تک بند کرکے ان پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔

برصغیر میں نصاریٰ نے جب مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ کیا اور برطانوی نو آبادی قائم کی تو اسلامی تہذیب و ثقافت' اسلامی تعلیم کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی' عیسائی پادریوں کے تبلیغی مشن آنے لگے اور زور و شور سے اس کی تبلیغ شروع کر دی گئی۔ لیکن علمائے

اسلام نے بر وقت اقدام کرکے عیسائی مبلغین کی کوششوں کے آگے بند باندھ دیا۔ اس معرکہ حق و باطل نے علماء اسلام کو مجبور کیا کہ وہ وہ تحریر و تقریر اور مناظروں و مباحثوں کے ذریعے اعلائے کلمتہ اللہ کا فریضہ انجام دیں۔

دیگر علمائے اسلام کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا اور پیر مہر علی شاہ اور ہر دو بزرگوں کے متبعین و مریدین نے رد عیسائیت میں زبردست کام کیا۔ فکر و نظر کی وہ ھم آہنگی جو ان دو بزرگوں کے یہاں پائی جاتی ہے اس کی مختصر جھلک حسب ذیل ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور رد عیسائیت :

قرآن حکیم سرچشمہ ہدایت ہے اس میں ہر خشک و تر کا بیان ہے' اب یہ اور بات ہے کہ محدود عقل انسانی کی اس تک رسائی نہ ہو سکے۔ قرآن حکیم نے انسان اور تمام مخلوقات کا حال بیان کیا ہے'---- یہی کتاب انسانی تخلیق کے مراحل کو مختلف پیرائے میں بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں "ویعلم ما فی الارحام" کی آیت پر ایک پادری نے اعتراض کیا کہ :

> "قرآن میں ہے کہ پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ بچہ ذکور سے ہے یا اناث ہے حالانکہ ہم نے ایک آلہ نکالا ہے جس سے سب حال معلوم ہو جاتا ہے اور پتہ ملتا ہے۔"(۴)

مذکورہ اعتراض کو قاضی عبد الوحید نے ۱۳۱۵/۱۸۹۷ء میں استفتا کی صورت میں خدمت اعلیٰ حضرت میں روانہ کیا---- آپ نے مذکورہ اعتراض کے جواب میں ایک رسالہ بعنوان

"الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام"

۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء

تصنیف فرمایا اس میں اعتراض مذکور کا جواب دیتے ہوئے قرآن حکیم اور احادیث نبویہ کے دلائل سے علم الٰہی کا اتم و اعلیٰ ہونا ثابت فرمایا ہے-- دراصل اس رسالے میں آپ نے علم جنین (Embryology) کے وہ سربستہ راز آشکار کئے ہیں کہ شاید اس سے قبل دریافت نہ کئے گئے ہوں۔

پھر آخر میں پادری موصوف اور ان کے باطل عقائد و نظریات نیز موجودہ عیسائیت کے عجیب و غریب اور ناقابل فہم اور مضحکہ خیز عقائد کی وہ دھجیاں بکھیری ہیں کہ شاید ہی کسی اور

نے اس قدر جامع اور مختصر انداز میں عیسائیت کا رد کیا ہو۔۔۔۔۔؟ ساتھ ہی مذکورہ عبارت گویا اردو نثر نہیں بلکہ شاعری کا اعلیٰ نمونہ معلوم ہوتی ہے' برجستگی اور بے ساختگی نیز معنویت پر کاری جیسے تمام ادبی محاسن اس میں سمودئے ہیں۔ عبارت حسب ذیل ہے :

"۔۔۔۔ سبحٰن اللہ !۔۔۔۔ کہاں رب السموات و الارض !۔۔۔۔۔
عالم الغیب و الشہادۃ' سبحانہ و تعالیٰ ۔۔۔۔ اور کہاں کوئی بے تمیز' لونگا' ہیولیٰ' ہبقہ' ناپاک' ناشائستہ' کھڑے ہو کر موتنے والا
ببیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی؟

خدارا انصاف ۔۔۔۔۔ وہ عقل کے دشمن' دین کے رہزن' جہنم کے کودن' ایک اور تین میں فرق نہ جانیں۔۔۔۔ ایک خدا کے تین مانیں۔۔۔۔ پھر ان تین کو ایک ہی جانیں' بے مثل' بے کفو کے لئے جورو بتائیں' بیٹا ٹھرائیں۔۔۔۔ اس پاک بندی۔۔۔۔ ستھری' کنواری' پاکیزہ' بتول مریم پر ایک بڑھئی کی جورو ہونے کی تہمت لگائیں۔۔۔۔ پھر خاوند کی حیات' خاوند کی موجودگی میں بی بی کے جو بچہ ہو اسے دوسرے کا گائیں۔۔۔۔ خدا اور خدا کا بیٹا ٹھرا کر۔۔۔۔ ادھر کافروں کے ہاتھ سے سولی دلوائیں' ادھر آپ اس کے خون کے پیاسے' بوٹیوں کے بھوکے' روٹی کو اس کا گوشت بنا کر' در در چبائیں۔۔۔۔ شراب ناپاک کو' اس پاک معصوم کا خون ٹھرا کر غٹ غٹ چڑھائیں۔۔۔۔ دنیا یوں گزری۔۔۔۔ ادھر موت کے بعد کفارے کو اسے بھینٹ کا بکرا بنا کر جہنم بھجوائیں۔۔۔۔ لعنتی کہیں' ملعون بتائیں۔۔۔۔ اے سبحان اللہ !۔۔۔۔۔۔ اچھا خدا جسے سولی دی جائے۔۔۔۔ عجب خدا' جسے دوزخ جلائے۔۔۔۔ طرفہ خدا' جس پر لعنت آئے' جو بکرا بنا کر بھینٹ دیا جائے۔۔۔۔ اے سبحان اللہ !۔۔۔۔باپ کی خدائی اور بیٹے کو سولی۔۔۔۔ باپ خدا' بیٹا کس کھیت کی مولی؟۔۔۔۔ باپ کے جہنم کو بیٹے ہی سے لاگ۔۔۔۔ سرکشوں کی چھٹی' بے گناہ پر آگ۔۔۔۔ امتی' ناجی۔۔۔۔ رسول' ملعون۔۔۔۔معبود پر لعنت' بندے مامون'۔۔۔۔تف تف !۔۔۔۔وہ بندے جو اپنے ہی خدا کا خون چوسیں۔۔۔۔ اس کے گوشت پر دانت رکھیں۔۔۔۔ اف اف !

۔۔۔۔وہ گندے جو انبیاء و رسل پر وہ الزام لگائیں کہ بھنگی چمار بھی جن سے گھن کھائیں۔۔۔۔سخت، فحش، بے ہودہ کلام گڑھیں اور کلام الٰہی ٹھہرا کر پڑھیں۔۔۔۔زہ زہ بندگی !۔۔۔۔ خہ خہ تعظیم !۔۔۔۔ پہ پہ تہذیب !۔۔۔۔قہ قہ تعلیم۔"(۵)

کتاب مذکور ہی میں آگے چل کر لکھتے ہیں :

"اللہ اللہ !۔۔۔۔ یہ قوم ۔۔۔۔ سرا سر لوم۔۔۔۔ یہ لوگ ۔۔۔۔ یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ نہیں، جنہیں جنوں کا روگ۔۔۔۔ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں،۔۔۔۔ انا للہ و انا الیہ راجعون !ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ! یہ پہلے اپنی خود ساختہ بائبل تو سنبھالیں۔۔۔ قاہر اعتراض، باہر ایراد،۔۔۔۔ اس پر سے اٹھالیں۔۔۔۔ انگریزی میں ایک مثل کیا خوب ہے کہ شیش محل کے رہنے والو ! پتھر پھینکنے کی ابتدا نہ کرو۔۔۔۔ یعنی، رب جبار قہار، کے محکم قلعوں کو تمہاری کنکریوں سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے۔۔۔۔ مگر ادھر سے ایک پتھر بھی آیا تو۔۔۔۔ حجارۃ من سجیل کا سماں۔۔۔۔ کعصف ماکول۔۔۔۔ کا مزہ چکھا دے گا۔۔۔۔"(۶)

امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں بدایوں کے جناب مرزا علی بیگ صاحب نے ایک استفتی بھیج کر آپ سے تین سوالات کے جوابات چاہے، جن میں دوسرا سوال یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہے کہ وہ کتابی ہیں یا مشرک؟

آپ نے اس کے جواب میں ایک رسالہ بعنوان

اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام

تصنیف فرمایا۔ جس میں آپ نے دلائل و براہین کے ذریعے یہود و نصاری کو مشرک گردانا ہے، اور اسی وجہ سے ان کی عورتوں سے تزوج اور ان کے ذبائح کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں :

"نصاری باعتبار حقیقت لغویہ۔۔۔ بلاشبہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و نبوت ہیں، اسی طرح وہ یہود جو الوہیت و ابنیت عزیر

والسلام کے قائل تھے۔۔۔۔" (۷)

اس کے بعد رقمطراز ہیں :

"مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک تعالیٰ نے کتب آسمانی کا اجلال فرما کر جن یہود و نصاریٰ کے احکام کو احکام مشرکین سے جدا کیا اور ان کا نام اہل کتاب رکھا اور ان کے نساء و ذبائح کو حلال و مباح ٹھرایا۔ آیا نصاریٰ زمانہ بھی کہ الوہیت عبد اللہ بن مریم علیہما السلام کے علی الاعلان تصریح اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ' الوہیت بندۂ خدا عزیر علیہ الصلوۃ و السلام کے قائل ہوں۔۔۔۔ انہیں میں داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا ان پر شرعاً یہی احکام مشرکین جاری ہوں گے اور ان کے نساء سے تزوج اور ذبائح کا۔تناول ناروا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔" (۸)

اس کے بعد اختلاف علماء کا ذکر کر کے بالاخر اپنا فیصلہ صادر فرماتے ہیں کہ :

"تاہم جب علماء کا اختلاف ہے اور اس قول پر فتویٰ بھی منقول ہو چکا تو احتیاط اس میں ہے کہ نصاریٰ کے نساء و ذبائح سے احتراز کرے۔۔۔۔ اور ۔۔۔۔اگر آج کل بعض یہود بھی ایسے پائے جاتے ہوں جو عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کو ابنیت مانیں تو ان کے زن و ذبیحہ سے بھی بچنا لازم جانیں کہ ایسی جگہ میں اختلاف ائمہ میں پڑنا محتاط آدمی کا کام نہیں۔۔۔۔ اگر فی الواقع یہود و نصاریٰ کتابی ہی ہوئے تا ہم ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے تناول میں ہمارے لئے کوئی نفع نہیں۔۔۔۔ نہ شرعاً ھم پر لازم کیا گیا۔۔۔۔ نہ بحمد اللہ ہمیں اس کی ضرورت۔۔۔۔ بلکہ بر تقدیر کتابیت بھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بے ضرورت احتیاط چاہئے۔۔۔۔(۹)"

مذکورہ فتاویٰ اور رسائل کے علاوہ امام احمد رضا کے دو اور ایسے غیر مطبوعہ رسائل کا بھی تذکرہ ملتا ہے جو تردید عیسائیت اور حقانیت اسلام کے موضوع پر آپ نے تصنیف فرمائے۔ جو یہ ہیں'

بیبل مژدہ آراء ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء (۱۰)

کیفر کفران نصاریٰ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء (۱۱)

حضرت پیر مہر علی شاہ اور رد عیسائیت :

چونکہ مجدد علی الاطلاق امام احمد رضا اور بدر الطریقہ پیر مہر علی شاہ قدس سرہما اس لحاظ سے بھی متحد الفکر ہیں کہ آپ ہم زمانہ ہیں'---- دونوں حضرات کے زمانے میں عیسائی مبلغین اور پادری حضرات نے نگر نگر اور شہر شہر پھر کر عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی تھی---- خصوصاان کا زیادہ زور مغربی اور مشرقی پنجاب اور ریاست کشمیر کے نواحی علاقوں میں تھا---- یہ حضرات غربا و مساکین کو "زن وزر" کے ذریعے ان کے مذہب سے برگشتہ کرکے عیسائیت کی طرف مائل کرتے تھے---- ان حالات میں علماء و مشائخ پنجاب کی ذمہ داری زیادہ بڑھ گئی تھی کہ وہ ان کے مکرو فریب سے سادہ لوح عوام کو بچائیں---- یہی وجہ ہے کہ یہاں کے علماء نے پوری قوت کے ساتھ ان پادری حضرات کا مقابلہ کیا اور مناظروں اور مباحثوں کے ذریعے ان کو میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا--------'
ان میں ایک معتبرو بلند تر نام حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کا ہے۔

آپ کے پاس عیسائی مبلغین کا آنا جانا ہوتا رہتا تھا---- اور آپ ان سے "وجادلھم بالتی ھی احسن" کے قاعدے کے تحت روایتی حسن سلوک فرماتے جو امت مسلمہ کا خاصہ ہے۔

ایک مرتبہ پادری یعقوب مسیح آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر واپس گئے' واپسی کے بعد انھوں نے آپ کو ایک مکتوب ارسال کیا----' یہ ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے----' اس میں لکھتے ہیں :

> "آپ نے جو حسن سلوک بے تعصبانہ اپنے دولت خانے پر مجھ سے فرمایا' یہ تو محمدیت کی واقعی ایک عجیب مثال ہے---- جہاں تک میری معلومات ہیں' دریں بارہ آپ علماء ھند میں فرد واحد ہیں---- جزاک اللہ خیرا----"(۱۲)

پادریوں اور دیگر عیسائی مبلغین سے وقتا فوقتا آپ کے مباحثے ہوتے رہتے تھے۔ ایسی ہی ایک گفتگو کا حال مولانا شاہ حسین گردیزی' اپنی کتاب مہر انور کے مقدمہ میں بیان کرتے ہیں کہ :

> "----ایک مرتبہ ایک پادری گولڑہ شریف میں حاضر خدمت ہوئے---- اور رسمی گفتگو کے بعد کہا کہ-------- مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے' حالانکہ حضرت امام حسین نے

اسلام کے لئے بڑی قربانی دی۔ ایسے خادم اسلام کا ذکر تو قرآن میں ضرور ہونا چاہئے تھا۔۔۔ حضرت مجدد گولڑوی نے فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔پادری صاحب !کیا آپ نے قرآن حکیم پڑھا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اس نے جی ہاں کہہ کر قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دی۔۔۔ ابھی تعوذ اور تسمیہ ہی پڑھ پایا تھا کہ اشارے سے آپ نے روک کر فرمایا کہ تعوذ تو قرآن حکیم کی آیت نہیں۔۔۔' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔۔۔ اور ابجد کے قاعدے کے مطابق اس کے عدد ۷۸۶ ہیں۔ اب ذرا لکھیے۔۔۔امام حسین کے ابجد ۲۱۰' سن پیدائش ۴۰ ہجری' سن شہادت ۶۱ ہجری' کرب و بلا کے عدد ۲۶۱' امام حسن کے عدد ۲۰۰' سن شہادت ۵۰ ہجری۔۔۔ میزان ۷۸۶ ہوا۔۔۔' آپ نے فرمایا' پادری صاحب !قرآن مجید کی جو پہلی آیت آپ نے پڑھی۔۔۔ اس میں حضرت امام حسین کا نام۔۔۔' سن پیدائش۔۔۔' مقام شہادت۔۔۔' ان کے بھائی کا نام۔۔۔اور سن شہادت اور دونوں بھائیوں کے امام ہونے کا ثبوت موجود ہے۔۔۔اگر آگے چلیں تو شاید ان کی زندگی کے کئی واقعات مل جائیں۔۔۔ پادری صاحب نے جواب میں کہا' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مسلمانوں نے ان علوم میں اتنی گہری تحقیق کی ہوگی' آپ نے تو مجھے حیرت میں ڈال دیا۔۔۔"(۱۳)

غرض یہ کہ حضرت پیر مہر علی شاہ نے پادری صاحب کو مبہوت کردیا اور اسلام کی حقانیت کو آشکارا فرما دیا۔ اسی طرح نہ جانے کتنے معرکے ہوئے ہوں گے جس میں آپ نے پادری حضرات کو شکست دی ہوگی۔

قدر مشترک

رد عیسائیت میں ہر دو بزرگوں کے یہاں ایک اور قدر مشترک یہ پایا جاتا ہے کہ آپ کے خلفاء' تلامذہ' مریدین اور متعقدین بھی رد عیسائیت میں سرگرم عمل رہے۔

مثلاً امام احمد رضا کے مایہ ناز خلفاء و تلامذہ اور مریدین میں۔۔۔

حضرت مولانا احمد مختار صدیقی (م ۱۹۳۸ء)

حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی(م ۱۹۵۴ء)

حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۹۴۸ء)
حضرت مولانا ہدایت رسول قادری لکھنوی (م ۱۹۱۵ء)
وغیرھم
اور پیر مہر علی شاہ کے مریدین و معتقدین میں
حضرت مولانا احمد علی شاہ خطیب بادشاہی مسجد اور
حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی وغیرھم

نے مباحثوں، مناظروں، کتابوں اور رسائل کے علاوہ دنیا بھر میں تبلیغی سفر فرما کر خدمت دین کا فریضہ انجام دیا۔ جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔

تردید روافض اہل تشیع و تفضیلیہ :

خیر و القرون ہی سے فتنہ خارجیہ اور رافضیہ اہل اسلام کے لئے درد سر بنا رہا ہے۔ اور تاریخ بتلاتی ہے کہ ہر دور میں ان کے بطن سے دیگر فرق ہائے باطلہ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے لے کر غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ اور پھر امام غزالی قدس سرہ سے امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ رحمتہ الباری تک یہ فرقہ مختلف رنگ اختیار کرتا رہا۔۔۔۔ گو کہ عرف عام میں شیعہ کے نام سے مشتہر ہوا۔۔۔۔ ہندوستان میں اس فرقہ کو سب سے زیادہ فروغ دور اکبر و ہمایوں اور جہانگیر میں حاصل ہوا۔۔۔۔ بلکہ ایک موقع پر تو انہوں نے سیاسی اثر و رسوخ بہت بڑھالیا تھا۔۔۔۔ جس کی بنا پر علمائے حق اہل سنت و جماعت کی طرف سے تحریر و تقریر، مناظروں اور مباحثوں کے ذریعے اسکے سدباب کی کوشش کی گئی۔

شاہ عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمتہ کا نام تحریری رد میں ایک ممتاز اہمیت کا حاصل ہے۔ آپ نے تحفہ اثنا عشریہ لکھ کر گویا ان کے بلند قلعوں کو مسمار کرکے رکھ دیا۔۔۔۔ اس کے علاوہ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے گروہ شیعہ کو، تحریر تقریر کے ذریعے وہ زخم لگائے جن سے ان کی مکرو فریب اور تقیہ کی قلعی کھل گئی۔

۱۸۵۷ء کا زمانہ گویا طلوع قرن الشیطن کا زمانہ ہے۔ دوسرے فرق ہائے باطلہ کے ساتھ ساتھ رافضیت و شیعت نے پھر سے پر پرزے نکالنے شروع کر دئے جس سے علمائے اسلام پر لازم ہو گیا کہ وہ ان کا بھرپور رد فرمائیں۔

مجدد علی الاطلاق امام احمد رضا نے چودھویں صدی کے مجدد کی حیثیت سے ان کا بھی

رد بلیغ فرمایا۔۔۔۔ اسی طرح قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ نے اپنے علاقے میں پیدا شدہ شیعت کا زبردست مقابلہ کیا۔

صفحات ذیل میں مختصرا ہر دو بزرگوں کی مساعی جمیلہ کی جھلک پیش کی جا رہی ہے جس سے فکر و فہم کی ہم آہنگی اور اعلائے کلمۃ اللہ میں دونوں کی یکسانیت ظاہر ہو جائے گی۔

امام احمد رضا اور رد شیعہ و روافض :

امام احمد رضا قدس سرہ کے کار تجدید میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے فرقہ شیعہ اور اس کی دیگر شاخوں اور ہم خیال گروہ مثلاً رافض، تفضیلہ، مفسقہ، اثنا عشری، وغیرھا کا رد بہت ہی شدت سے فرمایا ہے۔ وعظ و نصیحت، تحریر و تقریر، بلکہ مناظروں اور مباحثوں اور فتاویٰ کے ذریعے مستقل ان کا رد فرماتے رہے۔ اور تقریبا بیسیوں چھوٹے بڑے رسائل کے ساتھ ساتھ، درجنوں فتاویٰ تحریر فرماتے رہے، جو آپ کا زبردست کارنامہ ہے۔

آپ نے مندرجہ ذیل خاص عقائد و نظریات باطلہ نیز بدعات قبیحہ کا، جو روافض کے یہاں رائج ہیں، رد فرمایا :

(۱) ایک گروہ جو خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کو خلیفہ برحق تو مانتا ہے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان پر فضیلت دیتا ہے۔ (امام احمد رضا اسے تفضیلیہ کا نام دیتے ہیں)

(۲) دوسرا گروہ جو خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کو خلیفہ برحق نہیں مانتا بلکہ انہیں غاصب قرار دیتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ بلا فصل قرار مانتا ہے۔ نیز حضرات خلفاء ثلاثہ و امیر معاویہ و دیگر اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر زبان طعن دراز کرتا ہے ساتھ ہی ابو طالب کے ایمان پر اصرار کرتا ہے۔۔۔۔

ان کے ان عقائد باطلہ کے علاوہ۔۔۔۔ کلمہ و اذان میں اضافہ اور خلیفہ بلا فصل کے کلمات، واقعہ فدک، حدیث قرطاس، حدیث غدیر، تبرا بازی، تعزیہ داری، شہادت نامہ، ماتم و دیگر خرافات کا بھی شدت سے رد فرماتے ہیں۔

روافض زمانہ اور شیعہ حضرات کی تردید میں آپ نے جو کچھ لکھا ان میں سے چند رسالوں کے نام حسب ذیل ہیں :

"۱۔ رد الرفضہ ۱۳۲۰ھ

۲۔ الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ ۱۳۰۶ھ

۳۔ اعالی الافادۃ فی تعزیہ الھند و بیان الشہادۃ ۱۳۱۱ھ

۴۔ جزاء اللہ عدوہ باباہٗ ختم النبوہ ۱۳۱۷ھ

۵۔ غایتہ التحقیق فی امامتہ العلی و الصدیق

۶۔ الکلام البھی فی تشبیہ الصدیق بالنبی ۱۲۹۷ھ

۷۔ الزلزال الانقی من بحر سبقہ الاتقی(عربی) ۱۳۰۰ھ

۸۔ مطلع القمرین فی ابانتہ سبقہ العمرین ۱۲۹۷ھ

۹۔ جمع القرآن و بم عزوہ لعثمان ۱۳۲۲ھ

۱۰۔ البشری العاجلہ من تحف آجلہ ۱۳۰۰ھ

۱۱۔ عرش الاعزاز و الاکرام لاول ملوک الاسلام ۱۳۱۲ھ

۱۲۔ ذب الا ھواء الواھیہ فی باب الامیر معاویتہ ۱۳۱۴ھ

۱۴۔ اعلام الصحابتہ الموافقین لامیر معاویتہ و ام المومنین ۱۳۱۲ھ

۱۵۔ الاحادیث الراویتہ لمدح الامیر معاویہ ۱۳۱۳ھ

۱۶۔ الجرح الوالج فی بطن الخوارج ۱۳۰۵ھ

۱۷۔ الصمصام الحیدری علی حمق العیار المفتری ۱۳۰۴ھ

۱۸۔ الرائحتہ العنبریتہ عن الجمرۃ الحیدریہ ۱۳۰۰ھ

۱۹۔ لمعہ الشمعہ لھدیٰ شیعہ الشنعہ ۱۳۱۲ھ

۲۰۔ شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ۱۳۱۶ھ

اس کے علاوہ وہ رسائل و قصائد جو سید نا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھے ہیں، وہ شیعہ اور روافض کی تردید ہیں، کیوں کہ شیعہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خوش عقیدگی نہیں رکھتے، اس لئے کہ غوث اعظم فضائل صحابہ کے قائل ہیں۔۔۔۔"(۱۴)

اسی طرح ۱۳۰۰ھ میں بعض شیعہ حضرات نے مسئلہ تفضیل پر امام احمد رضا سے مناظرہ کرنا چاہا اور امام احمد رضا کو طبیب کی سازش سے جلاب آور دوائیں کھلانے کی سازش کی مگر امام احمد رضا نے باوجود شدید نقاہت و کمزوری کے مناظرہ کا چیلنج قبول فرما لیا۔۔۔۔ اور فرمایا :

"۔۔۔۔مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مرجانا منظور ہے اور مناظرہ سے انکار کرکے مجھے بچنا مقصود نہیں۔۔۔۔"(۱۵)

پھر آپ نے مولانا محمد حسن سنبھلی کو تیس سوالات لکھ کر بھیجے' جنھوں نے دیکھنے کے بعد فرمایا کہ کوئی شخص تفضیلی عقیدہ رکھتے ہوئے ان کے جوابات نہیں دے سکتا' اور گاڑی پر سوار ہو کر واپس چلے گے۔۔۔۔**(ملخصا)**(۱۶)

بہرحال امام احمد رضا کی زندگی فرق ہائے باطلہ کے رد میں گزری اور آپ نے دیگر فرق ہائے باطلہ کی طرح شیعوں کا بھی رد فرمایا' جس میں تحریر' تقریر' مناظرہ' مباحثہ شامل ہیں حتی کہ اشعار و نعت اور فتاویٰ میں بھی اس کی جھلک ملتی ہے۔

پیر مہر علی شاہ اور رد شیعت :

رد شیعہ میں فکر مہر بھی فکر رضا سے مطابقت و موافقت رکھتی ہے۔ آپ کے آباؤاجداد کے گولڑہ میں آباد ہونے کے وقت سے ہی ان کا شیعہ حضرات سے دو بدو مباحثہ و مقابلہ ہوتا رہتا تھا۔۔۔۔ پھر جب خود پیر مہر علی شاہ تعلیم سے فراغت کے بعد گولڑا میں آباد ہوئے۔ آپ نے **شیعت** کے خلاف' باقاعدہ کام شروع کردیا جس سے ان کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہونے لگا اور لوگ عقائد شیعہ سے تائب ہونے لگے۔ اس صورتحال میں قرب و جوار کے شیعہ حضرات نے آپ کے اصل السادات ہونے پر تنقید کی۔۔۔۔ آپ نے ان کو دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ان کا منہ بند کر دیا۔۔۔۔**(ملخصا)**(۱۷)

اسی طرح مختلف مواقعوں پر آپ نے شیعہ حضرات سے مناظرہ بھی کیا' جس میں آپ ہمیشہ سر خرو رہے۔

رد شیعہ میں آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ایک تصنیف لطیف ہے جو آپ نے آخری ایام میں زیور قلم سے آراستہ فرمائی اس کا نام ۔۔۔۔

"تصفیہ مابین سنی و شیعہ"

ہے جس میں آپ نے مندرجہ ذیل معرکتہ الاراء مسائل پر تفصیلا کلام کیا ہے۔

"۱۔۔اثبات خلافت راشدہ بابت استخلاف و دیگر آیات قرآنی

۲۔۔ مسئلہ قرطاس

۳۔۔ حدیث خم غدیر

۴۔۔ باغ فدک

۵۔۔ آیت مباہلہ

۶۔۔ آیت تطہیر

۷۔ آیت مودت
۸۔ حدیث ثقلین
۹۔ فضائل سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) اور بحث حدیث **"انا مدینۃ العلم"** اور اس کے متعلق ابن تیمیہ اور ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات۔"(۱۸)
مذکورہ کتاب اس وقت زیر طبع ہے۔(۱۹)

رد قادیانیت :

مرزا غلام احمد قادیانی نے انیسویں صدی کے آخری عشروں میں پر پرزے نکالنے شروع کئے ---- اور سادہ لوح عوام کو اپنی جھوٹی کشف و کرامات سے گھیرنا شروع کیا ---- اولا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ---- اور بالآخر دعویٰ نبوت کیا۔ امام احمد رضا اور علمائے اسلام خصوصا پیر مہر علی شاہ نے تحریر و تقریر اور مناظروں اور مباحثوں کے ذریعے اس کا زبردست رد کیا۔ جس سے دونوں بزرگوں کی خیال و فکر کی ہم آہنگی، تردید باطل اور احقاق حق کی مساعی کا اظہار ہوتا ہے۔

کار تجدید امام احمد رضا :

مجدد علی الاطلاق امام احمد رضا نے بروقت اس فرقہ باطلہ کی سرکوبی کی طرف توجہ دی اور ایک تواتر کے ساتھ قادیانی فکر کی تردید کی ----، آپ غالبا پہلے شخص ہیں کہ جس نے سب سے پہلے قادیانی کو اس کے کفر پر متنبہ کیا اور اسے کافر قرار دیا ---- جس میں علماء حرمین نے آپ کی مکمل حمایت کی اور وہابیت و دیوبندیت سمیت قادیانیت کے خلاف آپ کے مساعی جمیلہ کو دیکھ کر "مجدد قرن رابع عشر" کہا ---- اور آپ کے مذکورہ فتویٰ کے حق میں تقاریظ تحریر فرمائیں۔ اس کی تفصیل کے لئے

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۱۳۲۴ھ

ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

آپ نے مندرجہ ذیل رسائل و دیگر فتاویٰ کے ذریعے قادیانی عقائد کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں جو حقیقتاً آپ ہی کا خاصہ ہے وہ رسائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء

۲۔ جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء

۳۔ السوء والعقاب عن المسیح الکذاب ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء

۴۔ قہر الدیان علی مرتد بقادیان ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

۵۔ المبین ختم النبیین ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

اس کے علاوہ فتاویٰ رضویہ میں موجود دیگر فتاویٰ اور "المستند المعتمد" بھی رد قادیانیت میں مجددانہ فکر کی مکمل عکاسی کرتے ہیں۔

فتنہ قادیانیت اور پیر مہر علی شاہ :

فتنہ قادیانیت پنجاب میں اٹھنے والے فتنوں میں سب سے بڑا تھا۔ اور اس کی سرکوبی بھی علمائے پنجاب نے ہی کی۔ جن میں بلند ترین نام حضرت پیر مہر علی شاہ کا ہے---- بلکہ آپ کو اس سے نبرد آزما ہونے کی ہدایت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کی تھی ایک موقع پر خود پیر صاحب نے فرمایا :

> "----حجاز مقدس کے سفر میں میری ملاقات حضرت امداد اللہ صاحب سے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ حضرت حاجی صاحب صحیح کشف کے مالک تھے۔ انہوں نے میرے مزاج کی طرز اور روش پہچان لی کہ یہ بہت آزاد منش انسان ہے---- یہ معلوم کرنے کے بعد انہوں نے مجھے نہایت اصرار اور تاکید تام کے ساتھ فرمایا کہ ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے۔ لہٰذا آپ ضرور اپنے ملک ہندوستان میں واپس چلے جائیں---- وہاں اگر آپ خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی وہ فتنہ ترقی نہ کر سکے گا---- میں حضرت حاجی صاحب کے اس کشف کو اپنے یقین کی رو سے مرزا قادیانی کے فتنہ سے تعبیر کرتا ہوں----"(۲۰)

بہرحال جب اس فتنہ نے بہت زیادہ سر اٹھانا شروع کیا تو آپ نے تحریر و وعظ کے ذریعے اس کا رد شروع کیا---- پھر بعد میں حقیقت حال سے آگہی کے بعد اور مرزا کے کفر سے مطلع ہونے کے بعد ۱۳۱۷ھ میں----

شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح (۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء)

تصنیف فرمائی جو ایوان قادیانیت کے لئے زلزلہ ثابت ہوا۔

اس کے بعد مرزا قادیانی نے براہ راست حضرت پیر صاحب کو مقابلہ و مناظرہ کا چیلنج دیا' آپ نے اس کا دندان شکن جواب دیکر بالآخر اس کو میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر

دیا----

پھر تردید قادیانیت میں آپ کی دوسری کتاب

سیف چشتیائی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۲ء)

منظر عام پر آتی ہے، جو مرزا قادیانی کی کتاب "اعجاز المسیح" اور اس کے چیلے مولوی احسن امروہی کی "شمس بازغہ" کا مسکت و مدلل جواب ہے۔ نتیجتاً عوام و علماء اہلسنت کو سکھ کا سانس نصیب ہوا اور قادیانی فتنہ کا زور ٹوٹ گیا۔

امام احمد رضا نے جس کار تجدید کی ابتداء کی تھی---- دوسرے علماء و مشائخ کی طرح حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ نے اس میں آپ کا بھرپور ساتھ دیا---- آپ کی اس مسائی جمیلہ کو امام احمد رضا بنظر استحسان دیکھتے تھے---- امام احمد رضا کے خلیفہ قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی فرماتے ہیں :

> "مرزا قادیانی کو شکست فاش دینے کے بارے میں حضرت پیر صاحب گولڑوی کا ذکر بریلی شریف میں نمایاں طور پر مجالس خاصہ میں ہوتا رہتا تھا۔ حضرت فاضل بریلوی بڑی عزت و توقیر سے آپ کا نام لیتے اور آپ کی تصانیف بھی وہاں موجود تھیں۔ حضرت فاضل بریلوی گفتگو میں ان کے حوالے بھی دیتے رہتے--------" (۲۱)

یہاں یہ احقر نہایت افسوس اور دکھ کے ساتھ اپنے اس مشاہدے کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہے کہ فاضل بریلوی علیہ رحمتہ کے یہاں کس قدر وسیع القلبی ہے کہ آپ پیر صاحب گولڑوی علیہ رحمتہ کے رد مرزائیت کے کام کا تذکرہ اپنی مجالس خاصہ میں فرماتے---- اور اسی وسیع القلبی اور ظرف طبع کا مظاہرہ آپ کے محبوب خلیفہ قطب مدینہ قدس سرہ فرماتے ہیں اور حق و صداقت کے اظہار میں کسی تنگ نظری و تعصب سے کام نہیں لیتے---- مگر اس کے بر خلاف جس تنگ نظری اور تعصب کا مظاہرہ "مہر منیر" میں کیا گیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی---- مولف کتاب نے اپنی پوری کتاب میں اعلیٰ حضرت مجدد الامتہ کو اپنی تئیں نظر انداز کیا ہے----، فتنہ وہابیت، دیوبندیت، قادیانیت سمیت تمام مذھی و سیاسی و علمی معاملات میں آپ نے جو تجدید دین کا فریضہ انجام دیا ہے اس کا ذکر تو کجا معاصرین پیر مہر علی شاہ کے باب میں بھی آپ کا ذکر نہیں کیا، جو علم و دیانت کا خون اور بیان حقائق میں تعصب و تنگ نظری کا اظہار ہے جو خود تعلیمات پیر مہر علی شاہ کے مکمل خلاف ہے----

اس کے مقابلہ میں فتنہ وہابیت کے سرخیل مولوی اشرف علی تھانوی و دیگر مبتدعیان باطل کا ذکر کرکے نہ جانے کسے خوش کرنے کی کوشش کی ہے؟؟

فاعتبروا یا اولی الابصار !!

انگریزی تہذیب و تمدن اور معاشرت سے بیزاری :

ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتباع و اطاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے---- یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا نے کبھی بھی معاشرت و تمدن نصاریٰ کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا اور نہ ایسا کرنے والوں کو اچھا جانا۔

آپ نے نہ تو کبھی انگریزی حکومت کو سرکار کہا اور نہ انگریزی کورٹ کو عدالت کہا' اس میں حاضر ہونا یا ان کے دربار میں جانا تو بہت دور کی بات رہی---- فرماتے ہیں :

"انگریزی اور بے سود تضیع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا---- جو صرف اس لیے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں و آں مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو---- وہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے--------(۲۲)

امام احمد رضا قدس سرہ نے بلا کسی خوف لومتہ لائم انگریزی حکومت اور اس کی معاشرت و تمدن اور کورٹ پر زبردست تنقید کی---- بلکہ انگریزی حکومت کے جاری کردہ ڈاک ٹکٹ کو لفافے پر الٹا لگایا کرتے تھے کیوں کہ اس پر ملکہ برطانیہ کی تصویر بنی ہوئی تھی' مقصد یہ تھا کہ ملکہ برطانیہ کا سر نیچے رہے۔

اسی طرح انگریزی کورٹ میں مقدمہ بازی اور بلاوجہ روپیہ ضائع کرنے پر سخت تنقید کرتے ہیں اور نجات کی سبیل بیان کرتے ہیں کہ :

"اولا باستثناء ان محدود باتوں کے جن سے حکومت کی دست اندازی ہو' اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے' اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے' یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں' گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں' محفوظ رہتے----"(۲۳)

ہر حال ان کی معاشی اور سیاسی راہ نمائی کا فریضہ آپ نے شاندار طریقے سے انجام دیا۔ ایک موقع پر تدبیر فلاح و نجات و اصلاح ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء لکھ کر اس طرف راہ نمائی فرمائی

ہے۔

امام احمد رضا کی طرح پیر مہر علی شاہ نے بھی کبھی انگریزی تہذیب و تمدن کو پسند نہیں فرمایا اور نہ کبھی انگریزی دربار میں گئے اور نہ ان سے کسی قسم کی کوئی مراعات حاصل کی۔۔۔۔

ایک موقع پر ۱۹۱۱ء میں تاج برطانیہ کے دورۂ ہندوستان کے موقع پر دہلی کے خاص مذہبی تقریب میں شہنشاہ کو سلام کرنے کے لئے مختلف مشائخ کو دعوت نامہ بھیجا گیا جن میں آپ کا نام بھی تھا۔۔۔۔ آپ نے صاف انکار کر دیا فرمایا :

"میں ایک درویش ہوں اور درویشوں کی حاضری شاہی دربار میں کبھی مناسب خیال نہیں کی گئی۔۔۔۔" (۲۴)

پھر باجود اصرار و دباؤ کے آپ نے اس میں شرکت نہیں کی اور فرمایا :

"دہلی اور علی گڑھ کے بعض دوستوں نے مجھے لکھا کہ آپ ضرور آئیں کیوں کہ اس میں اسلام کی عزت ہے مگر میں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک ذلت ہے۔۔۔۔" (۲۵)

غرض یہ کہ اس معاملے میں ہر دو بزرگوں کے یہاں متحد الخیالی پائی جاتی ہے اور یہی اہل اسلام کا شیوہ ہے۔

○○○

مجدد الامۃ امام احمد رضا اور بدر الطریقہ پیر مہر علی شاہ کی اعتقادی، فکری اور سیاسی نظریے کی ہم آہنگی کے جو شواہد صفحات گزشتہ میں پیش کئے گئے وہ آپ دونوں حضرات کے متبعین و مریدین اور حلقہ اثر میں اس لحاظ سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں کہ آپ دونوں ہم عصر و ہم خیال اور ملت اسلامیہ کے راہنما ہیں، دونوں کا مسلک و نظریہ ایک ہے، فکر و نظر میں ہم آہنگی ہے، احقاق حق اور ابطال باطل دونوں کے یہاں قدر مشترک ہے۔

آخر میں صرف ایک بات جو بطور لب لباب موضوع کے اعتبار سے بہت اہم ہے کہنا ہے کہ فکر و نظر کی جو ہم آہنگی جو دونوں حضرات کے یہاں پائی جاتی ہے، اگر مسلمانان عالم اس کو اختیار کریں اور تعصب و تنگ نظری کو پس پشت ڈال کر خود کو بھی اتحاد کی لڑی میں پرو دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم پھر سے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکیں۔

حوالہ جات :

۱۔ احمد رضا خان، امام، اعلیٰ حضرت : الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ، مطبوعہ لاہور، کراچی ص۔۵

۲۔ احمد رضا خان، امام، اعلیٰ حضرت : احکام شریعت حصہ دوم، مطبوعہ کراچی ص۔۱۹

۳۔ احمد رضا خان، امام، اعلیٰ حضرت : احکام شریعت حصہ دوم، مطبوعہ کراچی ص۔۲۰

۴۔ احمد رضا خان ، امام، اعلیٰ حضرت؛ **الصمصام** علیٰ مشکک فی آیتہ علوم الارحام، مطبوعہ کراچی ص۔۱

۵۔ احمد رضا خان، امام، اعلیٰ حضرت : **الصمصام** علی مشکک فی آیتہ علوم الارحام مطبوعہ کراچی ص۔۱۸

۶۔ احمد رضا خان، امام، اعلیٰ حضرت : **الصمصام** علی مشکک فی آیتہ علوم الارحام مطبوعہ کراچی ص۱۹

۷۔احمد رضا خان، امام، اعلیٰ حضرت : اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام مطبوعہ بریلی ص۔۹

۸۔احمد رضا خان، امام، اعلیٰ حضرت : اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام مطبوعہ بریلی ص۔۱۰

۹۔احمد رضا خان، امام، اعلیٰ حضرت : اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام مطبوعہ بریلی ص۔۱۴

(نوٹ حوالہ نمبر۷، ۸، ۹ گناہ بے گناہی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی ص ۲۴ تا ۲۷ سے نقل کیے گئے ہیں)

۱۰۔عبد الستار قادری، حافظ، مولانا : **مراٰۃ التصانیف** مطبوعہ لاہور ج ۱ ص ۲۷۳

۱۱۔عبد الستار قادری، حافظ، مولانا : **مراٰۃ التصانیف** مطبوعہ لاہور ج ۱ ص ۲۷۳

۱۲۔عبد الحی چشتی، مولانا، مفتی : مکتوبات طیبات (مجموعہ مکاتیب مہر علی شاہ) ص۔۱۳۹ (بحوالہ مہر انور از مولانا شاہ حسین گردیزی، مطبوعہ اسلام آباد، ص ۵۳)

۱۳۔شاہ حسین گردیزی، مولانا : مہر انور، مطبوعہ اسلام آباد، ص۔۵۴، ۵۵

۱۴۔ عبد الحکیم شرف قادری ، علامہ : البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، مطبوعہ لاہور ص۔۱۳۱ تا ۱۳۳

۱۵- ظفرالدین قادری' مولانا : حیات اعلیٰ حضرت' مطبوعہ لاہور' ج ۱ ص-۱۳

۱۶- ظفرالدین قادری' مولانا : حیات اعلیٰ حضرت' مطبوعہ لاہور' ج ۱ ص-۱۳

(حوالہ نمبر ۱۵ اور ۱۶ البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ از علامہ عبد الحکیم شرف قادری ص-۱۳۴ سے لیا گیا ہے)

۱۷- شاہ حسین گردیزی' مولانا : مہرانور' مطبوعہ اسلام آباد' ص۵۷

۱۸- فیض احمد فیض' مولانا : مہرمنیر' مطبوعہ لاہور' ص ۵۵۵

۱۹- مولانا شاہ حسین گردیزی صاحب مدظلہ' نے ایک نجی گفتگو میں بیان فرمایا کہ یہ کتاب زیر طبع ہے۔

۲۰- مہرعلی شاہ' پیر' قبلہ عالم : ملفوظات مہریہ' مطبوعہ لاہور' ص-۶۵

۲۱- شاہ حسین گردیزی' مولانا : مہرانور' مطبوعہ لاہور' ص-۲۱۸

۲۲- احمد رضا خان' امام' اعلیٰ حضرت : الحجتہ الموتمنہ فی آیتہ الممتحنہ (مشمولہ رسائل رضویہ ج ۲) مطبوعہ لاہور' ص-۹۳

۲۳- احمد رضا خان' امام' اعلیٰ حضرت : تدبیر فلاح و نجات و اصلاح' مطبوعہ لاہور ص-۵

۲۴- شاہ حسین گردیزی' مولانا : مہرانور' مطبوعہ اسلام آباد' ص-۱۲۹

۲۵- شاہ حسین گردیزی' مولانا : مہرانور' مطبوعہ اسلام آباد' ص-۱۲۹

"حلال جانور کی کونسی چیز حلال نہیں"

حلال جانور کے سب اجزاء حلال ہیں' مگر بعض کہ حرام یا ممنوع' مکروہ ہیں (۱) رگوں کا خون (۲) پتا (۳) پھکنا (۴) و (۵) علامات مادہ و نر (۶) بیضے (۷) غدود (۸) حرام مغز (۹) گردن کے دو پٹھے کہ شانوں تک کھنچے ہوتے ہیں (۱۰) جگر کا خون (۱۱) تلی کا خون (۱۲) گوشت کا خون کہ بعد ذبح گوشت میں سے نکلتا ہے (۱۳) دل کا خون (۱۴) پت یعنی وہ زرد پانی کہ پتے میں ہوتا ہے (۱۵) ناک کی رطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے (۱۶) پاخانہ کا مقام (۱۷) اوجھڑی (۱۸) آنتیں (۱۹) نطفہ (۲۰) وہ نطفہ کہ خون ہوگیا (۲۱) وہ کہ گوشت کا لوتھڑا ہوگیا (۲۲) وہ کہ پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا بے ذبح مرگیا۔

(فتاویٰ رضویہ' جلد ہشتم [illegible])

امام احمد رضا اور علامہ ہدایت رسول

از

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی

(ریسرچ اسکالر، روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، بھارت)

○

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خلفاء، اصحاب اور احباب میں اپنے وقت کے ایک سے بڑھ کر ایک صاحب علم و فضل کمال شامل تھے۔ ایسے ہی باکمالوں میں ایک عالی شان اور باوقار شخصیت علامہ ہدایت رسول قادری لکھنوی کی بھی تھی جو بیک وقت ایک جید عالم دین، ادیب شاعر، خطیب و مناظر، مرد مجاہد اور سیاسی رہنما تھے۔ انہیں ہندو اور عیسائی مذاہب کی کتابوں پر بھی زبردست عبور حاصل تھا آپ کو عربی، فارسی اور اردو زبانوں کے ساتھ ساتھ ہندی اور سنسکرت بھاشاؤں میں بھی مہارت حاصل تھی۔

علامہ ہدایت رسول علیہ الرحمتہ و الرضوان کو ویسے تو خاتم الاکابر سید ناشاہ، سید ابو الحسین احمد نوری مارہروی نور[illegible]مرقدہ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ان کے علم و تقویٰ اور دینی غیرت و جانبازی کو دیکھتے ہوئے خود بھی خلافت و اجازت عطا فرمائی تھی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے انہیں "شیر بیشہ اہل سنت" اور "سلطان الواعظین" کے خطابات بھی عطا کئے تھے۔ امام احمد رضا کے اصحاب اور خلفاء میں ان کے پایہ کا مناظر اور خطیب شاید ہی کوئی اور رہا ہو۔ حضرت فاضل بریلوی انہیں اپنا "دست راست" کہا کرتے تھے۔

حضرت علامہ ہدایت رسول قدس سرہ نے پادریوں اور پنڈتوں سے بارہا مناظرے کئے اور ہر مناظرے میں ان کے حریف کو فرار ہونا پڑا۔ لکھنؤ میں ایک بار ایک پادری سے آپ کا مناظرہ طے ہوا۔ مناظرہ کی شرط یہ تھی کہ جو ہار جائے گا اس کی ناک کاٹی جائے گی۔

لکھنؤ کے سب سے بڑے پارک میں ہزاروں انسانوں کا مجمع مناظرہ میں موجود تھا۔ دو ہی چار سوالوں کے بعد پادری صاحب ٹھنڈے پڑ گئے اور فرار کی راہ تلاش کرنے لگے۔ مجمع سے بھی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔ پادری صاحب جواب دو' یا ناک کٹواؤ۔ جب پادری صاحب نے بالکل ہاتھ پاؤں چھوڑ دیئے اور منہ سے نہ کہہ کر اپنی مردنی کیفیت سے اپنی شکست کا اظہار کردیا تب حضرت علامہ نے فرمایا۔ اب بھرے مجمع میں اپنی ناک کٹواؤ۔ پادری صاحب اس زعم کہ انگریزی حکومت ہے' کس کی ہمت ہے جو میری ناک کاٹے گا۔ اکڑ کر بولے۔ "کون ہے جو ناک کاٹے گا" حضرت علامہ نے للکار کر کہا "میں کاٹوں گا" اور لپک کر دانتوں سے اس کی ناک کاٹ لی۔(۱)

حضرت علامہ علیہ الرحمتہ کو انگریزی حکومت اور انگریزوں سے شدید نفرت تھی۔ لکھنؤ کے سارے انگریز حکام ان کے نام سے تھراتے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں انگریزوں کے اس قانون کی کہ "طاعون میں مرنے والے کسی بھی مذہب کے مردے کو جلا دیا جائے گا" حضرت علامہ نے زبردست مخالفت کی اور احتجاجی جلسہ کرکے یہ چیلنج کردیا کہ اگر کسی بھی مسلمان کی لاش کو نذر آتش کیا گیا تو کوئی بھی انگریز افسر زندہ نہ بچے گا۔ ان کے احتجاج کے سلسلے میں ان کی اپیل پر پورے لکھنؤ میں مکمل ہڑتال ہوگئی۔ انگریزوں کے بچے دودھ' پھل اور خود انگریز گوشت اور سبزی کے بغیر بھوکوں مرنے لگے۔ ایک سبزی بیچنے والی بڑھیا جس کا گزارا اسی سبزی فروشی پر تھا اسے ایک انگریز نے سبزی دینے کے لئے بڑا لالچ دیا مگر بڑھیا ٹس سے مس نہ ہوئی اور انگریز افسر سے کہہ دیا کہ ہمارے مولانا کا حکم ہے۔ ہم خود بھوکوں مرجائیں گے مگر اپنے مولانا کے خلاف قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔ (۲) اللہ اکبر یہ تھی علامہ قدس سرہ کی عوام میں مقبولیت اور ان کا اثر!

حضرت علامہ کو بد مذہبوں سے نفرت شدید اور ان کی سرکوبی ہی کے سبب سرکار فاضل بریلوی نے "شیر بیشہ اہلسنّت" کا لقب عطا فرمایا تھا۔ حضرت علامہ کا ایک بڑا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ لکھنؤ میں ایک بار کسی بدمذہب سے اس بات پر بحث چھڑ گئی کہ گستاخ رسول کا چہرہ مرنے کے بعد خنزیر کا ہوجاتا ہے۔ بدمذہب نے کہا کیا آپ یہ ثابت کرسکتے ہیں۔ حضرت علامہ نے کہا چلو قبرستان میں۔ قبرستان میں چند روز قبل ایک بدمذہب دفن ہوا تھا۔ علامہ نے فرمایا اس کی قبر کھول کر اس کا چہرہ دیکھو۔ قبر کھولی گئی اور نعش نکالی گئی تو واقعتاً اس بدمذہب کا چہرہ خنزیر کا ہوگیا تھا۔(۳)

حضرت علامہ کی کرامات، ان کے مجاہدانہ کارناموں اور خطابت و مناظرہ سے متعلق بہت سے حیرت انگیز واقعات ہیں جن کے کے لئے حقیقتاً ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ عرض مدعا یہ کہ حضرت علامہ کو سرکار اعلیٰ حضرت اور حضور اعلیٰ حضرت کو حضرت علامہ سے بڑی محبت تھی۔ اعلیٰ حضرت کے شہزادہ اصغر مفتی اعظم حضرت مصطفےٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمتہ و الرضوان کی شادی خانہ آبادی کی تقریب پر حضرت علامہ ھدایت رسول علیہ الرحمہ نے سہرا بھی لکھا تھا۔ مطلع اور مقطع پیش ہیں۔ (۴)

○

رخ نوشہ نے کیا جلوہ فگن سہرے کو
چاند چہرے کو جو کہئے تو کرن سہرے کو
کچھ ہدایت کو خیرات رضا کا صدقہ
سن کے فرمائیں عطا شاہ زمن سہرے کو

○

امام احمد رضا نے حضرت علامہ ہدایت رسول رحمتہ اللہ علیہ کے وصال پر جو تاریخی اشعار رقم کئے تھے وہ آپ نے فضل حسن خان صاحب کو ایک مکتوب میں تحریر کئے تھے ان سے حضور اعلیٰ حضرت کی حضرت علامہ ہدایت رسول علیہ الرحمتہ سے محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مکتوب بنام فضل حسن خاں صاحب مرحوم

"برخوردار من محب العلم و السنن مولوی محمد فضل حسن خاں سلمہ الرحمٰن بعد دعائے برکات دارین مولانا مولوی محمد ہدایت رسول صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال نہ فقط اس فقیر بلکہ ہندوستان میں مذہب اہلسنّت کے لئے باعث صدمہ و ملال ہے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں جنات عالیہ عطا فرمائے اور اسلام و سنت کی جو خدمتیں انہوں نے کیں قبول کرے (آمین)

تاریخ انتقال آپ بھی لکھیں اور احباب سے لکھوائیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

اشعار و تاریخ وصال.... حضرت علامہ ہدایت رسول قادری رحمت اللہ علیہ
از امام احمد رضا فاضل بریلوی

بیشۂ سنت کے شیر واہ ہدایت رسول
نفرت حق میں دلیر آہ ہدایت رسول

سرور کونین کا تھا جو بھکاری گدا
ملک جہاں کا ہوا شاہ ہدایت رسول

احمد نوری تھے ہر افق نور کے
ان کی چمک سے بنے ماہ ہدایت رسول

ماہ کرامت کی رات، جمعہ کی، رحمت کی رات
تھی تیری رحلت کی رات واہ ہدایت رسول

نجدیہ کی آنکھ کا خار ہمیشہ رہا
باغ ولا کا صفا خواہ ہدایت رسول

جرم مٹائے غفور قدر بڑھائیں حضور
پائے نبی کے حضور جاہ ہدایت رسول

راست ہوں مصراع سال کچھ ہیں دعا کچھ ہیں فال
دل کو ہے اس کے کمال چاہ ہدایت رسول

چمکے عمل کا ورق یاد خدا ہو سبق
پائے سوئے روح حق راہ ہدایت رسول
۱۳۲۴

ملک علیٰ نے دیا بندے کو فضل منہا
ملک علیٰ میں پس ہوا شاہ ہدایت رسول
۱۳۲۴

ورگہ انوار بار میں ہو وہی قرب دیار
مفرد جانباز بارگاہ ہدایت رسول
۱۳۲۴

یارب احمد رضا در حمد الاعطا
راح قرار رنج ما کاہ ہدایت رسول
۳۳۳

ماخذ و مراجع

(۱)

۱۔ ماہنامہ سنی (لکھنؤ) مئی/جون ۱۹۶۱

۲۔ ایضا

۳۔ یہ واقعہ مریدین حضرت حشمت علی خان رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا تھا (بلرامپور ۷۵ء میں) جنمیں مولانا عبد الوہاب مرحوم خلیفہ مفتی اعظم ایک معتبر عالم دین تھے

۴۔ دبدبہ سکندری (ہفت روزہ) رام پور ص ۱۵، جلد ۴۷، ۲۲ مئی ۱۹۱۱ء

۵۔ دبدبہ سکندری (ہفت روزہ) رام پور ۱۶ اگست ۱۹۱۵ء جلد ۵۱ ص ۳

۶۔ دبدبہ سکندری (ہفت روزہ) رام پور ۳۰ اگست ۱۹۱۵ء جلد ۵۱ ص ۳

"خواب کی اقسام"

خواب چار قسم ہے ایک حدیث نفس کہ دن میں جو خیالات قلب پر غالب جب سویا اور اس طرف سے حواس معطل ہوئے عالم مثال بقدر استعداد منکشف ہو انہیں تخیلات کی شکلیں سامنے آئیں یہ خواب مہمل و بے معنی ہے اور اس میں داخل ہے وہ جو کسی خلط کے غلبہ اس کے مناسبات نظر آتے ہیں مثلاً صفراوی آگ دیکھے بلغمی پانی، دوسرا خواب القائے شیطان ہے اور وہ اکثر وحشتناک ہوتا ہے شیطان آدمی کو ڈراتا یا خواب میں اس کے ساتھ کھیلتا ہے اس کو فرمایا کہ کسی سے ذکر نہ کرو کہ تمھیں ضرر نہ دے گا ایسا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھوک دے اور اعوذ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھے۔ تیسرا خواب القائے فرشتہ ہوتا ہے اس سے گذشتہ و موجودہ و آئندہ غیب ظاہر ہوتے ہیں مگر اکثر پردہ تاویل۔ قریب یا بعید میں لہٰذا محتاج تعبیر ہوتا ہے۔ چوتھا خواب کہ رب العزۃ بلاواسطہ القا فرمائے وہ صاف صریح ہوتا ہے اور احتیاج تعبیر سے بری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد نہم، صفحہ ۱۱۹)

سند مسند جانشینی

حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں قادری بریلوی

مرتبہ علامہ عنایت محمد خاں غوری فیروز پوری

○

✳ سند مسند جانشینی حضور پر نور شیخ الانام حجۃ الاسلام امام الوقت حضرت عظیم البرکتہ جلیل المنزلت آقائے نعمت سلطان العلماء و المحققین تاج العرفاء والکاملین رئیس الفقہاء و المحدثین قبلہ عالم الحاج المفتی القاری الشاہ مولنا محمد حامد رضا خان صاحب القادری النوری البریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ زیب مسند عالیہ قدسیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف

بکرمہ تعالیٰ ہم آج بابزاران فخر و مباہات اپنے پدر روح و دل۔ شیخ طریقت' آقائے نعمت' دریائے رحمت' حجۃ اللہ فی الارضین' سلالۃ الواصلین' امام العلما المتبحرین' شیخ الاسلام و المسلمین حضور پر نور سیدنا حجۃ الاسلام علامہ الحاج مولانا شاہ محمد حامد رضا خان صاحب قادری نوری دام ظلہم العالی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ قدسیہ رضویہ بریلی کی سند عالی خلفائے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کے لئے بالخصوص اور یاران طریقت کے لئے بطور تبرک و برائے افادہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس سند مبارک کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت قبلہ مجدد دوراں غوث زماں امام اہلسنّت فاضل بریلوی قدس سرہ کے حسن انتخاب کا جہاں پتہ چلتا ہے' وہاں حضور پر نور سیدنا حجۃ الاسلام علامہ بریلوی مدظلہ زیب سجادہ رضویہ کی رفعت شان، جلالت مکان مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح عالم آشکار ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! اس بے نظیر سند اجازت اور بے مثال خلافت کا کیا کہنا۔ کیوں نہ ہو یہ امام اہلسنّت قدس سرہ نے بایں خلیفۂ اعظم کی مثال خلافت ہے۔ امام اہلسنّت علیہ رحمتہ کا یہ حزم و احتیاط اور اتباع شریعت عدیم النظیر ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام اسی امام جلیل کے لخت جگر نور بصر ہیں۔ وہ ان کے فضائل علمیہ سے خود واقف تھے' حضرت زیب

سجادہ رضویہ نے تمام درسیات معقول و منقول، تفسیر و حدیث و فقہ و اصول، جملہ علوم و فنون حضور پر نور مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے حاصل کئے پڑھنے پڑھانے کے وقت کے حواشی کتب درسیات، خیالی توضیح و تلویح، ہدایہ آخرین، تفسیر بیضاوی و صحیح بخاری وغیرہ پر موجود ہیں۔ درس کے وقت بعض سوالات خود حضور پر نور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ایسے پسند آتے کہ قال الولد الاعز لکھ کر سوال اور اپنا جواب قلمبند فرما دیتے حرمین طیبین میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ہمرکابی کا شرف حاصل رہا۔ مشائخ حرمین طیبین سے مکالمات عربی زبان میں فرماتے۔ اور وہابیہ سے مناظرات مسائل دینیہ میں بے حد کامیاب رہتے۔ تصدیقات حسام الحرمین اور الدولتہ المکیہ میں بڑا حصہ لیا۔ وہ تمام خدمات دینی کو جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مواجبہ میں حرمین شریفین میں سرانجام دیں ان کو حضور انور نے بے حد سراہا۔ مدینہ طیبہ کے جید عالم جناب مولانا عبد القادر طرابلسی شامی سے جو مکالمہ ہوا اس کا ملفوظات میں خود تذکرہ فرمایا۔ مکہ معظمہ میں شیخ العلماء محمد سعید بابصیل اور مدینہ طیبہ میں حضرت مولانا سید احمد برزنجی کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اکابر علماء و مشائخ نے سندیں عطا فرمائیں۔ حضرت مولانا خلیل خربوطی مرحوم نے سند فقہ حنفی عطا فرمائی جو علامہ سید طحطاوی سے انھیں صرف دو واسطوں سے حاصل تھی۔ یہ تمام سندات حضرت کے پاس اب تک محفوظ ہیں حضرت اقدس کے تلامذہ حضرات کو خود اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ نے سندات عطا فرمائیں۔ دارالعلوم اہلسنت منظر اسلام بریلی کے درجہ اعلیٰ میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کی جگہ کام کیا۔ اعلیٰ حضرت ان تمام امور سے خود واقف تھے۔ حضرت اقدس حجتہ الاسلام کی علمی جلالت پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالنا اس مختصر مضمون میں ناممکن ہے۔ مگر اخیر میں چند واقعات اور عرض کرتا ہوں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب پیلی بھیت حاضر آستانہ ہوئے اور انھوں نے اپنے ایک رسالے کی جو انھوں نے علم غیب میں لکھا تھا حضرت اقدس سے تقریظ لکھنے کی فرمائش کی حضرت نے فی البدیہ قلم برداشتہ ان کے سامنے عربی زبان میں ایک وسیع تقریظ فرمادی حضور پور نور اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں یہ رسالہ مع تقریظ چھپ بھی گیا۔ رسالہ مبارکہ الدولتہ المکیہ اور کفل الفقیہ الفاہم جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے سفر حجاز مقدس میں سوالات مشائخ حرمین طیبین پر تحریر فرمائے ان کی طباعت کے وقت حضور پر نور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت حجتہ الاسلام سے ارشاد فرمایا کہ کاپیاں ہو چکیں تمہید کے لئے جگہ باقی ہے۔ کاپی نویس کو مضمون جلد دینا ہے اس کی تمہید فوراً لکھ دی جائے کہ جگہ خالی نہ رہے۔ حضرت اقدس نے اس وقت حضور پر نور

اعلیٰ حضرت کے ارشاد کے موافق تمہید لکھ کر حاضر کردی جسے حضور پر نور اعلیٰ حضرت نے پسند فرمایا اور ستائش فرمائی اور رسالہ مبارکہ میں اس کے اندراج کا اذن فرمایا۔ یونہی رسالہ کفیل الفقیہ الفاہم کی تمہید بھی حضرت اقدس نے فی البدیہ تحریر فرمائی اور بارگاہ حضور پر نور سے اس نے شرف قبولیت پایا۔ اور درج رسالہ ہوئی۔ ان تمہیدوں کے تراجم خود اعلیٰ حضرت نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائی۔ یہ تمہیدیں فن ادبیت کا ایک بے مثل نمونہ اور عربیت کا ایک نادر شاہکار ہیں۔ فن تاریخ گوئی میں بھی حضرت اقدس کو کمال حاصل ہے۔ برجستہ مادۂ تاریخ نکالنا یہ اس زمانہ میں حضرت اقدس کے خصوصیات سے ہے بکثرت تاریخ کے مادوں سے چند وہ مادے جو حضرت اقدس نے برجستہ فرمائے اور جو میرے علم میں ہیں اس موقعہ پر پیش کرتا ہوں۔

مسجد جنکشن بریلی جب بن کر تیار ہوئی اور اس کی تاریخ کے لئے بعض احباب کی حضرت اقدس سے فرمائش ہوئی تو برجستہ حضرت اقدس نے عربی میں جو قطعہ تاریخ فرمایا وہ حسب ذیل ہے۔

انما یعمر المساجد من ÷ اٰمن باللہ والاخریٰ

من بناہ بنی لہ اللہ ÷ بیت در بجنتہ للماویٰ۔ شکر اللہ سعی قیمہ ÷ عمر حامد رضا شفیق رضا

بخ لعمری بناءہ ما اشمخ ÷ ارخ اٰیتہ فایہ تجل رضا۔ قلت سبحٰن ربی الاعلیٰ ÷ مسجد اُسس علی تقویٰ

حضرت اقدس حجتہ الاسلام نے حضور پر نور اعلیٰ حضرت کے وصال شریف پر جو تاریخیں فرمائیں وہ بھی پیش کرتا ہوں۔

تواریخ الوفاۃ

۱۳۴۰ھ

نور اللہ ضریحہ ۱۳۴۰ھ - شیخ الاسلام والمسلمین ۱۳۴۰ھ - امام ہداۃ السنۃ الحاج احمد رضا ۱۳۴۰ھ (رضا ں)

العاد البریلوی القادری البرکاتی ۱۳۴۰ھ - رضی اللہ الحق عنہ ۱۳۴۰ھ - ھم اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری ۱۳۴۰ھ

سراج شیخ الکل فی الکل ۱۳۴۰ھ - رازدار راز رازی سید و سرسری ÷ مولوی و معنوی قرآن زبانت مادری ۱۳۴۰ھ

الغرض حضور پر نور سرکار حجتہ الاسلام مدظلہ کے تمام علمی کارنامے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر آشکار تھے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے باوصف ان تمام باتوں کے اپنی جانشینی کے لئے اپنے مخلصین علمائے دین و عمائد سے اشارہ لیا پھر استخارہ فرمایا اور جب رویائے صادقہ میں بشارت ہوئی تو اپنا ولی عہد اور جانشین مقرر کیا اور اس جانشینی کو فرمایا کہ اہل دنیا کی سی نہیں۔ قیصرو کسریٰ کی روش پر نہیں بلکہ سنت حضرات شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کے طور پر یہ اجازت حضرت نور العارفین سیدنا ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ کے حکم سے عطا فرمائی۔ سبحان اللہ ! یہ خلافت اجازت بعد استخارہ و اشارت و بشارت ہوئی اس کا کیا کہنا۔ حضرت اقدس حجتہ الاسلام کو جمیع سلاسل عالیہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ وغیرہ جس قدر کی حضور انور کو اجازت ہے سب کی اجازت فرمائی اور تمام علوم و فنون اذکار و اشغال، اوراد و اعمال سب کا مجاز ماذون کیا۔ اور اپنے سجادہ عالیہ پر متمکن کر دیا۔ اور اپنے جملہ اوقاف کا متولی اور اپنا ولی عہد بنایا۔ ظاہر و باطن کے تمام فیض و برکات عطا فرمائے۔ یہ سب جبھی تو ہوا کہ حضور انور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے میرے پدر روح و دل قبلہ دارین کعبہ کونین سرکار حجتہ الاسلام مدظلہ العالی کو جامع شریعت و طریقت پایا۔ ان کی نظر انتخاب بالکل صحیح تھی۔ وقت وصال وصیت فرمائی کہ حامد رضا خاں میرے جنازے کی نماز پڑھائے۔ میرے مزار پر سات بار اذان دے۔ وصال شریف سے ایک جمعہ قبل جو لوگ داخل سلسلہ ہونے کو حاضر آئے انھیں ان الفاظ میں حضرت اقدس سے بیعت کی ہدایت فرمائی کہ ان کی بیعت میری بیعت ان کا ہاتھ میرا ہاتھ۔ ان کا مرید میرا مرید۔ ان سے یعنی سرکار حجتہ الاسلام مدظلہ سے بیعت کرو۔ الاستمداد میں فہرست خلفائے کرام اعلیٰ حضرت قبلہ میں خود حضرت اقدس مدظلہ کے نام سے شروع فرمائی اور جن پیارے پیارے الفاظ میں حضرت صاحب سجادہ کو نوازا ان میں کوئی سہیم و شریک نہیں۔ وہ ارشاد گرامی یہ ہے

حامد منی انا من حامد
حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں

یعنی حامد مجھ سے اور میں حامد سے ہوں اور حاشیہ پر جناب مفتی اعظم شہزادۂ اصغر مولانا مولوی شاہ محمد مصطفے رضا خان صاحب بریلوی مدظلہ نے تحریر فرمایا کہ یہ شعر حضرات اخی المعظم جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب قادری برکاتی نوری خلف اکبر و خلیفہ اعلیٰ حضرت مجدد و مائۃ حاضرہ مدظلہ کی تعریف میں ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ اور حضرت حجتہ الاسلام مدظلہ کے اسمائے گرامی میں اتحاد جملی ہے اور اس بنا پر ایک مرتبہ خود اپنا تعویذ ان کے گلے میں ڈالدیا۔ ایک وقف نامہ کے رجسٹری میں حضرت اقدس کو متولی فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمایا کہ مولوی حامد رضا خان پسرکلاں کو جو لائق ہوشیار اور دیانتدار ہیں متولی کرکے قابض و دخیل بحیثیت تولیت کاملہ کردیا۔

بارگاہ سرمدی میں بصد الحاح وزاری بستہ دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب **عالم ماکان و مایکون** سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وارث کتاب اللہ نائب رسول اللہ جانشین غوث الوراء خلف اکبر و خلیفہ اعظم اعلیٰ حضرت حضور پر نور حجۃ الاسلام زیب سجادہ رضویہ دامت برکاتہم کا سایہ ہما پایہ دیر اہل اسلام کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

سند عربی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ھادی القلوب وغافر الذنوب وساتر العیوب وکاشف الکروب افضل الصلاۃ واکمل السلام علی احب محبوب مصحح الحسنات عقیل العثرات شفیع الحوب وعلی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ عدد النور والستور والطلوع والغروب وبعد فان ربنا تبارک وتعالیٰ ھو الحی الذی لا یموت وکل شیٔ سواہ فلابد یوما ان یفوت فسبحٰن الذی قھر عبادہ بالموت و تفرد بالدوام وکل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذی الجلال والاکرام۔ اری شمس عمری قد تدلت للغروب وآذنت بالرحیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل اسالہ متوسلا الیہ بجاہ حبیبہ الاکرم وعبدہ وصفیہ غوثنا الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علی المصطفیٰ علیہ وسلم ان یختم لی بالحسنی علی السنۃ السنیۃ والدین الاسنی فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانا من المسلمین والحمد للہ رب العٰلمین وقد بقیت فی امر استخلافی واجلاس احد علی مسند اسلافی اقدم رجلا واؤخر اخری علما منی بان الامر یالتثبت احری فانی احب سنۃ ابی بکر وعمر واستعیذ باللہ من سنۃ کسری وقیصر فاستخرت ربی واستشرت ناسا صادقین فی حبی فاشاروا الی ما تری فی اخر ھذہ الحجۃ وتایید ذلک برؤیا رأیتھا فی ھذا الشھر الکریم ذی الحجۃ فما شعر الا ان شرح اللہ لذلک صدری وارجو ان یکون فیہ ان شاء اللہ رشد امری وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وعلیہ ثم علی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التعویل وقد کنت اجزت ولدی الاعز محمدن المعروف بالمولوی حامد رضا خاں سلمہ الرحمٰن عن طوارق الحدثان ونوازغ الشیطان وجعلہ خیر خلف لسلفہ الصالحین ووفقہ مدۃ عمرہ لحمایۃ الدین ونکایۃ المفسدین وانہ ولی ذلک وخیر مالک والحمد للہ رب العٰلمین بجمیع السلاسل والعلوم والاذکار والاشغال والاوراد والاعمال وسائر ما وصلت الی اجازتہ من مشائخی الاجلاء اولی الافضال وکان ذلک بامر شیخہ نور الکاملین سلالۃ الواصلین سیدنا السید الشاہ ابی الحسین احمد النوری میاں صاحب المارھری قدس سرہ النوری والان متوکلا

علی الرحمٰن جعلتہ ولی عہدی ووارث السجادۃ القادریۃ من بعدی واجلستہ علٰی مسند اسلافی وولیتہ امر اوقافی واسأل ربی وھو حسبی متضرعا الیہ بھذا الحبیب الکریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم ثم بھذا الولی الاکرم سیدنا ومولٰنا الغوث الاعظم ان یرشدہ لما یحب ویرضاہ ویسیدد صورتہ ومعناہ ویجعلہ اھلا لما تولاہ واٰخرتہ خیرا من اولاہ اٰمین اٰمین اٰمین یا مجیب السائلین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی ھذا الحبیب المرتجی والشفیع المجتبی واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ صلوٰۃ تحل العقد وتحل المدد وتفرج الکرب وترفع الرتب وتشرح الصدور وتیسر الامور والحمد للہ العزیز الغفور وکان ذلک یوم عرس سیدی وسندی ومولائی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی سیدنا السید شاہ اٰل رسول الاحمدی رضی اللہ تعالٰی عنہ بالرضی السرمدی اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین ۱۸ ذی الحجۃ الحرام یوم الخمیس ۱۳۳۳ھ من ھجرۃ الفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ احد کلاب الباب القادری عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی غفر اللہ لہ ماجری منہ وما یاتی وحقق املہ واصلح عملہ اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین

ترجمہ

ساری خوبیاں اللہ عزوجل کے لئے جو دلوں کا رہنما گناہوں کا بخشنے والا عیبوں کا پردہ پوش، غموں کا دور کرنے والا ہے۔ اور سب سے بہتر درود اور کامل تر سلام سب پیاروں سے زیادہ پیارے نیکیوں کے درست کرنے والے لغزشوں کے دور کرنے والے گناہوں کو بخشوانے والے اور ان کے آل و اصحاب اور ان کے صاحبزادے اور ان کے گروہ پر بشمار انوار و اسرار و بتعداد طلوع و غروب۔

بعد حمد و نعت یقیناً ہمارا رب تبارک و تعالٰی وہی زندہ ہے جسے موت نہیں اور اسکے ماسوا ہر شے کے لئے ایک دن فنا ضروری ہے تو پاک ہے وہ جس نے اپنے بندوں کو موت سے مغلوب کیا اور ہمیشگی سے متفرد ہوا۔(زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا) میں دیکھ رہا ہوں اپنے آفتاب عمر کو کہ غروب کے قریب پہنچا اور اس نے کوچ کا اعلان کر دیا۔ (اور ہمارے لئے کافی ہے اللہ بہتر کام بنانے والا) میں اسی سے مانگتا ہوں اور اس کے حبیب اکرام کی وجاہت کے وسیلے سے اور اس کے برگزیدہ بندے حضرت غوث اعظم کے صدقے میں (اللہ تعالٰی درود سلام بھیجے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر ان پر میرا خاتمہ خیر و خوبی کے ساتھ روشن سنت اور بہت درخشاں دین پر کرے (اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے اور آخرت میں

مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں) (اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیئے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میری ذریت کی اصلاح فرما۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور اس حالت میں کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں)اور ساری خوبیاں ہیں پرودگار عالم کے لئے مجھے اپنی جانشینی اور کسی کو اپنے بزرگوں کی مسند پر بٹھانے کا کام باقی رہا۔ اس میں پس و پیش کرتا رہا۔ یہ جان کر کہ اس میں پختگی زیادہ بہتر ہے کیوں کہ حقیقتا میں حضرات شیخیں ابو بکرو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت کریمہ کو دل سے پیار کرتا ہوں اور مین پناہ مانگتا ہوں اللہ سے قیصرو کسریٰ کی روش سے تو میں نے اپنے رب کریم سے استخارہ کیا اور اپنے سچے مخلص احباب سے مشورہ چاہا تو انھوں نے مجھے اس طرف اشارہ کیا ہے جو اس سند کے آخر میں دیکھو گے اور ان کی تائید اس خواب سے ہوئی جو میں نے اس ماہ ذی الحجہ مبارکہ میں دیکھا تو اس کے لئے اللہ نے میرا سینہ کھول دیا میں امید رکھتا ہوں کہ اس میں انشاء اللہ میرے کام کی سچی سیدھی راہ ہے (اور ہمارے لئے اللہ کافی اور بہتر کام بنانے والا ہے) اور اسی پر پھراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھروسہ ہے۔ بلاشک میں اپنے عزیز تر بیٹے محمد معروف بہ مولوی حامد رضا خاں کو (اللہ تعالیٰ اسے اچانک حادثوں شیطان کے کوچوں سے محفوظ رکھے اور مولائی کریم اسے سلف صالحین کا بہترجانشین بنائے اور تمام عمراسے حمایت دین و رد مفسدین کی توفیق عطا فرمائے بلا شبہ وہی مولا تعالیٰ اس کا مددگار اور بہترمالک ہے(پروردگار عالم ہی کے لئے حمد ہے) تمام سلسلوں اور تمام علوم اور سارے اذکار و اشغال اور اوراد و اعمال کی اور ہر اس چیز کی کہ جس کی مجھے اپنے برگزیدہ مشائخ کرام سے اجازت پہونچی اجازت دے چکا تھا اور میرا اجازت دینا اس کے مرشد برحق و شیخ طریقت نورالکاملین خلاصہ الواصلین سیدنا سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ النوری کے حکم سے تھا اور اب میں اپنے مہربان اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسے اپنا ولی عہد اور اپنے بعد وارث سجادہ قادریہ بناتا ہوں۔ اور اسے اپنے مشائخ کی مسند پر متمکن کرتا ہوں اور اپنے تمام اوقاف کا متولی بناتا ہوں اور اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں اور وہی مجھے کافی ہے بوسیلہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ولی مکرم سیدنا و مولانا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کہ وہ اسکی رہنمائی فرمائے اس چیز کی طرف جو اسے محبوب و پسندیدہ ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو سنوارے اور اس کا اہل کرے جو اس کے سپرد کیا گیا ہے اور اس کی دنیا سے آخرت کو بہتر فرمائے۔ الٰہی یونہی کر یونہی کر۔ اے مانگنے والوں کی التجا

قبول فرمانے والے قبول فرما۔ اور حمد اللہ کے لئے اور صلوۃ و سلام اور اس کی برکتیں حضور پر نور حبیب مرتجے شفیع مجتبےٰ اور ان کی آل و اولاد اور اصحاب اور اس کے گروہ پر صلاۃ و سلام جو گرہ کھولدے اور مدد نازل کرے اور غم دور کرے اور رتبہ بڑھائے اور سینہ کھولے اور کاموں میں آسانی کرے اور حمد ہے اللہ غالب بخشش فرمانے والے پر تھی یہ اجازت میرے سردار و مرشد بر حق دریائے رحمت آقائے نعمت سیدنا شاہ آل رسول احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس سراپا قدس کے دن امین و الحمد للہ رب العالمین ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ از ہجرت نفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے کہا اپنے منہ سے اور لکھا اپنے قلم سے سگ آستان قادری عبد المصطفےٰ احمد رضا خان سنی حنفی برکاتی نے اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ و آئندہ بخشے اور اس کی مرادیں برلائے اور اس کے کام بنائے آمین آمین یارب العالمین

"غیوب کا علم"

قرآن مجید و احادیث صحیحہ کا ارشاد یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ افضل الصلاۃ والسلام کو روز ازل سے روز آخر تک کے تمام غیوب کا علم عطا فرمایا گیا۔ یہ بیشک حق ہے کہ انبیاء غیب اسی قدر جانتے ہیں جتنا ان کو ان کے رب نے بتایا بلاشبہ بے اس کے بتائے کوئی نہیں جان سکتا اور یہ بھی حق ہے کہ احیانا بتایا گیا کہ وحی حینا بعد حین ہی اترتی نہ کہ وقت بعثت سے وقت وفات تک ہر آن علی الاتصال مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ گنتی کی چیزیں معلوم ہوئیں اور ان کے علم کو قلیل و ذلیل قرار دینا مسلمان کا کام نہیں اسی احیانا تعلیم میں شرق و غرب و عرش و فرش کے ذرہ ذرہ کا حال روز اول سے روز آخر تک تمام منکشف کردیا آیہ کریم میں علم ذاتی کی نفی ہے کہ کوئی شخص بے خدا کے بتائے غیب نہیں جانتا یہ بیشک حق ہے اور اسی کے معارضہ کو حنفیہ نے کفر کہا ہے ورنہ یہ کہ خدا کے بتائے سے بھی کوئی نہیں جانتا اس کا انکار صریح کفر اور بکثرت آیات کی تکذیب ہے اس مسئلہ کی تفصیل انباء المصطفےٰ و خالص الاعتقاد میں دیکھا چاہیئے کہ ایمان درست ہو۔

(فتاوی رضویہ' جلد نہم' صفحہ ۸۷)

سید علوی بن عباس مالکی رحمتہ اللہ علیہ

(خلیفہ مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ)

○

تحریر : شیخ محمد علی مغربی، مکہ مکرمہ
تلخیص و ترجمہ : مولانا افتخار احمد قادری۔ انڈیا
حواشی : عابد حسین شاہ۔ پاکستان

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ وفات ۱۹۸۱ء ابن امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے عرب خلیفہ فضیلۃ الشیخ العلامہ علوی مالکی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ تعارف شیخ محمد علی مغربی کی کتاب "اعلام الحجاز للقرن الرابع عشر للہجرۃ" سے ماخوذ ہے۔ احقر کی درخواست پر مولانا افتخار احمد قادری رکن المجمع الاسلامی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ انڈیا نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔

علامہ علوی مالکی مکہ مکرمہ کے معروف عالم دین فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد علوی مالکی حسنی دام فضلہ کے والد ماجد ہیں۔

اہل مکہ میں بحیثیت عالم دین ان دونوں حضرات کو عظیم اعزاز حاصل ہے۔

(عابد حسین شاہ)

حلیہ

چہرہ گول، رنگ گورا، آنکھیں چوڑیں، وجاہت بھرپور اور جسم مناسب، داڑھی سیاہ اور نورانی، رخسارے ہلکے، ناک قدرے بلند، حجازی جبہ اور سفید عمامہ آپ کا خاص لباس تھا۔ عمامہ اس طرح استعمال فرماتے کہ سر کے ساتھ کان بھی ڈھکے ہوتے اور ڈھیلے لباس زیب تن فرماتے اور یہی علماء مکہ کا عمومی لباس ہے۔

سید علوی رحمتہ اللہ علیہ (۱) مکہ مکرمہ کی ایک نہایت مشہور اور محبوب ترین شخصیت تھے۔

ولادت و تعلیم

سید علوی مالکی ۱۳۲۸ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد علامہ سید عباس (۲) بن عبدالعزیز مالکی سے حاصل کی۔ قرآن کریم حفظ کیا اور بہت جلد تجوید بھی

۱۔ حضرت مفتی اعظم ہند رحمتہ اللہ علیہ نے تین بار حرمین شریفین حاضر ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اس موقع پر مکہ معظمہ او مدینہ منورہ کے سینکڑوں افراد آپ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ بڑے بڑے جید علماء اسلام' فضلائے کرام اور مفتیان عظام نے آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرکے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ سے اجازت حدیث لی۔ اور خلافتیں حاصل کیں۔ حضرت علامہ سید علوی مالکی مکی حسنی کو بھی حضرت مفتی اعظم ہند نے خلافت و شرف تلمذ سے نوازا۔ (ماہنامہ اعلیحضرت' بریلی انڈیا' مفتی اعظم نمبر' بابت ستمبر اکتوبر نومبر ۱۹۹۰ء' صفحہ ۷۸۔ ۷۹' نمبر ۱۱)

۲۔ حضرت مفتئ اعظم ہند کے اس سفر حرمین شریفین کے دوران حضرت علامہ سید علوی مالکی کے علاوہ آپ کے جلیل القدر والد محترم حضرت مولانا سید عباس مالکی مکی نے بھی حضرت مفتئ اعظم سے سند اجازت حدیث اور خلافت حاصل کی۔ (ماہنامہ اعلیحضرت' بریلی' مفتئ اعظم نمبر' صفحہ ۷۸۔ ۷۹' نمبر ۶)

سید عباس مالکی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک استاد مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد بن حسین وفات ۱۳۴۱ھ مکہ مکرمہ امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ ہیں۔ حسام الحرمین' الدولتہ المکیہ پر شیخ محمد عابد بن حسین کی تقاریظ بھی موجود ہیں۔

تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں :

ا۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت' مرتبہ مولانا محمد صادق قصوری' پروفیسر مجید اللہ قادری' ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی' طبع اول' ۱۹۹۲' صفحہ ۶۲---۶۳

ب۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین' امام احمد رضا بریلوی' اردو ترجمہ بنام مبین احکام و تصدیقات اعلام' مترجم مولانا حسنین رضا بریلوی' مکتبہ نبویہ لاہور' ۱۹۷۵ء' صفحہ ۴۳---۴۶

ج۔ ماہنامہ القول السدید' لاہور' اگست ۱۹۹۳ء' افتائے حرمین کا تازہ عطیہ' مولانا سید محمد عبدالرحمن قادری رضوی' صفحہ ۶۷

مکمل کرلی جس کے نتیجہ میں اپنی عمر کے دسویں سال ہی میں تراویح کے امام بنادیئے گئے۔ پھر مدرسہ الفلاح مکہ مکرمہ میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۶ھ میں اس کی اعلیٰ سند حاصل کرلی۔ ان کے والد ماجد کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ ان کا یہ فرزند مسجد حرام کے حلقۂ درس میں شامل رہے۔ اس لئے سید علوی پوری پابندی کے ساتھ مسجد حرام میں وقت کے منتخب علماء کے ہاتھوں درس لیتے رہے۔

اساتذہ

اس عہد کے مسجد حرام کے سبھی مدرسین آپ کے اساتذہ رہے۔ بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

- شیخ عبداللہ حمدوہ
- شیخ عمر حمدان (۳)
- شیخ عیسیٰ رواس
- شیخ یحییٰ امان (۴)

۳۔ سید علوی مالکی کے یہ استاد امام احمد رضا کے خلیفہ ہیں۔ حسام الحرمین پر آپ کی دو تقاریظ موجود ہیں۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں :

ا۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت' صفحہ ۷۰--۷۵

ب۔ حسام الحرمین' صفحہ ۱۲۱--۱۲۶

ج۔ المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد' امام احمد رضا بریلوی' مکتبہ حامدیہ لاہور' صفحہ ۲۴۲--۲۴۳

۴۔ شیخ یحییٰ امان کے دو اساتذہ امام احمد رضا کے خلفاء میں سے ہیں۔ ان میں ایک کا اسم گرامی سید محمد المرزوقی ابو حسین (وفات ۱۳۶۵ھ مدفون جنت المعلی مکہ مکرمہ) ہے۔ حسام الحرمین اور الدولتہ المکیہ پر آپ کی بڑی وقیع تقاریظ موجود ہیں۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں :

ا۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت' صفحہ ۸۰-- ۸۳

ب۔ حسام الحرمین' صفحہ ۵۴--۶۲

ج۔ ماہنامہ القول السدید' اگست ۱۹۹۳ء صفحہ ۶۹

شیخ یحییٰ امان کے دوسرے استاذ کا اسم گرامی شیخ محمد صالح بن علامہ شیخ صدیق کمال

بقیہ اگلے صفحہ

○ شیخ جمال مالکی (۵)
○ شیخ محمد علی حسین مالکی (۶)
○ شیخ امین سویدی

یہ حضرات مسجد حرام کے ممتاز ترین اساتذہ تھے۔ اساتذہ ان سے متاثر ہوئے اور ۱۳۴۷ھ میں مسجد حرام کے مدرس کی حیثیت سے ان کو کام کرنے کی اجازت دے دی۔ ساتھ ہی آپ مدرسہ الفلاح میں تدریس کا کام بھی کرتے رہے۔ آپ کا حلقہ درس تمام

بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ

الحنفی مفتی مکہ مکرمہ (وفات ۱۳۳۲ھ مدفون جنت المعلی) ہے۔ امام احمد رضا نے عظیم تحقیق کتاب الدولتہ المکیہ انہی شیخ محمد صالح کمال حنفی، امام و مدرس مسجد الحرام و مفتی مکہ مکرمہ کی فرمائش پر لکھی۔ آپ نے حسام الحرمین پر سب سے پہلے تقریظ رقم فرمائی۔ الدولتہ المکیہ، حسام الحرمین، کفل الفقیہ الفاہم کے علاوہ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمتہ اللہ علیہ (وفات ۱۸۹۷ء) کی عظیم کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" پر آپ نے تقاریظ لکھیں۔ امام احمد رضا نے شیخ محمد صالح کمال کو ۱۳۲۳ھ میں "الاجازات الرضویہ المبجل مکتہ البہیہ" کے نام سے سند عطا فرمائی۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، صفحہ ۹۲--۱۰۱
ب۔ حسام الحرمین، صفحہ ۳۹--۴۶
ج۔ ماہنامہ القول السدید، اگست ۱۹۹۳ء، صفحہ ۶۵--۶۶

۵۔ حسام الحرمین مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور کے صفحہ ۷۵--۸۷ پر حضرت شیخ جمال مالکی کی تقریظ موجود ہے۔

۶۔ سید علوی مالکی رحمتہ اللہ علیہ کے استاد شیخ محمد علی حسین مالکی امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ ہیں۔ شیخ موصوف نے چھپن اشعار پر مشتمل ایک عربی قصیدہ امام احمد رضا کی مدح میں موزوں فرمایا جو حسام الحرمین اردو ترجمے کے ساتھ محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے حسام الحرمین اورالدولتہ المکیہ پر تقاریظ بھی رقم فرمائیں۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں :

ا۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، صفحہ ۶۸--۶۹
ب۔ حسام الحرمین، صفحہ ۶۷--۷۶

لامی ممالک کے طلبہ سے کھچا کھچ بھرا ہوتا اس لئے کہ آپ کے یہاں صرف علم و فضل کی دولت نہ ملتی تھی بلکہ اچھے اخلاق کا تحفہ بھی ملا کرتا تھا۔

۱۳۵۵ھ سے ۱۳۵۹ھ کے درمیان، میں نے شیخ علوی کو مسجد حرام اور مدرسہ الفلاح مکہ رمہ میں ایک مدرس کی مسند پر فائز دیکھا۔

ان کا تعلق ایسے خاندان سے ہے جس کے تمام آباؤاجداد علم کی خدمات انجام دیتے ہے ہیں۔ ان کے والد ماجد سید عباس مالکی مکہ مکرمہ کی ایک بڑی شخصیت تھے۔ ہاشمی اور ودی دونوں عہدوں میں حکومت کے شعبہ تعلیم و قضاء میں اعلیٰ منصب پر متمکن رہے۔

ف طرف شریف حسین بن علی (۷) نے آپ کو اپنا مندوب بناکر حبشہ بھیجا۔ جہاں آپ نے دیگر خدمات کے علاوہ مسلمانوں کے لئے ایک مسجد کی بھی تعمیر کی۔ تو دوسری طرف مسجد قصیٰ اور قبتہ الصخرہ کی اصلاحات و تعمیرات کی نگرانی کے لئے آپ کو شریف حسین نے ندوب بناکر بیت المقدس بھی بھیجا تھا۔ ان عظیم ذمہ داریوں کے ساتھ آپ کو مکہ مکرمہ کا یک عظیم عالم ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا اور مسجد حرام میں مسند تدریس کو بھی رونق شتے رہے۔ آپ کی متعدد مولفات بھی ہیں جن سے اہل ذوق استفادہ کررہے ہیں۔ سعودی ید میں ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۵۰ھ کے بیچ آپ مدیر المعارف کے اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔ پھر پ کو مکہ مکرمہ کا عہدہ قضاء سونپا گیا۔

سید علوی کے چچا سید حسن مالکی بھی بڑی شخصیت تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کا ایک مدرسہ ھا۔ اسی مدرسہ میں سید علوی نے تجوید پڑھی اور قرآن حفظ کیا اور دس برس کی مختصر عمر ں تراویح کے امام بن گئے جس کا ذکر اوپر گزر چکا۔

مکہ مکرمہ کے عظیم عالم استاد شیخ سید محمد علوی مالکی (۸) آپ ہی کے فرزند ہیں اور مسجد

۷۔ شریف حسین والی مکہ مکرمہ کو سعودی عرب کے موجودہ بادشاہ فہد کے والد شاہ بدالعزیز بن سعود نے ۱۹۲۶ء میں معزول کرکے جدہ میں حجاز کا بادشاہ ہونے کا اعلان کردیا۔ موجودہ سلطنت ہاشمیہ اردن کے فرمانروا شاہ حسین اسی شریف حسین کی اولاد سے یں۔

۸۔ فضیلتہ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد بن علوی المالکی الحسنی خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء لدین مدنی رحمتہ اللہ علیہ (وفات ۱۹۸۱ء) کے شاگرد و خلیفہ ہیں۔ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے مسجد حرام، مدرسہ الفلاح اور مدرسہ تحفظ القرآن الکریم مکہ مکرمہ میں تعلیم حاصل

حاشیہ اگلے صفحہ پر

ہوئے اور
دے دی۔
درس تمام
عظیم تحقیق
مکرمہ کی
لتہ المکیہ'
اللہ علیہ
نے تقاریظ
لمبجل کتہ
مالکی کی
یلوی کے
کی مدح
آپ نے
ملاحظہ

حرام میں مدرس ہیں۔ سید محمد علوی مالکی نے اپنے والد ماجد کا ریڈیو نداء الاسلام مکہ مکرمہ سے نشر ہونے والا ہفتہ وار پروگرام بھی جاری رکھا۔ یہ پروگرام ہر جمعہ کی شام کو نشر ہوتا تھا۔ رب تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے۔ علوم اسلامیہ میں ان کی بیش بہا کتب ہیں۔ یہ اپنے اسلاف کے بہترین نمونہ ہیں۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ

کی۔ بعد ازاں جامعہ الازہرالشریف مصر سے ڈاکٹریٹ کی۔ اس وقت (۱۹۹۳ء) میں مکہ مکرمہ کے محلہ رصیفہ میں اپنے قائم کردہ مدرسے کو چلا رہے ہیں۔ اس مدرسہ میں سعودی عرب کے علاوہ مختلف ممالک کے طلبہ کثیر تعداد میں زیر تعلیم ہیں۔ آپ اب تک مشرق وسطیٰ' یورپ' امریکہ اور ہندوستان میں متعدد کانفرنسوں میں شرکت فرماچکے ہیں۔ اب تک آپ کی اکتیس سے زائد تصنیفات و تالیفات منظر عام پر آچکی ہیں۔ آپ کی تصانیف میں "الذخائر المحمدیہ" اور "مفاہیم یجب ان تصحح" انتہائی مقبول ہوئیں۔ موخر الذکر کتاب مصر' دبئی' پاکستان اور سوڈان سے شائع ہوچکی ہے اور اس کے بعض حصوں کا اردو ترجمہ مولانا محمد صدیق ہزاروی کے قلم سے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میں قسط وار چھپ چکا ہے۔ ازاں بعد اس حصے کو القرانٹرپرائزز نے لاہور سے کتابی صورت میں شائع کردیا ہے۔

"مفاہیم یجب ان تصحح" پر بہت سے ممالک کے اکابر علماء و مشائخ نے تقاریظ رقم فرمائیں اور کتاب اور مصنف کو خراج تحسین پیش کیا۔ "الذخائر المحمدیہ" اور "مفاہیم یجب ان تصحح" میں سید محمد بن علوی بن عباس نے عقائد اہل سنت کو بڑی وضاحت سے پیش کیا۔

موخر الذکر کتاب پر دنیا بھر سے جن علماء کرام نے تقاریظ لکھیں ذیل میں ہم ان کے اسماء گرامی درج کرتے ہیں جس سے قارئین کو اندازہ ہوگا کہ سید محمد علوی کی کتب اور ان کی شخصیت عالم عرب میں کس بلند مرتبے کی حامل ہیں۔ نیز یہ بات بھی واضح ہوگی کہ اہل سنت و جماعت مسلک اعلیٰ حضرت ہی آج کے سواد اعظم کا مسلک ہے۔

العلامتہ المغرب المحدث المحقق الاستاذالسید عبداللہ کنون الحسنی' صدر رابطتہ العلماء مراکش' رکن مجمع البحوث الاسلامی قاہرہ رکن ملک اکیڈمی مراکش' بانی رکن رابطتہ العالم الاسلامی رکن مجلس الوصایہ علی العرش مراکش

○ العلامہ المنورخ الفقیہ الشیخ محمد بن الشیخ احمد بن الشیخ حسن الخزرجی سابق جج عدلیہ ابو ظہبی'

حاشیہ اگلے صفحہ پر

اس طرح گویا اس خاندان نے خود کو علم کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ **وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**

صفحہ کا بقیہ

صدر تاریخ و ثقافت کمیٹی متحدہ عرب امارات وزیر اوقاف و مذہبی امور متحدہ عرب امارات۔

() العلامہ المحدث المحقق الفقیہ الشیخ محمد الشاذلی النفیر صدر کلیہ الشریعہ تیونس، رکن رابطتہ العالم الاسلامی۔

() العلامہ الفقیہ الشیخ محمد فال البنانی

جنرل سیکریٹری رابطہ اسلامیہ دفاع عن الاسلام موریطانیہ رکن رابطتہ العالم الاسلامی

() العلامہ الفقیہ الاصولی الشیخ محمد سالم بن محمد علی بن عبدالودود عدود چیف جسٹس موریطانیہ، رکن فقہ اکیڈمی رابطتہ العالم الاسلامی

() العلامہ الشیخ یوسف بن احمد الصدیقی

عدلیہ بحرین، بانی رکن رابطتہ العالم الاسلامی

() سماحتہ الامام العلامہ الاصولی اللغوی الشیخ سیدی الفاروقی الرحالی شیخ العلماء رئیس مجلس العلماء مراکش

() فضیلتہ العلامہ الفقیہ محدث المغرب بل محدث الدنیا الشیخ السید عبداللہ ابن محمد ابن الصدیق الغماری

آپ کے بھائی الامام العلامہ الحافظ ابوالفیض الشیخ السید احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی کی ایک کتاب* کا اردو ترجمہ شائع ہوچکا ہے جس کے شروع میں دونوں بھائیوں کی تصانیف کے نام اور مختصر حالات دیئے گئے ہیں۔

مطابقتہ الاختراعات العصریہ لما اخبربہ سید البریہ، شیخ سید احمد بن محمد بن الصدیق الغماری، اردو ترجمہ بنام اسلام اور عصری ایجادات، ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مارہروی، حامد اینڈ کمپنی لاہور، طبع اول، ۱۹۸۰ء

() فضیلتہ الاستاذ الداعی الی اللہ السید محمد بن علی الجبشی

صدر المرکز الاسلامی انڈونیشیا

() سماحتہ الامام العلامتہ العارف باللہ والداعی الیہ الحبیب عبدالقادر السقاف،

شیخ العلماء و مفتی حضرموت جمہوریہ یمن

() فضیلتہ العلامتہ الفقیہ السید ابراہیم بن عقیل

بقیہ اگلے صفحہ پر

جیسا کہ اوپر ذکر کرچکا ہوں کہ سید علوی سے میرا تعارف ۱۳۵۵ھ سے ۱۳۵۹ھ کے دوران ہوا۔ میں نے ان کو مدرسہ الفلاح مکہ مکرمہ اور مسجد حرام کے ایک استاد کی حیثیت سے جانا اور پہچانا تھا۔ مسجد حرام میں مغرب و عشاء کے درمیان آپ درس دیتے اور آپ کے گرد طلبہ کا ہجوم ہوتا۔ دوسری طرف آپ کو میں نے قاضی نکاح کی حیثیت میں دیکھا۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ

مفتی الحدیدہ جمہوریہ یمن

○ فضیلۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف

سابق مفتی جمہوریہ مصر' رکن اکابر علماء کونسل جامعہ الازہر' دعوت اسلامی کی خدمات پر سعودی حکومت نے ۱۴۰۳ھ میں آپ کو "فیصل ایوارڈ" دیا۔

۱۹۵۲ء میں شیخ حسنین محمد مخلوف نے بحیثیت مفتئی اسلام مصر مرزائیوں کے کافر ہونے کا فتوی جاری کیا۔ اور اپنے اس فتوے میں حیرت کا اظہار بھی فرمایا کہ پاکستان جیسی اسلامی مملکت میں سر ظفر اللہ خان قادیانی کو وزیر خارجہ کیسے مقرر کردیا گیا ہے اور مطالبہ کیا کہ حکومت پاکستان سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ کے عہدے سے ہٹائے۔

ہفتہ وار رضوان' لاہور' ۲۸ جولائی ۱۹۵۲ء' صفحہ ۳ — ۸

شیخ حسنین محمد مخلوف کے بیٹے شیخ اسمٰعیل حسنین مخلوف ۱۹۹۰ء میں پاکستان میں مصر کے سفیر رہ چکے ہیں۔

○ فضیلۃ الدکتور الحسنین عبدالمجید ہاشم

وکیل جامعہ الازہر الشریف قاہرہ

جنرل سیکریٹری مجمع البحوث الاسلامیہ جامعہ الازہر

سید محمد بن علوی المالکی کے حالات و خدمات پر اردو میں کئی مضامین پاک و ہند سے شائع ہوچکے ہیں۔ مثلاً۔

ا۔ ماہنامہ فیض عالم' بہاولپور' مارچ ۱۹۹۱ء' صفحہ ۱۹ — ۲۳

ب۔ ماہنامہ جہان رضا' لاہور' فروری ۱۹۹۲ء' صفحہ ۲۶ — ۴۲

ج۔ در رسول کی حاضری صلی اللہ علیہ وسلم' مترجم مفتی محمد خان قادری' انجمن تعمیر ملت کامونکے' طبع اول' ۱۹۹۱ء' صفحہ ۲۱ — ۵۸

د۔ مفاہیم یجب ان تصحح' سید محمد بن علوی المالکی الحسنی' دارالانسان قاہرہ' طبع اول' ۱۹۸۵ء' صفحہ ۱ — ۲۶

مکہ مکرمہ میں اپنے زمانہ کے نہایت مشہور نکاح خواں تھے۔ اہل مکہ آپ کو محبت و عقیدت کے ساتھ نکاح پڑھانے کے لئے لے جاتے تھے اور یہ سلسلہ ان کی زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا۔ آپ کی آواز بڑی خوبصورت تھی اور شادی کی رسوم آپ نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ سارے اہل مکہ آپ سے ٹوٹ کر محبت کرتے تھے۔ سبھی کی دلی خواہش ہوتی کہ ان کی اولاد کا خطبۂ نکاح آپ پڑھائیں۔ آپ بھی اپنے خداداد علم اور عظیم تفقہ کے باوجود نرم گوشہ اور زندہ دل شخصیت تھے۔ جس مجلس میں آپ ہوتے اس مجلس میں انس ہوتا، محبت ہوتی، الفت ہوتی اور مودت ہوتی۔ اور آپ اپنے لطائف و ظرائف سے مجلسوں کو کیف و سرور سے بھردیتے اور اہل مجلس کا دل جیت لیتے۔ اہل مجلس کبھی آپ کی مجلس سے اکتاتے نہ تھے۔ لیکن یہ ظرافت طبعی ادب کے دائرہ میں رہ کر ہوتی کیونکہ آپ ہرحال میں اور سب سے پہلے ایک "طالب علم" ہوتے۔

آپ کے اندر تعلی اور بڑائی چھوکر بھی نہ تھی۔ آپ اپنی نرم خوئی اور ظرافت خیز باتوں سے دوسروں کے دلوں میں بہت جلد گھر کر جاتے تھے۔ آپ مزاح بھی کرتے مگر نیشہ زنی نہ کرتے۔ آپ خوش کن بول بولتے مگر متبذل الفاظ سے بہت دور ہوتے۔ اس طرح ایک طرف لوگ آپ سے محبت کرتے تو دوسری طرف آپ کا رعب و وقار بھی لوگوں پر چھایا ہوتا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ مولانا علوی مکہ مکرمہ کے ایک ممتاز اور مشہور ترین قاضی نکاح تھے۔ اس سلسلے میں بارہا آپ کو ایسے واقعات سے گزرنا پڑا جن کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ طوالت کے خوف سے ہم صرف ایک واقعہ قلمبند کرتے ہیں۔

شیخ علوی فرماتے ہیں : مجھے ایک شادی میں نکاح خوانی کے لئے دعوت دی گئی۔ یہ واقعہ ۱۳۶۰ھ سے ۱۳۷۰ھ کے بیچ کا ہوگا۔ یہ شادی بڑی دھوم دھام سے ہورہی تھی۔ سب براتی دولہا کے گھر اکٹھے ہوئے اور پھر برات چل پڑی۔ اس برات میں دولہا اور قاضی کے ساتھ نغمہ پڑھنے والا گروہ بھی تھا۔ یہ مکہ مکرمہ کے مشہور نغمہ سنج لوگ تھے۔ براتیوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی یہ گروہ نغمہ سنجی کرتے ہوئے دولہن کے گھر پہنچ گیا۔ دولہن کے اعزہ و اقارب برات کے استقبال کے لئے آگے بڑھے۔ قصیدہ خوانوں نے قصیدے گائے۔ پھر دولہا اور اس کے ساتھی صدر مکان تک پہنچے اور پھر براتیوں کو قہوہ پیش کیا گیا۔ اس کے بعد سید علوی نے خطبۂ نکاح شروع کیا۔ جب عقد نکاح کا مرحلہ آیا، واضح رہے کہ دولہا اور اس کے والد سید علوی کے داہنے طرف اور دولہن کے والد ان کے بائیں طرف بیٹھا

کرتے تھے اس نکاح میں بھی اسی نشست سے یہ افراد بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ مدعو حضرات سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ایک ایسی صورت حال پیش آئی کہ سب حیران رہ گئے۔ سید علوی نے دولہا کا ہاتھ تھاما اور جیسے ہی اس سے یہ کہا کہ میں نے تمہارا فلاں عورت سے نکاح کیا۔ ایک شخص جو سید علوی کے قریب بیٹھا تھا وہ آگے بڑھا اور اس نے بلند آواز سے کہا' مولانا ٹھہریے !۔ سید علوی اس کی طرف متوجہ ہوکر بولے' کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا۔ اس دولہن کے والد فلاں تاریخ کو مسجد حرام میں آئے اور مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے میرے بغل میں جگہ لی اور مجھے خبر دی کہ آج میرے یہاں ایک بچی پیدا ہوئی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میں تمہاری بچی کا اپنے نوزائیدہ بچہ سے رشتہ مانگتا ہوں۔ اس نے یہ رشتہ قبول کرلیا اور ہم نے اس پر فاتحہ بھی پڑھ لی۔ (۹)

اب سید علوی دولہن کے والد کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا' کیا اس شخص کی بات صحیح ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس آدمی نے نقدی کی ایک تھیلی نکالتے ہوئے کہا' یہ ہے اس کی مہر' اس لئے یا مولانا ! اس دولہن کا نکاح میرے بیٹے سے کردیں کیونکہ یہ رشتہ اس لڑکی کی پیدائش کی دن ہی اس کے والد نے منظور کرلیا تھا۔

سید علوی بیان فرماتے ہیں میں نے مسئلہ کی وضاحت کی کہ یہ شادی دونوں کے والد کے اقرار سے صحیح ہوجائے گی۔ اور میں نے اس شخص کے بیٹے سے اس لڑکی کا عقد نکاح کردیا۔ اس طرح یہ لڑکی اپنے پہلے منگیتر کے حصے میں چلی گئی۔ اور جس دولہا کے لئے یہ ساری شادمانیاں اور آرائشیں زیبائشیں کی گئی تھیں اسے خالی ہاتھ واپس ہونا پڑا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا علوی پورے عالمانہ وقار اور اختیار کے ساتھ خطبہ نکاح پڑھاتے تھے۔ سید علوی مالکی اس طرح کے متعدد بڑے ہی دلچسپ واقعات سے گزرے ہیں۔ مگر ہم طوالت کے خوف سے انہیں ترک کررہے ہیں۔

سید علوی اپنی تدریس اور گفتگو میں نہایت درجہ ممتاز تھے اور سامعین پر بہت ہی اچھے تاثرات چھوڑا کرتے تھے۔ خواہ آپ اپنے حلقئہ درس میں ہوں یا ریڈیو اور ٹیلیویژن پر عوام سے خطاب کررہے ہوں سامعین اور مشاہدین کو متاثر کئے بغیر نہ رہتے تھے۔

سوانح نگار محمد علی مغربی کہتے ہیں میں نے خود بھی ریڈیو اور ٹیلیویژن پر سید علوی کو جب

۹۔ ایسے موقع پر بات پکی کرنے کے لیے عربوں میں فاتحہ پڑھنے کا رواج ہے۔

گفتگو فرماتے سنا تھا تو کافی متاثر ہوا تھا۔ مسجد حرام میں ان کے حلقہ درس میں بیٹھنے کا موقع بھی مجھے میسر آیا ہے۔

مئولفات

نفحات الاسلام من البلد الحرام

سید علوی کی ایک ضخیم اور مفید کتاب ہے۔ اس کی ترتیب کا کام ان کے لائق فرزند محمد علوی مالکی نے انجام دیا ہے اور ان کے ایک فائق شاگرد شیخ عبداللہ انصاری نے امور دینیہ حکومت قطر کے مصارف پر یہ کتاب طبع کرائی ہے۔ یہ شیخ عبداللہ حکومت قطر کے امور دینیہ کے انچارج تھے۔ انہوں نے مسجد حرام میں سید علوی سے درس لیا تھا۔ اب ہم خود شیخ عبداللہ انصاری ہی کی زبانی اس سلسلہ کی گفتگو پیش کرتے ہیں۔ اس کتاب کے مقدمہ میں موصوف رقم طراز ہیں :

فضیلۃ الشیخ علامہ علوی ایک زبردست عالم اور میرے آقا اور میرے مربی تھے۔ صرف میں ہی ایک تنہا نہیں بلکہ ان سے مستفید ہونے والوں کی ایک بڑی جماعت ہے۔ مہبط وحی میں بیت اللہ کے سامنے ہم ان کے حلقہ درس میں حاضر ہوتے اور کتنے ہی ان کے علم کے پختہ پھل چنا کرتے۔ ان کی شخصیت سے ہم نے تربیت کے بے شمار قیمتی جواہر حاصل کئے ہیں۔ جب کسی حدیث کی تشریح کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ علم کی موجیں سامعین تک جوش مارتی ہوئی پہنچ رہی ہیں۔ یہ ہیں میرے استاد سید علوی مالکی مکی، مسجد حرام کے عظیم استاد۔

نحمد اللہ ہواسع رحمتہ و رضوانہ واسکنہ فسیح جناتہ و جمعنابہ فی مقر رحمتہ۔

یہ کتاب سید علوی کے درس کے دینی افادات اور بعض مسائل کے حل اپنے اندر پیش کرتی ہے۔ اور پانچ سو تیس صفحات پر مشتمل ہے۔

فتح القریب المجیب علیٰ تہذیب الترغیب والترہیب

الترغیب والترہیب ان کتابوں میں سے ایک ہے جو جدہ میں مدارس الفلاح میں درس کے لئے تیار کی گئی تھی اور اس میں پڑھائی جاتی تھی۔ یہ کتاب احادیث نبوی کا ایک مجموعہ ہے۔ مدرسہ الفلاح کے اساتذہ نے اس ادارہ کے نصاب کے لئے مرتب کی تھی۔

علامہ علوی نے مسجد حرام کی ممتاز اور عبقری شخصیتوں سے علم حاصل کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہونا ہی چاہیے تھا کہ حدیث پر آپ کی نظر وسیع اور دقیق ہوتی۔ اس کتاب پر آپ کی جب دقیق نظر پڑی تو آپ نے اس کتاب میں کچھ حذف و اضافہ کی ضرورت محسوس

کی۔ اس نظریئے سے آپ نے اس کتاب پر کام شروع کردیا۔ سید علوی اس کتاب کے مقدمہ میں راقم ہیں۔

"ایک طویل مدت تک اس کتاب سے مجھے شغف رہا۔ اس لئے میں نے ضرورت محسوس کی کہ اس میں حذف و اضافہ کیا جائے۔ خاص طور سے وہ روایتیں جو منکر یا ضعیف کے درجہ میں تھیں ان کی جگہ صحیح و حسن حدیثوں کو لیا جائے۔ اور جہاں جہاں ضعف اور مجہول کے صیغے اور الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کی جگہ وہ حدیثیں لی جائیں جن میں معروف اور یقین کے صیغے اور الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ جیسے بہت سی جگہوں پر اس طرح تھا' روی حکی وغیرہ۔ اس کی جگہ روی..... اور قال والے الفاظ کی حدیثیں رکھی جائیں۔"

یہ آپ کا علمی اخلاص اور حدیث نبوی کے لئے امانت کا جذبہ تھا جس کے تحت آپ اس کام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

آپ نے اس کام میں ثقہ اور معتمد علماء اور محدثین کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

- حافظ منذری
- امام نووی
- ابن حجر ہیتمی

جہاں مشکل یا اجنبی الفاظ آئے ہیں ان کی بھرپور شرح کی اور جہاں عبارت غیر واضح اور مغلق نظر آئی اس کو واضح کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں بطور شہادت قرآن کی آیتیں پیش کی ہیں۔ جس سے اب عام قاری اور ابتدائی طالب علم بھی استفادہ کرسکے گا۔

اس طرح سید علوی نے علم کی امانت ادا کردی ہے۔ اور استفادہ کرنے والوں کو ضعیف اور منکر احادیث سے بچانے اور محفوظ کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔

ابانۃ الاحکام

حافظ ابن حجر کی کتاب "بلوغ المرام" کی یہ ایک عمدہ شرح ہے۔ اس شرح میں علامہ علوی کے ساتھ شیخ حسن سلیمان نوری نے بھی کام کیا ہے۔ کتاب کا جو نسخہ میرے سامنے ہے۔ اس میں اس بات کی وضاحت کردی ہے۔ دونوں شارح ایک ساتھ لکھتے ہیں۔

"اس کتاب کے مؤلف حافظ ابن حجر نے اس میں احکام شریعت کے دلائل بڑی جانکاہی اور حسن و خوبی کے ساتھ جمع کئے ہیں۔ جہاں باہم ٹکراتی ہوئی حدیثیں نظر آئی ہیں ان کے درمیان تطبیق پیدا کی ہے اور حدیثوں کی درجہ بندی کے ساتھ احادیث کے مخارج

کی بھی نشان دہی کردی ہے۔"

اس طرح یہ کتاب ایک مفصل اور وقیع شرح ہوگئی ہے۔ جلد اول عبادات پر مشتمل ہے۔ شرح کا انداز یہ ہے کہ پہلے حدیث ذکر کرتے ہیں۔ پھراس کے اجمالی معنی بیان کرتے ہیں اور پھر حدیث کے الفاظ کا لفظی تجزیہ پیش کرنے کے بعد فقہی گفتگو پر حدیث ختم کرتے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ایک اہم اور مفید ترین شرح بن گئی ہے۔ میں نے اب تک اس کی دو جلدیں دیکھی ہیں۔

ان کتابوں کے مطالعہ سے دو خصوصیات ابھر کر سامنے آتی ہیں۔

۱۔ جس موضوع پر گفتگو کرتے ہین اس پر بھرپور گفتگو کرتے ہیں اور بحث کا کوئی پہلو آپ کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہوتا اور نہایت تشفی بخش بحث پیش کرتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیر بحث موضوع کا آپ نے مکمل احاطہ کر رکھا ہے۔ جو بھی چھوٹی بڑی باتیں آتی ہیں مولانا علوی ان سب کو روشن کرتے جاتے ہیں۔

۲۔ ان کتابوں کا مطالعہ کرنے والا دوسری امتیازی خصوصیت یہ محسوس کرتا ہے کہ مؤلف حدیث شریف پر مکمل دست ترس رکھتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حدیث کتاب اللہ کے لئے شرح اور بیان کا درجہ رکھتی ہے۔

علامہ علوی کی مؤلفات سے متعلق ایک مختصر گفتگو پیش کی گئی۔ اس سے علامہ علوی کی تحریروں کا احاطہ مقصود نہیں (۱۰) بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو افراد اس شخصیت سے واقف نہیں ان کے سامنے مولانا کی شخصیت کی ایک ہلکی سی تصویر ابھر کر سامنے آسکے۔

وفات

شب چہار شنبہ ۲۵ صفر ۱۳۹۱ھ کو تریسٹھ سال کی عمر میں علامہ علوی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ ان کو جنت نصیب کرے۔ یقیناً یہ ایسی شخصیت تھے جنہوں نے اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں اپنی پوری حیات علم کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

۱۰۔ سید علوی رحمتہ اللہ علیہ کی مزید تین مؤلفات کے نام یہ ہیں۔

- نیل المرام شرح عمدة الاحکام
- فیض الخبیر فی اصول التفسیر
- المواعظ الدینیہ

صدائے صحافت

از

محمد خان افسر خان القادری (اسلام آباد)

○

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ/۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو اس دنیائے فانی میں پیدا ہوئے۔ ۴ سال کی عمر میں قرآن مجید ختم فرمایا۔ دیگر علوم و فنون دوسرے اساتذہ کے علاوہ اپنے جلیل القدر والد ماجد مولانا نقی علی خاں سے گھر پر ہی حاصل کئے۔ تیرہ (۱۳) برس دس (۱۰) ماہ پانچ یوم کی عمر میں علوم نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل فرما کر ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔ اور دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد ذاتی مطالعہ سے بہت سے علم و فنون میں کمال حاصل کیا۔

جدید تحقیق کے مطابق امام احمد رضا تقریباً ۷۱ علوم و فنون پر کمال و دسترس رکھتے تھے۔ تقریباً ہر علم و فن میں ان کی یادگاریں موجود ہیں۔ امام احمد رضا ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں حضرت سید شاہ آل رسول مار ہروی قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت حاصل کی۔ آپ نے عہد کے علماء و عرفاء میں نہایت ممتاز تھے۔ علمائے عرب نے آپ سے سندیں لیں اور شرف تلمیذ حاصل کیا۔ آپ نے تقریباً ہزار کتب تصنیف فرمائیں۔ جن میں فتاویٰ رضویہ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" نمایاں ہے نیز آپ کا ایک اور کارنامہ قرآن مجید کا نہایت سلیس اردو زبان میں ترجمہ ہے جو کہ آج بھی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے ہر جگہ دستیاب ہے۔

جامعہ کراچی کے ایک فاضل نوجوان پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے "کنزالایمان کا دیگر معروف اردو تراجم سے تقابلی جائزہ" کے عنوان سے Ph.D کی ڈگری حاصل کی ہے۔ جو

احمد رضا کی خدمات کے اعتراف میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔
آپ نے اپنے دور میں تجدید و احیاء اسلام کے فرائض انجام دیئے۔ اسی وجہ سے
عرب و عجم نے آپ کو "مجدد" کہا ہے۔
امام احمد رضا ۱۸۵۶ء کے انقلابی دور میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء کے ہنگامی دور میں وصال
یا۔ اپنی ۶۵ سالہ زندگی میں انہوں نے جو علمی خدمات انجام دیں۔ ان کا احاطہ ممکن
ں۔
امام احمد رضا پر علمی دنیا میں کچھ کام ہو چکا ہے اور بہت کچھ ہو رہا ہے۔ یہاں ہمارا
ضوع امام احمد رضا کے حوالے سے صحافتی دنیا سے متعلق ہے۔ اس موضوع پر محترمہ
۔بی مظہری (حیدر آباد) ایک مقالہ لکھ چکی ہیں جس میں امام احمد رضا پر اخبارات و
سائل میں شائع شدہ مقالات و مضامین کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ
صوفہ نے سندھ یونیورسٹی سے امام احمد رضا کے حالات اور خدمات پر ایم فل بھی کیا
ہے۔ان کی خدمات، کے اعتراف میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ان کو سلور میڈل
ش کر چکا ہے۔
فاضلہ موصوف نے ۱۹۸۳ء تک شائع شدہ مقالات و مضامین کا احاطہ کیا ہے۔ راقم ذیل
ں ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۳ء تک شائع شدہ مقالات و مضامین کی تفصیلات پیش کر رہا ہے جس
ں راقم نے پاکستان کے علاوہ بین الاقوامی اخبارات کو بھی شامل کیا ہے۔
تدوین و ترتیب میں سنین کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ یعنی جو مقالہ پہلے شائع ہوا ہے
س کا پہلے ذکر کیا ہے اور جو بعد میں شائع ہوا ہے اس کا بعد میں ذکر کیا گیا ہے' تاکہ اعلیٰ
ضرت کے بارے میں منزل بہ منزل تحقیقات کا بہ خوبی اندازہ ہو سکے۔

---- ۱۹۸۴ء ----

نمبر شمار	مقالہ نگار	موضوع	اخبار	تاریخ
۱	شکیل احمد اعوان	حیات مجدد	تعمیر' راولپنڈی	۷ جنوری
۲	شکیل احمد اعوان	اصناف سخن میں امام احمد رضا کی مہارت	"	۱۱ جنوری
۳	شکیل احمد اعوان	امام احمد رضا علماء عرب و عجم کی نظر میں،	"	۱۲ جنوری

یائے فانی
ے اساتذہ
تیرہ (۱۳)
۱۸۶ء میں
طالعہ سے
لکھتے تھے۔
س حضرت
صل کی۔
دریں لیں
س فتاویٰ
رآن مجید
آن" کے
ن کا دیگر
ہے۔ جو

۴	سید ریاست علی قادری	حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی	حریت، کراچی	۱۹ نومبر
۵	قاضی عبد الرسول	مولانا احمد رضا خاں	نوائے وقت، کراچی	"
۶	محمد امان اللہ خان	امام احمد رضا خاں بریلوی	"	"
۷	محمد امین قاسمی نقشبندی	فاضل بریلوی بحیثیت فقیہ	"	"
۸	سرفراز خان	راز دار شریعت احمد رضا	"	"
۹	محمد صدیق ہزاروی	امام احمدر رضا بریلوی	"	"
۱۰	اقبال احمد اختر القادری	مجدد ملت مشاہیر کی نظر میں	"	"
۱۱	حافظ محمد علی	اعلیٰ حضرت اور دو قومی نظریہ	"	"
۱۲	حافظ محمد نصر اللہ خاں	امام احمد رضا کی عادات و خصائل	"	"
۱۳	ریئر ایڈمرل ایم آئی ارشد	تاریخ اسلام کی ایک جامع کمالات شخصیت	جنگ، کراچی	۲۰ نومبر
۱۴	پروفیسر سید ابو الخیر کشفی	حضرت احمد رضا کی نعتیہ شاعری	"	"
۱۵	قاضی عبد الرسول	بیسویں صدی کی عظیم عبقری شخصیت	"	"
۱۶	سید ریاست علی قادری	اعلیٰ حضرت ایک سائنس دان و فلسفی	"	"
۱۷	ڈاکٹر جمیل جالبی	صاحب شریعت و صاحب طریقت	"	"
۱۸	سید ریاست علی قادری	امام احمد رضا	آغاز، کراچی	۲۱ نومبر
		۱۹۸۵ء		
۱۹	سید ریاست علی قادری	فقیہ اسلام امام احمد رضا خاں	حریت، کراچی	۹ نومبر
۲۰	پروفیسر ابرار حسین	احمد رضا بریلوی اور نظریہ حرکت زمین	آغاز، کراچی	۱۰ نومبر
۲۱	پروفیسر امتیاز احمد سعید	اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن کنز الایمان	جدت، پشاور	۱۵ نومبر
۲۲	جمیل احمد صدیقی جمالی	اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی	جنگ، کراچی	۱۸ نومبر
۲۳	ڈاکٹر مطلوب حسین	اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت	"	"
۲۴	سید ریاست علی قادری	اعلیٰ حضرت اپنی تصانیف کے آئینے میں	"	"

نمبر	مصنف	عنوان	اخبار	تاریخ
۲۵	پروفیسر امتیاز سعید	امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن	"	"
۲۶	پروفیسر کرم حیدری	پروانہ شمع رسالت	"	"
		---- ۱۹۸۶ء ----		
۲۷	سید ریاست علی قادری	اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کی فقہی و سیاسی بصیرت	جنگ' کراچی	۳۱ اکتوبر
۲۸	حافظ مطلوب احمد چشتی	امام احمد رضا کی تفسیر اور فتاویٰ ان کی تبحر علمی کی دلیل ہے	"	"
۲۹	مقبول احمد وزیر مملکت برائے مذہبی امور	امام احمد رضا خان نے مسلمانوں میں عشق رسول کا جذبہ ابھارا	"	"
۳۰	کوکب نورانی	امام اہلسنت حضرت شاہ احمد رضا خاں کی دینی اور ادبی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا	"	"
۳۱	حاجی حنیف طیب وفاقی وزیر پٹرولیم وقدرتی وسائل	تحریک آزادی ہند کا نڈر سپاہی امام احمد رضا	"	"
		---- ۱۹۸۷ء ----		
۳۲	شکیل احمد اعوان	امام احمد رضا اور تجدید احیاء دین	حیدر' راولپنڈی	۱۸ ستمبر
۳۳	پروفیسر شاہ فرید الحق	مولانا شاہ احمد رضا عظیم علمی و روحانی شخصیت	حریت' کراچی	۱۹ اکتوبر
۳۴	پروفیسر سید محمد عارف	اعلیٰ حضرت اور سرزمین ہند	امن' کراچی	"
۳۵	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	دو قومی نظریہ اور امام احمد رضا	جنگ' کراچی	۱۹ اکتوبر
۳۶	سید ریاست علی قادری	امام احمد رضا اور علوم جدید	"	"
۳۷	پروفیسر ابرار حسین	ایک ماہر علم ریاضی	"	"
۳۸	محمد حنیف بلو	امام احمد رضا بریلوی	"	"
۳۹	پروفیسر طاہر القادری	کنزالایمان کے امتیازی پہلو	نوائے وقت' کراچی	۱۹ اکتوبر

نمبر	مصنف	عنوان	اخبار	تاریخ
۴۰	ڈاکٹر مطلوب حسین	احمد رضا کی سیاسی بصیرت	"	"
۴۱	ڈاکٹر یاسمین سلام	معاشرے میں اسلامی انقلاب کے داعی	"	"
		۱۹۸۸ء		
۴۲	علامہ محمد احمد مصباحی	امام احمد رضا کا تقویٰ	روزنامہ انقلاب (دہلی)	۲ اکتوبر
۴۳	مفتی محمود اختر قادری	امام احمد رضا علماء و مشائخ کے مرجع فتاویٰ	"	"
۴۴	ڈاکٹر سید محمد طلحہ برق رضوی	کلام رضا میں لفظ ارے کا استعمال	"	"
۴۵	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	امام احمد رضا -	"	"
۴۶	مفتی اشرف رضا قادری	امام احمد رضا اور علم حدیث	"	"
۴۷	علامہ ارشد القادری	احترام سادات کا حیرت انگیز واقع	"	"
۴۸	پروفیسر محمد مسعود احمد	امام احمد رضا کی تجدید و اصلاح	"	"
۴۹	ملک شیر محمد اعوان	کنزالایمان کے محاسن	"	"
۵۰	پروفیسر علامہ طاہر القادری	اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کے امتیازی پہلو	نوائے وقت، کراچی	۶ اکتوبر
۵۱	جمیل احمد صدیقی جمالی	امام احمد رضا کی دینی و سیاسی بصیرت	"	"
۵۲	علامہ سید ریاض الدین سہروردی	منقبت در شان امام احمد رضا	نوائے وقت، کراچی	"
۵۳	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	مولانا احمد رضا کی زندگی کا ایک پہلو	"	"
۵۴	ڈاکٹر مطلوب حسین	فاضل بریلوی اور دو قومی نظریہ	"	"
۵۵	اقبال احمد اختر القادری	مجدد دین و ملت	نوائے وقت، کراچی	۷ اکتوبر
۵۶	جسٹس قدیر الدین احمد (سابق گورنر سندھ)	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی	جنگ، کراچی	"
۵۷	سید وجاہت رسول قادری	اقوال اعلیٰ حضرت	"	"

نمبر	مصنف	عنوان	اخبار	تاریخ
۵۸	محمد حنیف اللہ والا	حیات اعلیٰ حضرت سال بہ سال	"	"
۵۹	سید ریاست علی قادری	اعلیٰ حضرت تاریخ ساز شخصیت	"	"
۶۰	محمد شکیل اوج	اعلیٰ حضرت کی ازلی خدمات	"	"
۶۱	علامہ شاہ تراب الحق قادری	حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی	امن، کراچی	۷ اکتوبر
۶۲	پروفیسر امتیاز سعید	امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کے خصائص	روزنامہ ہندوستان (بمبئی)	۷ اکتوبر
۶۳	سید ریاست علی قادری	امام احمد رضا اپنی نفسیات کے آئینے میں	"	"
۶۴	پروفیسر کرم حیدری	پروانہ شمع رسالت امام احمد رضا	"	"
۶۵	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	امام احمد رضا کی اصلاحی مہم	"	"
۶۶	محمد رفیق رضوی	امام احمد رضا علماء و مشائخ کی نظر میں	اردو ٹائمز (بمبئی)	۷ اکتوبر
۶۷	مولانا کامل سہرامی	مولانا احمد رضا خاں	"	"
۶۸	حافظ مطلوب احمد چشتی	امام احمد رضا کی تفسیر اور فتاویٰ	"	"
۶۹	ایڈمرل ایم آئی ارشد	تاریخ کی جامع کمالات شخصیت	حریت، کراچی	۷ اکتوبر
۷۰	سید محمد ریاست علی قادری	حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی	"	"
۷۱	ڈاکٹر جمیل جالبی	مولانا احمد رضا کا زہد و تقویٰ	"	"
۷۲	سید وجاہت رسول قادری	امام احمد رضا بریلوی	مشرق، کراچی	۷ اکتوبر
۷۳	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی	امام احمد رضا کی دینی بصیرت اور وجاہت کا اعتراف	"	"
۷۴	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	اما احمد رضا کی خدمت میں مغربی مستشرقین کا نذرانہ عقیدت	"	"
		۱۹۸۹ء		
۷۵	حنیف اللہ والا	امام احمد رضا خان	روزنامہ جنگ کوئٹہ خصوصی ایڈیشن	۲۷ ستمبر

۷۶	سید ریاست علی قادری	امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت	″	″
۷۷	اقبال احمد قادری اختری	امام احمد رضا اہل بصیرت کی نظر میں	″	″
۷۸	عبد القیوم خاں صابری چشتی	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اخلاف	″	″
۷۹	سید ریاست علی قادری	امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت	جنگ' راولپنڈی (خصوصی ایڈیشن)	۲۷ ستمبر
۸۰	اقبال احمد قادری اختری	امام احمد رضا اہل بصیرت کی نظر میں	″	″
۸۱	عبد القیوم خاں صابری چشتی	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اخلاف	″	″
۸۲	حنیف اللہ والا	امام احمد رضا خان	″	″
۸۳	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	امام احمد رضا بریلوی	مشرق' کراچی	۲۷ اکتوبر
۸۴	جسٹس (ریٹائرڈ) قدیر الدین احمد (سابق گورنر سندھ)	اعلیٰ حضرت ملت اسلامیہ میں اتحاد و اتفاق کے علمبردار	امن' کراچی	۲۷ ستمبر
۸۵	سید ریاست علی قادری	امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت	حریت' کراچی	۲۷ ستمبر
۸۶	عبد القیوم خاں صابری چشتی	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اخلاف	″	″
۸۷	سید وجاہت رسول قادری	امام احمد رضا کے علمی و فکری کارنامے	″	″
۸۸	جسٹس (ریٹائرڈ) مفتی سید شجاعت علی قادری	امام احمد رضا کا طرز استدلال	″	″
۸۹	سید ریاست علی قادری	امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت	جنگ' کراچی (خصوصی ایڈیشن)	۲۷ ستمبر
۹۰	اقبال احمد قادری اختری	امام احمد رضا اہل بصیرت کی نظر میں	″	″
۹۱	عبد القیوم خاں صابری چشتی	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اخلاف	″	″
۹۲	حنیف اللہ والا	امام احمد رضا خان	″	″

۱۹۹۰ء

اقبال احمد قادری اختری	مجدد دین و ملت امام احمد رضا محدث بریلوی	جنگ، کراچی	۲۲ جون
اقبال احمد قادری اختری	جامع صفات شخصیت	نوائے وقت، کراچی	۱۴ ستمبر
Dr. Shafiq Ali Khan	Imam Raza Bareilvi and Indian Politics	Morning News Daily Karachi	14 sep
رحمت علی	عشق مصطفٰے اور امام احمد رضا بریلوی	مشرق، کراچی	۱۵ ستمبر
جمیل احمد صدیقی جمالی	دنیا اسلام کے عظیم محدث و عالم	نوائے وقت، کراچی	"
مفتی محمد مکرم احمد	عالم اسلام کی عظیم عبقری شخصیت	"	"
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	دنیائے علم و تحقیق میں امام احمد رضا کا مقام	"	"
خواجہ حسن نظامی	مولانا احمد رضا خان بریلوی	آغاز، کراچی	۱۵ ستمبر
پروفیسر باربرا ڈی مٹکاف	احمد رضا خان اور مذہبی اسلوب	"	"
سید وجاہت رسول قادری	خاتم الانبیاء کو امام احمد رضا کا نذرانہ عقیدت	جنگ، کراچی	۱۶ ستمبر
جسٹس محمد اجمل میاں	مسلمانان ہند کی شیرازہ بندی میں فاضل بریلوی کا کردار	"	"
حکیم محمد سعید	مولانا احمد رضا کی طبی بصیرت	"	"
جمیل احمد صدیقی جمالی	مجدد ملت امام احمد رضا	"	"
رحمت علی	عشق مصطفٰی اور امام احمد رضا	قومی اخبار، کراچی	۱۶ ستمبر
رحمت علی	عشق مصطفٰی اور امام احمد رضا	امن، کراچی	۱۶ ستمبر
رحمت علی	عشق مصطفٰی اور امام احمد رضا	سویرا، کراچی	۱۶ ستمبر
رحمت علی	عشق مصطفٰی اور امام احمد رضا	حریت، کراچی	۱۶ ستمبر
S.A.H.Naqvi	Imam Ahmed Raza Place in urdu poetry	Star Daily Karachi	24 Sep
S.A.H.Naqvi	Imam Ahmed Raza Place in urdu poetry	Jang London	6 Oct.

۱۹۹۱ء

۱۱۲	سید ریاست علی قادری	اما احمد رضا کی سیاسی بصیرت	جنگ، کراچی	۴ ستمبر
۱۱۳	مولانا کوثر نیازی	امام احمد رضا اور عشق رسول	"	"
۱۱۴	جمیل احمد صدیقی جمالی	اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام	"	"
۱۱۵	علامہ سید یوسف ہاشم الرفاعی	علامہ کبیر شیخ احمد رضا بریلوی	نوائے وقت، کراچی	۵ ستمبر
۱۱۶	جمیل احمد صدیقی جمالی	فاضل بریلوی ایک عظیم مبلغ اسلام	"	"
۱۱۷	پروفیسر محمد مسعود احمد	امام احمد رضا کی سیاسی خدمات	"	"
۱۱۸	پروفیسر محمد مسعود احمد	مولانا احمد رضا کے اصلاحی کارنامے	پاکستان، لاہور	۵ ستمبر

۱۹۹۲ء

۱۱۹	سید افضال حسین نقوی	اردو نعتیہ شاعری اور امام احمد رضا کا اسلوب نگارش	جنگ، کراچی	۲۰ مارچ
۱۲۰	جسٹس عبادت یار خان	امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت	رہنمائے دکن (حیدر آباد دکن، بھارت)	۲۴ اگست
۱۲۱	پروفیسر سحر انصاری	نعتیہ شاعری اور امام احمد رضا	"	"
۱۲۲	علامہ شاہ تراب الحق	امام اہلسنّت	"	"
۱۲۳	یٰسین اختر مصباحی	امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں	"	"
۱۲۴	مولانا کلیم الرحمٰن رضوی	امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کی خصوصیات	"	"
۱۲۵	ڈاکٹر جمیل جالبی	امام احمد رضا اور عشق رسول	"	"
۱۲۶	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	امام احمد رضا اور عالمی جامعات	"	"
۱۲۷	اقبال احمد اختر القادری	بے شمار علوم و فنون کے ماہر امام	جنگ، کراچی	۲۴ اگست
۱۲۸	اقبال احمد اختر القادری	امام العلوم امام احمد رضا	نوائے وقت، کراچی	۲۵ اگست

۱۲۹	جمیل احمد صدیقی جمالی	امام احمد رضا فاضل بریلوی	آغاز، کراچی	۲۵ اگست
۱۳۰	ڈاکٹر ذاکر علی خان	نعتیہ ادب میں امام احمد رضا کا مقام	"	"
۱۳۱	اقبال احمد اختر القادری	عشق رسول سے سرشار امام احمد رضا بریلوی	جنگ، کراچی	۸ مئی
۱۳۲	محمد حنیف اللہ والا	امام احمد رضا بریلوی	جنگ، کراچی	۲۱ اگست
۱۳۳	Salman Saeed	Maulana Ahmed Raza	Daily News Karachi	23 Aug
۱۳۴	جسٹس میاں محبوب احمد	امام علم و حکمت امام احمد رضا	جنگ، کراچی	۲۴ اگست
۱۳۵	شیخ یوسف ہاشم الرفاعی	مولانا احمد رضا بریلوی	"	"
۱۳۶	پروفیسر امتیاز احمد سعید	امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان	"	"
۱۳۷	علامہ عبد الحکیم شرف قادری	امام احمد رضا کے فتاویٰ	"	"
۱۳۸	تجمل لطیف کرمانی	اعلیٰ حضرت، شخصیت اور کارنامے	پاکستان، لاہور	۲۵ اگست
۱۳۹	مولانا وصی مظہر ندوی	مولانا احمد رضا خاں بریلوی	جسارت، کراچی	"
۱۴۰	اقبال احمد اختر القادری	امام العلوم امام احمد رضا	امن، کراچی	"
۱۴۱	ڈاکٹر جمیل احمد جالبی	صاحب کنزالایمان امام احمد رضا	مشرق، کراچی	"
۱۴۲	جسٹس محمد حلیم	امام احمد رضا خان بریلوی	"	"
۱۴۳	اقبال احمد اختر القادری	امام العلوم امام احمد رضا	"	"
۱۴۴	جمیل احمد صدیقی جمالی	اعلیٰ حضرت عاشق رسول اور دینی اسکالر	"	"
۱۴۵	حکیم محمد سعید	فاضل بریلوی کی طبی بصیرت	نوائے وقت، کراچی	۲۵ اگست
۱۴۶	ڈاکٹر جمیل احمد جالبی	عاشق رسول امام احمد رضا	"	"
۱۴۷	جسٹس محمد حلیم	ایک عظیم شخصیت	"	"
۱۴۸	S.A.H.Naqvi	Imam Ahmed Raza Peerless Naats	Star Karachi	9 Sep.

---- ۱۹۹۳ء ----

۱۴۹	مولانا کوثر نیازی	اعلیٰ حضرت ایک جامع صفات شخصیت	امن، کراچی	۱۴ اگست

نمبر	مصنف	عنوان	اخبار/رسالہ	تاریخ
۱۵۰	میاں محبوب احمد	مولانا احمد رضا خاں صاحب بصیرت انسان اور سچے عاشق رسول	جنگ، کراچی	۱۳ اگست
۱۵۱	سید افضال حسین نقوی فتح پوری	حضرت امام احمد رضا خان بریلوی ایک جامع الصفات شخصیت	"	"
۱۵۲	پروفیسر امتیاز احمد سعید	امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان	"	"
۱۵۳	شیخ سید یوسف ہاشم الرفاعی	اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کی علمی و دینی خدمات	"	"
۱۵۴	وجاہت رسول قادری	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی	نوائے وقت، کراچی	۱۳ اگست
۱۵۵	جسٹس میاں محبوب احمد	امام علم و حکمت احمد رضا بریلوی	"	"
۱۵۶	جسٹس اجمل میاں	برصغیر کے مسلمانوں کی شیرازہ بندی میں فاضل بریلوی کا کردار	"	"
۱۵۷	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کلام رضا پر ایک نظر	"	"
۱۵۸	وجاہت رسول قادری	امام احمد رضا فاضل بریلوی	مشرق میگزین، کراچی	"
۱۵۹	مولانا کوثر نیازی	مسلک عشق رسول کے شاعر اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی	جسارت، کراچی (فرائیڈے اسپیشل)	۱۳ اگست
۱۶۰	سید وصی مظہر ندوی	اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی	جنگ، کراچی	۱۷ اگست
۱۶۱	حافظ محمود احمد قادری	فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ پر ایک نظر	مشرق، کراچی	۳ اگست
۱۶۲	S.A.H Naqvi	Imam Ahmed Raza A Peerless Genius	The Time Karachi	10 Aug.
۱۶۳	علامہ کوثر نیازی	امام اہلسنت برصغیر کی عظیم شخصیت	رہنمائے دکن حیدر آباد (انڈیا)	۱۴ اگست
۱۶۴	علامہ عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور	رد قادیانیت اور امام اہل سنت	"	"

نمبر	مقالہ نگار	عنوان	اخبار	تاریخ
۱۶۵	علامہ محمد عظیم سعیدی	امام اہلسنت علوم کیمیا و طبعیات	"	"
۱۶۶	علامہ سید محمود احمد رضوی	گستاخ رسول کی توجہ کا شرعی موقف فتاوئ رضویہ کی روشنی میں	"	"
۱۶۷	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	امام اہل سنت اور رد بدعات و منکرات	"	"
۱۶۸	سید صابر حسین شاہ بخاری	علمائے دیوبند اور امام اہل سنت	"	"
۱۶۹	ڈاکٹر حسن رضا خان	امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے فتاوئ	"	"
۱۷۰	حکیم محمد سعید (گورنر سندھ) پاکستان	امام احمد رضا کی طبی بصیرت (انڈیا)	مسلم ٹائمز، بمبئی	۱۸ اگست
۱۷۱	محمد شہاب الدین رضوی	آج امام احمد رضا کی ضرورت ہے	"	"
۱۷۲	اشرف رضا قادری (بمبئی)	امام احمد رضا کی فقہی بصیرت اور اصلاح معاصرین	"	"
۱۷۳	محمد عارف رضوی	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ہدایات	"	"
۱۷۴	محمد شہاب الدین رضوی	اعلیٰ حضرت کے خاندان اور ان کے تلامذہ کی صحافتی خدمات ناقابل فراموش	"	"
۱۷۵	محمود اختر القادری بمبئی	حدیث رسول کی روشنی میں امام احمد رضا کا یقین و عمل	"	"
۱۷۶	محب القادری ٹانڈوی ایم اے پربھنی	اعلیٰ حضرت اور حدائق بخشش	"	"
۱۷۷	پروفیسر غلام یحییٰ انجم (ہمدرد یونیورسٹی دھلی)	امام احمد رضا اور ڈاکٹر اقبال کے نظریہ زماں کا تقابلی جائزہ	"	"
۱۷۸	محمود حسین پروفیسر بریلی کالج "بریلی"	امام احمد رضا کی سائنسی خدمات پر ایک نظر	"	"
۱۷۹	رحمت اللہ صدیقی چیمبور	فاضل بریلوی کی ذہانت وفطانت	"	"

١٨٠	ڈاکٹر اعجاز مدنی	امام احمد رضا ناصح دین و ایمان "فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم کی روشنی میں"	"	"
١٨١	محمد عبد المبین نعمانی رضوی، مبارکپور	امام احمد رضا کی نظر میں مزارات پر عورتوں کی حاضری	"	"
١٨٢	یسین اختر مصباحی، دھلی	کنزالایمان اور مصطفےٰ جان رحمت کی ہمہ گیر مقبولیت	"	"
١٨٣	سید سراج اظہر رضوی	امام احمد رضا پر کہاں اور کون ادارے کام کر رہے ہیں	"	"
١٨٤	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد	امام احمد رضا جدت پسندی اور اصلاح معاشرہ	"	"

"عوام، مومنین اور ملائکہ کے رتبے کا فرق"

حدیث میں ہے کہ رب العزت جل و علا فرماتا ہے **عبدی المومن احب الی من بعض ملیکتی** میرا مسلمان بندہ مجھے میری بعض فرشتوں سے زیادہ پیارا ہے۔ ہمارے رسول ملا کہ کے رسولوں سے افضل ہیں اور ملا کہ کے رسول ہمارے اولیا سے افضل ہیں اور ہمارے اولیا عوام ملا کہ یعنی غیر رسل سے افضل ہیں اور یہاں عوام مومنین سے یہی مراد ہیں۔ نہ فساق و فجار کہ ملا کہ سے کسی طرح افضل نہیں ہوسکتے انسانی صفت ملکوتی و بہیمی و سبعی و شیطانی سب کا جامع ہے جو صفت اس پر غلبہ کرے گی اس کے منسوب الیہ سے زائد ہوجائے گا۔ اگر ملکوتی صفت غالب ہوئی کروروں ملا کہ اسے افضل ہوگا اور بہیمی غالب ہوئی تو بہائم سے بدتر **اولائک کالانعام بل هم اضل سبیلا** یوہیں سبعی و شیطانی دہا بیہ کو دیکھو شیطان اور ان سے سبق لیتا ہے ابلیس کو ہزار دن برس کی عمر میں نہ سوجھی تھیں جو انہیں سوجھتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد نہم، صفحہ ۷۱۔ ۷۲)

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
تعارف و تاثرات

علامہ مبارک حسین مصباحی
(عربک یونیورسٹی، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، بھارت)

مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کی پہلو دار، ہمہ گیر اور عبقری شخصیت اب عالم اسلام کے لئے محتاج تعارف نہیں ان کے فکر و فن اور محاسن و کمالات کی عرب و عجم میں دھوم مچی ہوئی ہے---- سینکڑوں جامعات، اکیڈمیوں اور اداروں میں ان کی شخصیت اور افکار و نظریات پر کام ہو رہا ہے---- جو پڑھتا ہے پڑھتا ہی چلا جاتا ہے---- جو دیکھتا ہے دیکھتا ہی رہ جاتا ہے---- علم و حکمت کا ایک بحرنا پیدا کنار ہے جس کی اتھاہ گہرائیوں کا آج تک اندازہ نہیں ہو سکا---- شعور و آگہی کا ایک پر شکوہ پہاڑ ہے جس کے روبرو بڑے بڑے قد آور بونے ہوئے نظر آتے ہیں----

عرصہ دراز تک وہ آفتاب علم و فن اہل بغض و حسد کی دارز دستیوں کا شکار رہا---- مخالفین و معاندین اس کے خلاف نفرت اور عداوت کی وبا پھیلاتے رہے---- جو دیکھنا چاہتے تھے ان کو دیکھنے نہ دیا گیا---- جو آشنائی چاہتے تھے ان کو گمراہ کیا گیا---- لیکن تاریخ کے ساتھ آخر یہ بھونڈا مذاق کب تک کیا جاتا---- حق چھپ سکتا ہے مٹ نہیں سکتا---- حق کے پر نور چہرے سے جب بھی نقاب اٹھتی ہے وہ قمر منیر کی طرح جگمگانے لگتا ہے---- فریب کاریوں کی بدلیاں خود بخود چھٹنے لگتی ہے---- جب صداقت کی شعائیں پھیلتی ہیں تو کذب و بہتان کی تاریکیاں چھٹنے لگتی ہیں---- جب اہل حق آگے بڑھتے ہیں تو اہل باطل کے قدم اکھڑنے لگتے ہیں۔

ہاں تو ذکر تھا امام احمد رضا قدس سرہ کی گمنامی اور مظلومیت کا---- مخالفین رضا کی

عداوت و سرکشی کا۔۔۔۔ تقریباً پچاس برس تک امام احمد رضا قدس سرہ کی عبقریت اور پر شکوہ شخصیت سے ایک عالم نا آشنا رہا۔۔۔۔ رضویات پر لکھا گیا مگر وہ نہ لکھنے کے برابر تھا۔۔۔۔ اور سچ تو یہ ہے کہ علماء حالات کے مدوجزر میں ایسے الجھے کہ امام احمد رضا کی شخصیت و فکر پر کچھ کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔۔۔۔ پھر حالات نے کروٹ بدلی اور چلتے چلتے ایک پروفیسر کی جہان رضا پر نظر پڑ گئی۔۔۔۔

انھوں نے دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔۔۔۔ مگر خود دیکھ کر دوسروں کو نہ دکھاتے یہ ان کی فطرت کے خلاف تھا۔۔۔۔ اس فرزانے نے ایک نعرۂ مستانہ لگایا اور بحر رضویت کی بے پناہ وسعتوں میں غواصی کرنے لگا۔۔۔۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس جوہری نے بحر رضا سے فکر و فن کے وہ آبدار موتی اور گرانما یہ ہیرے برآمد کئے کہ ان کی آب و تاب سے اہل علم و خرد کا ایک عالم محو حیرت رہ گیا امام احمد رضا قدس سرہ کے افکار و نظریات کی گہرائی اور گیرائی دیکھ کر اہل علم و بصیرت انگشت بدنداں رہ گئے۔۔۔۔ پھر کیا تھا پروفیسر تنہا نہیں رہ گئے بلکہ کاروان شوق کا ایک قافلہ دیوانہ وار ان کا ہم سفر و دم ساز ہو گیا۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

یہ میر کارواں کون تھا؟ یہ صدائے الرحیل کس کی تھی۔۔۔۔؟ یہ جمود شکن کون تھا۔۔۔۔؟۔۔۔۔ یہ تھے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دھلوی۔۔۔۔ جو آج عالم اسلام میں ماہر رضویات۔۔۔۔ مسعود ملت۔۔۔۔ اور سعادت لوح و قلم۔۔۔۔ جیسے بھاری بھرکم خطابات سے جانے پہچانے جاتے ہیں ایک عالم ان کے فکر و قلم کا شیدائی اور فدائی ہے۔۔۔۔ منفرد اسلوب بیان۔۔۔۔ دلنشیں اور اثر انگیز لب و لہجہ۔۔۔۔ رس گھولتے ہوئے میٹھے جملے۔۔۔۔ فکر انگیز اور دل آویز عنوانات۔۔۔۔ عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تحریریں۔۔۔۔ رنگ ہزاروں خوشبو ایک۔۔۔۔ وہی چمن زار رضا کی خوشبو۔۔۔۔خود بھی مہک رہے ہیں اور زمانے کو بھی مہکا رہے ہیں۔۔۔۔خود بھی فیضیاب ہو رہے ہیں اور زمانے کو بھی فیضیاب کر رہے ہیں۔۔۔۔انھوں نے رضویات پر جتنا لکھا ہے وہ خود ایک عظیم دبستان اور ضخیم انسائیکلوپیڈیا ہے مگر اس سے زیادہ انھوں نے

دوسروں سے لکھوایا ہے ----- اپنی مسلسل تشویق و ترغیب سے ایک جہاں کو امام احمد رضا سے آشنا کیا اور ان کا دیوانہ اور شیدائی بنا دیا۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ رضویات کے تعلق سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایک معتبر نام بن گیا ہے ----- آج دنیا بھر میں جب بھی کوئی محقق امام احمد رضا پر قلم اٹھاتا ہے تو پروفیسر صاحب سے مشورہ لینا اپنی پہلی ذمہ داری تصور کرتا ہے -----

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اپنی تصنیف "محدث بریلوی" مطبوعہ ۱۹۹۳ء کے ابتدائیہ میں رقم طراز ہیں :

"بیس سال قبل دنیا کی یونیورسٹیوں کے ارباب بسط و کشاد سے اپیل کی تھی کہ وہ امام احمد رضا کی شخصیت و فکر کی طرف متوجہ ہوں، فضلا کو تحقیق کی اجازت دیں ----- شکر ہے کہ یہ آرزو صدا بصحرا ہوئی بلکہ نقش کالحجر ہو گئی۔ کام کا آغاز ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پھیلتا چلا گیا ----- نئی جہتوں سے کام ہو رہا ہے ----- اس وقت براعظم ایشاء، براعظم امریکہ، براعظم افریقہ اور براعظم یورپ کی تقریبا بیس یونیورسٹیوں اور ملی اداروں میں امام احمد رضا پر تحقیقی کام ہو رہا ہے ----- ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ان سے تعاون کر رہا ہے"

(ص ۱۹-۲۰)

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام احمد رضا کی فکر و شخصیت کو اجاگر کرنے کے لئے ہندو پاک اور دیگر ممالک میں جو ادارے وجود میں آئے ان میں ایک معتبر اور ہر دلعزیز نام "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی" کا بھی ہے ----- اس ادارہ کا مقصد رضویات پر کام کرنا اور کرانا ہے ----- مگر اب دنیا بھر میں اس کا کام سے زیادہ نام ہو گیا ----- حالانکہ اس نے نام نہیں کام کیا ہے ----- کام اور صرف کام خالصتا لوجہ اللہ کام ----- مگر چار دانگ عالم میں اسکا نام ہے ----- ہر طرف شہرہ ہے ----- ہر طرف چرچا ہے ----- جو نام کرتے ہیں کام نہیں ان کا کام بھی نہیں ہوتا اور نام بھی نہیں ہوتا ----- حضور حافظ ملت علیہ الرحمتہ ارشاد فرماتے تھے۔

"کام کرو نام تو ہو ہی جائے گا"

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا قیام آج سے تیرہ برس پہلے عمل میں آیا تھا ----- اس

کے بانی حضرت سید ریاست علی قادری علیہ الرحمتہ تھے۔ حوصلہ مند مردان کار کی ایک فعال جماعت انکی رفیق کار اور معین و مدد گار تھی---- وہ جماعت آج بھی اپنے مشن میں مصروف کار ہے---- اس سے وابستہ ہر فرد خوب سے خوبتر کی طرف رواں دواں ہے---- یوں تو اہلسنت و جماعت کا ہر فرد اس کا خیر اندیش اور بہی خواہ ہے---- لیکن ہر تنظیم کی ایک مجلس عاملہ ہوتی ہے جو اس کی تعمیر کے لئے خون جگر جلاتی ہے---- اور اسے بناتی سنوارتی ہے اور پروان چڑھاتی ہے----

ادارۂ تحقیقات کی مجلس عاملہ حسب ذیل ہے---- جس کا ہر فرد انتہائی محرک' فعال اور صلاحیت مند ہے۔

بانی	.....	سید ریاست علی قادری علیہ الرحمتہ
سرپرست	.....	علامہ شمس الحسن شمس بریلوی
"	.....	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
"	.....	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
صدر	.....	صاحبزادہ وجاہت رسول قادری
نائب صدر	.....	حاجی محمد شفیع قادری
جنرل سیکریٹری	.....	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
جوائنٹ سیکریٹری	.....	السید زاہد سراج القادری
فنانس سیکریٹری	.....	منظور حسین جیلانی
سیکریٹری اطلاعات و مطبوعات..		پروفیسر ڈاکٹر عبد الباری صدیقی
اراکین	.....	حاجی عبد اللطیف قادری
"	.....	سید ریاست رسول قادری
"	.....	سید اویس علی قادری
آفس سیکریٹری	.....	اقبال احمد اختر القادری
نائب آفس سیکریٹری..		سید خالد سراج القادری

اس ادارہ نے مجدد اعظم---- محقق اعظم---- امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی آفاقی شخصیت اور ان کے ہمہ گیر افکار و نظریات کو ہر بام و در تک پہنچانے میں بڑا کلیدی اور اہم کردار ادا کیا ہے---- عالم اسلام کے بڑے بڑے دانشوروں' سیاستدانوں

اور اہل علم و بصیرت کو رضویات کی طرف متوجہ کیا----- رضویات پر ان سے مقالات و مضامین تحریر کرائے----- یہ بڑی فکر رسا اور ہمت و لگن کا کام ہے----- اور یہ تحریک و عمل آج بھی جواں اور رواں دواں ہے بے پناہ مبارکبادیوں کے مستحق ہیں----- ادارہ کے موجودہ اور سابقہ کارکنان اور ذمہ داران اللہ تعالیٰ انکے عشق و عرفان اور عزم و حوصلہ میں مزید بلندی اور دلسوزی عطا فرمائے آمین!

۳۰ اکتوبر ۹۳ء ادارہ کے صدر عاشق رضا حضرت سید وجاہت رسول قادری کا ارسال کردہ مکتوب گرامی اور تازہ مطبوعاعت کا ایک پیکٹ موصول ہوا----- کتابوں کی تفصیل سے پہلے مکتوب کا متن پڑھئے----- جو امام احمد رضا کانفرنس منعقدہ ۹۳ء کی رپورٹ پر مشتمل ہے۔

"محترم و مکرم...... مبارک حسین مصباحی صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

بحمد اللہ امام احمد رضا کانفرنس ہوٹل اواری ٹاور کراچی میں ۱۲ اگست ۹۳ء کو بخیر و خوبی منعقد ہوئی اور کامیابی سے انجام پذیر ہوئی----- اس کی صدارت محترم ڈاکٹر منظور الدین احمد (سابق) شیخ الجامعہ، جامعہ کراچی نے کی----- جب کہ محترم ڈاکٹر مختار الدین آرزو نائب شیخ الجامعہ، جامعہ اردو علی گڑھ (بھارت) مہمان خصوصی تھے----- کانفرنس میں ملک کے ممتاز اسکالرز اور دانشوار و مفکرین نے نہایت علمی و تحقیقی مقالات پیش کئے----- سامعین میں ممتاز فضلاء، قانون دان، جج صاحبان اور دانشور حضرات نے بڑی تعداد میں شرکت کی ٹی وی، اخبار، ریڈیو اور پریس کے نمائندے بھی خاصی تعداد میں شریک تھے----- اس موقع پر ادارہ ہذا نے نہایت علمی، تحقیقی کتب اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں شائع کیں۔ جو کہ ارسال خدمت ہیں۔

امید کہ بعد از مطالعہ اپنی قیمتی مشوروں سے نیز کتب کی رسید سے بھی مطلع فرمائیں گے۔

منتظر جواب...

آپ کا مخلص

وجاہت رسول قادری

(صدر)

"

کتابوں کا پیکٹ کھولا گیا تو دل باغ باغ ہو گیا---- منفرد اور فکر انگیز موضوعات---- دلکش کتابت و طباعت---- ہزاروں رعنائیاں لئے ہوئے دیدہ زیب سرورق---- تصانیف و مصنفین کے اسماء نظر میں دیکھئے۔

(۱) مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء/۱۴۱۴ھ

سائز صفحات-۸۸، ناشر : ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

(۲) سالنامہ معارف رضا شمارہ سیزدھم ۱۹۹۳ء/۱۴۱۴ھ

سائز صفحات-۲۹۶، ناشر : ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

(۳) آئینہ رضویات حصہ دوم، مرتب مولانا عبد الستار لاہور

سائز۸/۱۸۲۲ صفحات-۳۶۸، ناشر : ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

(۴) فقیہ العصر (عربی) مصنف پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد----تعریب----شیخ الحدیث مولانا نصر اللہ خاں افغانی۔

سائز۸/۲۲ ۸ صفحات- ، ناشر : ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

(۵) محدث بریلوی----مصنف پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، ناشر : ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

(۶) A Base less Blame

By Prof. Dr. Muhammad Masood Ahmed

(۷) بول کہ لب آزاد ہیں تیرے----مصنف-- اقبال احمد اختر القادری

سائز صفحات-۳۲،

ناشر : اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ مصطفےٰ کالونی، ۵-بی-۲ گلشن احمد رضا نارتھ کراچی،

(۸) پیغام عشق----مصنف اقبال احمد اختر القادری

ناشر : مکتبہ انجمن، کراچی

یہ ہے ادارۂ تحقیقات کی دل آویز سوغات اور عالم اسلام کے لئے تحفہ رضویات---- ہر کتاب زبان و ادب کا مرقع اور فکر و فن کا خزانہ ہے---- اگر فرصت ملی تو انشاء اللہ ان اہم کتب پر اشرفیہ میں تبصرہ سپرد قلم کروں گا---- ادارۂ تحقیقات اپنے آغاز سے آج تک ہر سال امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کرتا ہے۔ اور اس کی رپورٹ بھی شائع کرتا ہے---- اور اسی موقع سے سالانہ مجلّہ "معارف رضا" بھی جاری کرتا ہے---- یہ اس کا تیرہواں مجلّہ ہے---- یہ مجلّہ امام احمد رضا پر گرانقدر ادبی، فکری، معلوماتی اور تحقیقی مقالات پر مشتمل ہے---- اس کے قلم کار علماء مشائخ بھی ہیں---- اور ادباء و مفکرین بھی---- اہل سیاست بھی ہیں اور اہل صحافت بھی----

مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس بھی ایک خاصے کی چیز ہے---- اس میں چند ایک مضامین کے علاوہ ملک و بیرون ملک بڑے بڑے دانشوروں، ادیبوں، مفکروں، ججوں، وکیلوں اور سیاستدانوں کے پیغامات بھی ہیں۔ ذیل میں پیغامات کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

صدر غلام اسحاق خان صدر پاکستان نے امام احمد رضا کانفرنس ۹۳ء کے نام اپنا پیغام دیا ہے۔ جو اس رو داد کانفرنس کی زینت ہے---- ذیل میں اس کا ایک اقتباس پڑھیے۔

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں اپنے دور کے ایک نابغہ روزگار عالم و فاضل تھے---- انھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی علمی و سیاسی ناگفتہ بہ حالت کو سنوارنے کے لئے اپنی تمام توانائیوں کو بروئے کار لا کر آزادی کے لئے علمی و قلمی جہاد کیا---- انھوں نے مسلمانوں میں ایسی بیداری پیدا کی جس سے انھیں برصغیر میں اپنے مخالفین پر فتح نصیب ہوئی۔ اور مسلمان برصغیر میں ایک آزاد مملکت خداداد پاکستان کے امین ہوئے----"

محمد نواز شریف (سابق) وزیر اعظم پاکستان کے فکر انگیز پیغام کا بھی ایک حصہ ملاحظہ فرمائیے۔

"یہ حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ انھوں نے دین حنیف کی خدمت میں اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دیا---- لیکن اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا اور پکا عشق انکا طرۂ امتیاز رہا----"

اسلام آباد سے جناب جسٹس میر ہزار خان کھوسو چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان اپنے پیغام برائے کانفرنس میں لکھتے ہیں-----

"آپ (امام احمد رضا) کی ہمہ گیر شخصیت، عظیم مصلح، مفسر، مترجم، فقیہ اور منفرد شاعر کی حیثیت سے اعلیٰ مقام کی حامل ہے----- آپ نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لئے جن اقدار کے احیاء میں پیش رفت فرمائی ان کی بنیاد دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات ہیں----- جن کی روشنی میں امام موصوف نے صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی ہدایت فرمائی-----"

لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب جسٹس محمد محبوب احمد اپنے پیغام میں رقم طراز ہیں۔

"چودہویں صدی ہجری میں برصغیر پاک وہند میں امام احمد رضا کی صورت میں ایسی شخصیت نے جنم لیا جس کو بجا طور پر اپنے عہد میں فقہ حنفی کا بڑا شارح اور موید کہا جا سکتا ہے ان کے تبحر علمی اور استعداد و تحقیق کے کمال کو حکیم الامت علامہ اقبال نے بھی خراج تحسین پیش کیا-----"

بریلی سے ڈاکٹر وسیم بریلوی سربراہ شعبہ اردو بریلی گورنمنٹ کالج اپنے پیغام میں فرماتے ہیں۔

"حیرت کا مقام یہ ہے کہ جس عہد میں سر سید، حالی، شبلی، محمد حسین آزاد اور نذیر احمد اپنی عہد آفریں کوششوں سے اردو نثر کو انگریزی ادب کے اثرات کے تحت زیادہ سے زیادہ مطابق دستور زمانہ بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے اسی عہد میں حضرت امام احمد رضا صاحب دینی و روحانی فیوض و برکات کی خوشبو پھیلانے کے ساتھ ساتھ اردو نثر کو عہد قدیم کے معتبر علوم کی طرح علوم جدید سے بھی جوڑ رہے تھے----- اور علم ریاضی سے لے کر علم ما بعد الطبیعیات، اجرام فلکی، نجوم اور سائنس کے انمول انکشافات کا ترجمان بنا رہے تھے----- اس پر کسی کی نظر کیوں نہ گئی اور اردو نثر کی تاریخ ان کے نام پر اتنی خاموش کیوں نظر آتی ہے؟ کہیں ایسا تو

نہیں کہ نظریاتی طور پر ان سے اختلاف رکھنے والوں نے ان کی ادبی و لسانی کوششوں کو محض اس لئے فراموش کر دیا کہ ان کی عبقری شخصیت سے خائف ہوں۔؟"

یہ امام احمد رضا کانفرنس منعقدہ ۹۳ء کے حوالے سے چند پیغامات و تاثرات کے اقتباسات تھے جبکہ ان کے علاوہ بھی بہت کچھ باقی ہے---- آخر اس عشق انگیز اور دل آویز داستان کا کہاں تک ذکر کیا جائے---- چمن رضا کی بھینی بھینی خوشبو سے ہر دانش کدہ مہک رہا ہے---- ہر منصف مزاج دانشور اکتساب فیض کر رہا ہے---- ہر مکتب فکر کے سنجیدہ افراد ان کی بارگاہ عبقریت میں خراج تحسین و آفرین پیش کر رہے ہیں---- مگر یہ ہنگامہ شوق یوں ہی تو برپا نہیں ہو گیا---- اس کی پس پشت دانشوروں کی تحریکیں ہیں---- اور تحریکوں کی طویل و مسلسل خدمات ہیں---- اور اب تو دنیا بھر میں بے شمار تحریکیں اور ادارے امام احمد رضا پر کام کر رہے ہیں---- ان میں چند ایک ادارے تو عالمی شہرت کے حامل ہیں---- المجمع الاسلامی مبارکپور (بھارت)---- مرکزی مجلس رضا لاہور---- رضا فاؤنڈیشن لاہور---- سنی رضوی سوسائٹی ڈربن ساؤتھ افریقہ---- رضا اکیڈمی بمبئی---- اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی---- ان میں سے ہر ایک کی عظیم خدمات ہیں جن کے تعارف کے لئے دفتر درکار ہے جس کا یہ محل نہیں----

ہاں تو گفتگو تھی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی---- اس کی موجودہ مصروفیات بڑی دل آویز اور قابل تقلید ہیں---- ادارۂ تحقیقات کے صدر حضرت مولانا صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری رقم طراز ہیں

"ادارۂ تحقیقات بڑی تندہی سے مصروف کار ہے---- سالانہ امام احمد رضا کانفرنسوں کا کراچی اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں انعقاد' انگریزی' عربی' اردو' فارسی' اور سندھی زبانوں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بیش قیمت تصانیف کی اشاعت و دیگر بین الاقوامی زبانوں میں تراجم دنیا بھر میں امام احمد رضا پر ہونے والے تحقیقاتی کام کی رہنمائی اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے سلور اور گولڈ میڈلز کا اجراء' طباعت کے اعلیٰ انتظام کے لئے "المختار پبلی کیشنز" کا قیام ادارہ کی کارکردگی کا منہ بولتا ثبوت ہے---- "

(مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۹۳ء ص۔۱۱۔۱۲)

مستقبل کے منصوبے بھی بڑے فکر انگیز اور اہم ہیں۔

(۱) نشرو اشاعت و طباعت کے لئے قائم کردہ ذیلی ادارہ ـــــــ "المختار پبلی کیشنز" کی جدید خطوط پر تعمیرو توسیع

(۲) کمپیوٹر کمپوزنگ' اسکینگ' پرنٹریونٹ کا قیام' تاکہ ادارہ کتابوں کی طباعت اور اشاعت میں خود کفیل ہو سکے اور اس کے مالی وسائل میں اضافہ ہو سکے۔

(۳) امام احمد رضا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور لائبریری کا قیام۔

(۴) ملکی سطح پر پاکستان کی جامعات میں امام احمد رضا چیئرز کا قیام۔

(۵) بین الاقوامی سطح پر امام احمد رضا پر تحقیقی کام کو مزید مربوط بنانے اور فروغ دینے کے لئے محققین علماء اور دانشوروں کی رابطہ کمیٹی کا قیام۔

(۶) سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کے علاوہ امام احمد رضا پر موضوعاتی مذاکرے اور سیمنار کا انعقاد اور دیگر اداروں اور انجمنوں سے اشتراک و تعاون۔

یہ صرف ایک تاثر ہے۔ راقم نے جو محسوس کیا سپرد قلم کر دیا۔ ورنہ جہان رضا کی داستان تو بڑی طویل ہے ـــــــ اور جتنی طویل ہے اتنی دلکش اور مسرت انگیز ہے۔

بیان کیف مئے عشق ہو نہیں سکتا
کہ دائرے ابھی محدود ہیں زبانوں کے۔

آتے رہے انبیا کما قیل لھم
والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم

یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

(امام احمد رضا)

کنزالایمان اور عظمت رسالت

از
نوشاد عالم چشتی
(انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد)

برصغیر ہند و پاک میں اردو ترجمہ قرآن کی نشر و اشاعت کی تاریخ اگرچہ بہت پرانی نہیں تو اتنی نئی بھی نہیں ہے کہ جسے ایک نشست، مجلس یا چند صفحات میں سمیٹ لیا جائے۔ قرآن کریم کا اردو ترجمہ کرنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ اردو ترجمہ نگاروں نے قرآن کریم کا نثر کے علاوہ منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ جن میں سے بعض مکمل اور بعض حضرات کی جزوی کاوشیں منظر عام پر آئی ہیں۔ یہی بات نثر میں بھی پائی جاتی ہے۔

پیش نظر مقالہ کا تعلق امام اہل سنت امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کے اردو ترجمہ قرآن "کنزالایمان" سے ہے۔ کلام الٰہی کے اردو ترجمے میں فاضل بریلوی نے بارگاہ الوہیت کی عظمت و تقدس کے تحفظ کے لئے اور بارگاہ رسالت ماب علیہ الصلوۃ والسلام کی شان و شوکت اور احترام رسالت و عصمت نبوت کے اظہار کے لئے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بارگاہ الوہیت اور مقام رسالت کے ادب و آداب کے لئے جو موذبانہ طرز آپ نے اختیار کیا ہے، وہ اکثر ترجمہ نگاروں کے یہاں مفقود ہے۔

ترجمہ قرآن کی اہمیت مسلم ہے اس سے موجودہ صدی میں کسی کو انکار نہیں۔ لیکن ترجمہ ... پنے اصل کی صحیح ترجمانی نہ کرسکے یا اس منشاء اور مفہوم کی ادائیگی نہ ہو جو اصل متن ... ض و غایت ہے تو اس طرح کی ترجمانی سے فائدہ کیا؟ اس بات میں بھی کلام نہیں کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ لیکن کامیاب مترجم وہی ہے جو اپنے ترجمہ کے ذریعہ اصل مصدر کے منشاء و مفہوم کو اپنے قاری

تک منتقل کر دے۔

ترجمہ قرآن کے حوالے سے ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم صاحبہ ایک بھیانک اور نہایت دلخراش انکشاف کرتے ہوئے لکھتی ہیں :

"بعض دشمنان اسلام نے قرآن کو دانستہ مسخ کرنے کی خاطر اس کا غلط ترجمہ کرکے چھاپا ہے۔ ان کے انتقامی جذبات اور فاسدانہ خیالات نے قرآن پر اتہامات عائد کرنے کے لئے عجیب و غریب انداز میں ترجمے کئے ہیں۔ ان کا مقصد تخریبی کاروائی ہے۔ ان حاسدان اسلام میں بہت سے غیر مسلم ہیں' عموما عیسائی پادری اور یہودی احبار شامل ہیں۔۔۔۔۔۔"(۱)

محترمہ ڈاکٹر صاحبہ نے قرآن کے مفہوم کو مسخ کرنے والوں میں یہودی احبار اور عیسائی پادری کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس مذموم کام کو کلمہ گو حضرات نے بھی تقدس' علم اور کلمہ گوئی کے لبادے میں سرانجام دیا ہے' اور ان کی اس شعوری یا غیر شعوری کوشش ہی نے دشمنان اسلام کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ قرآن 'اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ و السلام پر اعتراض کریں۔

تقدیس الوہیت اور عصمت و احترام رسالت سے مفقود جب یہ ترجمے منظر عام پر آئے تو دشمنان اسلام اسے ہتھیار بنا کر عام مسلمانوں کے ایمان و عقیدے پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ٹوٹ پڑے اور نتیجتا عربی زبان و ادب سے ناواقف سادہ لوح مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ شکوک و شبہات کا شکار ہو کر دین اسلام سے برگشتہ ہو گیا۔۔۔۔۔۔'

قرآن پاک کے اس طرح کے ترجمے پر ایک دریدہ دھن گستاخ ہندو' تقدیس الوھیت کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتا ہے :

"اگر خدا مکر کرتا ہے اور مکاروں کا ساتھی ہے تو پھر وہ خدا مکار' فریبی' اور ادھرمی (لامذھب) کیوں نہیں؟ اس لئے یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں ہے' کسی مکار' فریبی کا بنایا ہوا ہوگا۔ نہیں تو ایسی فضول باتیں' کیوں لکھی ہوتیں۔"(۲)

قرآن پاک کی آیت مقدسہ :

و مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الماکرین

(آل عمران۔۵۴)

میں لفظ "مکر" کے ترجمے دغاباز' مکار' فریبی' دھوکہ باز..... وغیرہ کرکے اس کی نسبت

سبحانہ و تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جس کے سبب دشمنوں کو مذکورہ اعتراض کا موقع ملا۔
اس کا ترجمہ امام احمد رضا فاضل بریلوی یوں کرتے ہیں جس کے سبب مذکورہ اعتراض
نہیں ہوتا بلکہ معترضین اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

"اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ھلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی۔ اور اللہ سب
بہتر چھپی تدبیر والا ہے"(۳)

ترجمہ قرآن کے حوالے سے پیش نظر مقالے میں احترام رسالت سے متعلق ایک
ت کے ترجمے سے تقابل پیش کیا گیا ہے۔

ووجدک ضالا فھدی۔(الضحی : ۷)

آیت کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

) مولوی محمود الحسن دیوبندی :
پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی

) ڈپٹی نذیر احمد دہلوی :
اور تم کو دیکھا کہ راہ حق کی تلاش میں بھٹکتے بھٹکتے پھر رہے ہو تو تم کو دین اسلام کا
یدھا رستہ دکھا دیا۔

۳) مولوی احمد سعید دہلوی :
اور اس نے آپ کو راہ شریعت سے ناواقف پایا۔ تو اس نے آپ کو منزل مقصود تک
پہنچایا۔

۴) مولانا مودودی :
اور تمھیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔

۵) مولوی احمد علی لاہوری :
اور آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا پھر (شریعت کا) راستہ بتایا۔

۶) مولوی اشرف علی تھانوی :
اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا (قدیم طباعت)

وٹ۔۔ جدید مطبوعہ میں ترجمہ یوں ہے :
"اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو (آپ) کو شریعت کا رستہ بتلا
دیا"

(۷) مولوی عبدالماجد دریا آبادی :

اور آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتادیا۔

(۸) مولوی فتح محمد جالندھری :

اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ بتادیا۔

(۹) مولوی وحید الزمان :

اس نے تجھ کو بھولا بھٹکا پایا تو پھر راہ پر لگایا۔

(۱۰) مولوی فرمان علی (شیعہ) :

اور تم کو احکام سے ناواقف دیکھا تو منزل مقصود تک پہنچادیا۔

(۱۱) مولوی مقبول احمد (شیعہ) :

اور تم کو بھٹکا ہوا پایا اور منزل مقصود تک پہنچایا۔

مندرجہ بالا ترجمہ نگاروں میں سے کسی نے بھی لفظ ضل کا ترجمہ کرتے ہوئے رسالت ماب علیہ الصلوۃ والسلام کے مقام اور منصب نبوت کا پاس خاطر نہیں رکھا۔ ہر کوئی لغت کا سہارا لے کر مقام نبوت کو ٹھیس پہنچا رہا ہے۔ کسی نے سرور کونین، صاحب لولاک، فخر موجودات، جان عالم، رحمت العالمین کو "بھٹکتا ہوا" کہا اور کسی نے "شریعت سے بے خبر" کسی نے "حقیقت کی جستجو میں برگشتہ" کیا تو کسی نے "ناواقف راہ" لکھ دیا۔ اور آیت میں لفظ ضل کی معنویت اجاگر نہیں کرسکا۔ لفظ "ضل" کے معنویت جاننے سے پہلے اس آیت کریمہ کا شان نزول جاننا ضروری ہے تاکہ مطلب سمجھنے میں آسانی ہو۔

شان نزول کے سلسلے میں علامہ جلال الدین السیوطی علیہ الرحمتہ رقم طراز ہیں۔

> "شیخین وغیرہ نے جندب سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بیمار ہوگئے تو ایک یا دو راتیں (تہجد کے لئے) کھڑے نہ ہوئے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے آیات والضحیٰ نازل فرمائی۔
>
> سعید بن منصور اور فریابی نے جندب سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند روز جبرئیل علیہ السلام نہ آئے اس پر مشرکین نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس نے چھوڑ دیا اس پر یہ آیات

نازل ہوئی۔"

(الباب النقول فی اسباب النزول ص ۴۴۳)

معلوم یہ ہوا کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مشیت الٰہی سے جبرئیل امین علیہ السلام کچھ دنوں تک حاضر نہ ہوئے تو حاسدین اسلام کو طنز و مزاح کا موقع مل گیا۔ اور ایک شقی القلب بدبخت عورت نے آپ پر طنز کیا کہ ایسا لگتا ہے کہ ان کے صاحب نے انھیں چھوڑ دیا۔ بدخواہوں کی اس طنز و مزاح پر غیرت حق کو جلال آہی گیا۔ جبرائیل امین کو حکم ہوا کہ میرے محبوب کی بارگاہ میں فوراً حاضر ہو۔ دلجوئی کرو اور یہ میرا پیغام ان کی تالیف قلب کے لئے سنادو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

والضحی○

واللیل اذا سجی○

ماودعک ربک وما قلی○

وللاخرۃ خیر لک من الاولی○

ولسوف یعطیک ربک فترضی○

الم یجدک یتیما فاوی○

(الضحی : ۱-۶)

آیات مقدسہ کے ایک ایک لفظ اور حرف حرف پر غور کریں جو مقام رسالت کے عظیم بلندیوں کا مشاہدہ کرا رہے ہیں۔ رسالت ماب علیہ الصلوۃ والسلام کی شان و شوکت اور آپ پر خالق کائنات کے بے پناہ احسان اور توجہ خاص کا احساس دلارہے ہیں اسی ضمن میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا مزید ارشاد گرامی ہے :

ووجدک ضالا فھدی

(الضحی : ۷)

اللہ تعالیٰ عزوجل ان آیات میں انعامات کا تذکرہ فرماتے ہوئے آپ کے بدخواہوں اور بدگویوں کے گھناؤنے اور مذموم پروپیگنڈہ کو زائل کررہا ہے۔ اس میں آپ کی گمراہیت اور ناواقفیت کا کوئی محل نہیں ہے۔

لفظ ضالا کا معنی

مذکورہ بالا آیت کے ترجمہ میں مذکورہ مترجمین نے اپنی "سمجھ" اور "فہم" کے بناء پر جو

ترجمہ کیا ہے وہ رسالت ماب علیہ الصلوۃ و السلام کے شایان شان نہیں ہے۔ اصل حقیقت جاننے کے لئے عربی لغت اور عربوں کے محاورے اور قول صحابہ اور اکابر مفسرین کی آراء ملاحظہ کریں۔

لفظ "ضل" مادہ "ض۔ ل۔ ل" سے ہے اور اس کے بے شمار مشتقات عربی زبان میں مستعمل ہیں۔ اس لفظ کا استعمال اس آیت کریمہ کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی ہوا ہے۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے ان کے بیٹوں نے یہ جملہ استعمال کیا ہے۔

انک لفی ضلالک القدیم۔ (یوسف : ۹۵)

"المعجم الوسیط" میں لفظ "ضل" کے معنی مذکور ہے :

ضل۔ ضلا۔ وضلاء وضلالتہ۔ خفی۔ وغاب یقال ضل الشئی فی الشئی' ضاع - تلف وہلک' بطل ذھب ......(۴)

تاج العروس کے مولف سورہ یوسف کے آیت ۸ کے متعلق لکھتے ہیں :

اشارۃ الی شغفہ بیوسف و شوقہ۔ (۵)

(ترجمہ) "ضل" اشارہ ہے یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے کثرت شوق اور شغف کی طرف ۔

ان مذکورہ اصحاب علم کی تشریحات کی روشنی میں معلوم یہ ہوا کہ لفظ "ضل" کے معنی صرف گمراہی' بے راہ روی' بے خبر' بھٹکا بھولا اور ناواقف نہیں ہے۔ بلکہ اس کے معنی وارفتگی' شوق' شغف' محبت میں فنائیت' استغراق کلی اور کسی چیز میں مل جانے کے لئے بھی ہے۔ جیسا کہ عربوں کا مشہور محاورہ ہے۔

"ضل الماء فی اللبن"

(پانی دودھ میں مل گیا ہے)۔ یا جیسے صاحب معجم نے اشارہ کیا "ضل الشئی فی الشی" (یعنی کسی چیز کا کسی چیز میں سما جانا۔ یا مل جانا)۔

اہل عرب کے محاورے میں "الضال" سے مراد بے آب گیاہ صحراء میں کھڑا تنہا درخت ہے جس سے مسافر اپنی سمت کا تعین کرتا ہے۔ چنانچہ امام رازی علیہ رحمتہ تحریر فرماتے ہیں :

"العرب تسمی الشجرۃ الفریدۃ فی الفلاۃ ضالہ......"

(ترجمہ : عرب صحراء میں موجود تنہا درخت کو بھی "ضالہ" کہتے ہیں (جس سے مسافر

اپنی منزل کا تعین کرتے ہیں) تو گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جزیرہ عرب ایک ریگستان تھا جس میں سوائے آپ کے کوئی ایسا درخت نہ تھا جس پر ایمان کا پھل لگا ہوا ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اور آپ کے نور ایمان سے گمراہ مخلوق کو ہدایت بخشی جیسا کہ خود حضور علیہ الصلوۃ السلام کا قول ہے۔"حکمت مومن کی نایاب پونجی ہے۔")(۶)

مذکورہ بحث اور تحقیق سے بخوبی واضح ہوا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ "ضال" کا ترجمہ گمراہ' بے راہ' ناواقف اور شریعت سے بے خبر کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر معاذ اللہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بے راہ' گمراہ' ناواقف اور شریعت سے بے خبر تھے۔ تو پھر شریعت سے باخبر کون تھا؟ ہدایت کا ضامن کون تھا؟ صراط مستقیم کے مسافروں کا سالار کون تھا؟ اور میثاق انبیاء علیہ الصلوۃ السلام کا مطلوب کون تھا وہ مترجم جنھوں نے لفظ "ضال" کا ترجمہ "شریعت سے بے خبر کیا" کیا وہ ثابت کرسکتے ہیں کہ رسالت مآب علیہ الصلوۃ السلام سے از ولادت پاک تا اعلان نبوت کوئی غیر شرعی فعل سرزد ہوا ہو جس سے آپ کو شریعت سے بے خبر کہا جائے؟ بالفرض اگر آپ شریعت سے بے خبر تھے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعلان نبوت سے قبل کے تمام اعمال و افعال کو کس کھاتے میں ڈالا جائے گا؟ کیا آپ بچپن ہی سے امین و صادق نہیں تھے؟ کیا آپ نے کبھی شرک کیا؟ اعلان نبوت سے پہلے کیا آپ نے کوئی اخلاق سے گرا ہوا کام کیا؟ تاریخ شاہد ہے اور اس باب میں آپ کے بدترین حریف بھی مہر بلب ہیں۔

سرکار کی حیات پاک کا ہر دور الحمد اللہ اتنا واضح منور اور اس قدر روشن ہے کہ آپ کا کوئی بدترین دشمن بھی انگلی اٹھانے کی جرات نہیں کرسکتا۔

بہت آئے جہاں میں اور آکے مٹ گئے
تیری محفوظ ہیں ہر ہر دائیں یارسول اللہ!
(انجانا چشتی)

جنھوں نے آپ کو ناواقف راہ' بے راہ' بھٹکتا ہوا' بھولا بھٹکا کہا وہ مترجمین قرآن کے منشا کو سمجھ نہ سکے قرآن ایسے لوگوں کی اس غلط فکر کی تردید کرتے ہوئے زبان؛ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کررہا ہے۔

فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔ (یونس:۱۶)

اپنی عمر عزیز اور دور حیات کے ایک ایک لمحہ کا حوالہ اپنے مخالفین کے سامنے اپنی

حقانیت کی دلیل میں پیش کرنا اس بات کا روشن اور بین ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات کے کسی دور میں اعلان نبوت سے قبل یا اعلان نبوت کے بعد راہ صواب اور صراط مستقیم سے ہٹنے نہیں پائے بلکہ آپ ہر دور میں کاروان رشد و ہدایت کے صف اول کے سپہ سالار اور ہادی و مہدی ہیں۔ تمام گم کردہ راہ منزل کے لئے روشن مینار اور منبع رشد و ہدایت ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ رب تعالی عزوجل نے آپ کو بنایا ہی رحمت للعالمین ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین۔(الانبیاء : ۱۰۷)

اور ہم نے تم کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

اور وہ لوگ جنھوں نے آپ کی ذات سے قبل اعلان نبوت' ہدایت کی نفی کی اور آپ کو گنہگار خطا کار گردانا' قرآن کریم ان کے اس مذموم خیال کی بھی نفی کرتا ہے۔ اور نہایت پرزور الفاظ میں ببانگ دھل اعلان کرتا ہے کہ

ماضل صاحبکم وما غوی (النجم : ۲)

تمہارے صاحب نہ تو بھکے نہ بے راہ ہوئے۔

اے اصحاب رسول کی مقدس جماعت سن لو! تمہارے صاحب یعنی میرا محبوب نہ کبھی بھٹکا اور نہ کبھی بے راہ چلا' نہ گمراہ ہوا۔ اور میرا محبوب گمراہ' بے راہ' بے خبر' ناواقف راہ ہوگا بھی کیوں؟ کیا یہ میرا ارشاد نہیں ہے۔

ماودعک ربک وما قلی (الضحی : ۳)

تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا (کنزالایمان)

نہ تو میں نے کبھی انھیں چھوڑا یعنی توجہ خاص سے دور کیا اور نہ تو کبھی میں نے انھیں ناپسند کیا یعنی اپنی نظر التفات ان کی طرف سے پھیری' جو توجہ خاص اور نظر التفات خداوندی کا ہمیشہ مرکز رہا ہو اسے گمراہ' بے راہ' ناواقف اور بے خبر بتانا دراصل اپنے ایمان کی بے خبری کی دلیل ہے۔ ورنہ ایک مومن کا رسالت مآب علیہ الصلوۃ السلام کے متعلق ایسا لکھنا تو درکنار آپ کے متعلق ایسا سوچنا بھی محال ہے۔

اس طرح کے غیر محتاط' شان رسالت سے بعید اور بارگاہ نبوت کے تیں گستاخی کے مترادف تراجم نے دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں اسلام اور پیغمبر اعظم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک مہلک ہتھیار کا کام کیا اور ان غلط تراجم کی آڑ لے کر ذات

رسالت پر رکیک حملے کیے گئے۔ ایک دریدہ دہن عیسائی پادری شان رسالت پر ان غلط ترجم کے سہارے گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے :

"قرآن میں تمام انبیاء کے گناہوں کا ذکر اللہ ہے اور خصوصا محمد صاحب کو حکم ملتا ہے کہ **استغفرلذ نبک** ۔یعنی اپنی گناہوں کی معافی مانگ علاوہ بریں محمد صاحب کی حالت کو یوں بیان کیا جاتا ہے **ووجدک ضالا فهدی** یعنی تجھ کو گمراہ پایا اور تیری ہدایت کی۔ برخلاف اس کے مسیح کی نہ کوئی خطا و لغزش مذکور ہے اور نہ اُسے استغفار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ بلکہ تمام انبیاء سے بڑھ کر اُس کی شان میں **وجیھا فی الدنیا والاخرہ** مرقوم ہے۔ پس مسیح بہ ہر صورت محمد صاحب سے افضل ہے"۔(۷)

یہی وہ مقام ہے جسے پڑھ کر مومنوں کے دل تڑپ اٹھے اور جان نثاران رسالت پناہ آہ و بکا کی منزل سے گزرنے لگے' نور ایمان سے عاری ترجمہ نگاروں نے اپنی کم علمی بے خبری' اور ناواقفی سے دشمنان اسلام کو فائدہ پہنچایا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہ ترجمہ ہے یا شان رسالت میں نقص نکالنے والوں کے لئے مواد کی فراہمی؟ یہ ترجمہ ہے یا **تنقیص** رسالت کا دیباچہ؟ یہ احترام رسالت کا اظہار ہے یا گستاخی رسالت کا پیش خیمہ؟

لیکن فاضل بریلوی نے اس آیت کریمہ کا ایسا ترجمہ کیا جو مقام نبوت کے شایان شان ہے' احترام رسالت کا مظہر ہے' عصمت نبوت کا محافظ ہے اور اغیار کی سازشوں کا سدباب ہے۔ عشق رسالت میں ڈوب کر آپ بھی اس ترجمے کا لطف اٹھایئے اور فاضل بریلوی کی بارگاہ میں نذر عقیدت پیش کیجئے۔

امام اہل سنت نے اس آیت کا ترجمہ ان الفاظ کے پیکر میں کیا ہے۔

"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"۔(کنزالایمان از فاضل بریلوی)

الحمد اللہ! اغیار کی سازشوں کا قلع قمع ہوگیا اور اکابر مفسرین رضوان اللہ علیہم کی آراء کا نچوڑ بھی آپ نے اپنے ترجمے میں سمو دیا۔ سبیل سلف صالحین سے ہٹے بھی نہیں اور اغیار کی سازشوں کا آلہ کار بھی نہ بن سکے۔ قرآن کے اصل منشاء و مفہوم کو اپنے قاری

تک پیش بھی کردیا اور احترام الوہیت و رسالت کا دامن بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

کلام الٰہی کے ترجمہ و تشریح کے لیے لغت پہ دسترس کے ساتھ ساتھ اصول تفسیر اصول حدیث، تاریخ، عربی ادب، اور بیسیوں علوم پر دسترس کا ہونا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا شامل حال ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اسی طرح ٹھوکریں کھانے اور پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ عصمت نبوت، تمام کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر اہل سنت کے ہر ایک فرد کے نزدیک ایک ایسا متفقہ مسئلہ ہے۔ جو ناقابل انکار حقیقت ہے، عصمت نبوت کا منکر نہ تو سلف صالحین کا پیرو ہے اور نہ جماعت اہل سنت کا فرد۔

تقدیس الوہیت کا پاس خاطر، احترام رسالت کا جذبہ، مقام نبوت کا تحفظ، عظمت انبیاء کا اظہار، برگزیدہ بندگان خدا کی بے ادبی سے بچانا بھی فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کا بنیادی نکتہ ہے۔

"کنزالایمان" واقعتاً کنز الایمان یعنی ایمان کا خزانہ ہے۔ اور فاضل بریلوی عشق رسالت کے صدقے اس پرخطر اور پرپیچ مقام سے ایمان و سلامتی کے ساتھ گزر گئے ہیں۔

اے عشق تیرے صدقے، جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

(فاضل بریلوی)

فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کی حقانیت کا اعتراف ہفت روزہ رسالہ "الاعتصام" کے غیرمقلد تبصرہ نگار اور فرقہ اسماعیلیہ کے ترجمان انور طاہر بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ۔

"فاضل بریلوی (شاہ احمد رضا خاں صاحب) نے ترجمہ اور ترجمانی کی درمیانی راہ اختیار کی اور ان کی تمام تر توجہ اس امر پر رہی کہ قرآن مجید کے ان بعض الفاظ جو عربی اور اردو میں زبانوں میں مختلف مفہوم رکھتے ہیں کا ایسا ترجمہ کرلیا کہ غیر مسلم ان پر جو اعتراض کرتے ہین اس کی نوبت ہی نہ آئے"۔(۸)

ایک مخالف کا اعتراف حقیقت ہی فاضل بریلوی کے ترجمے کی کامیابی کا بین ثبوت ہے ورنہ مخالف تو اپنے حریف کی تمام تر خوبیوں کو بھی عیب ہی گردانتا ہے۔

ڈاکٹر سید حمید شطاری اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ میں "کنزالایمان" کی بنیادی خوبیوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

"مولوی احمد رضا خاں کی عبارت میں سادگی اور صفائی ہے ترجمہ میں زیادہ تر روزمرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن زور اور اہمیت کے موقع پر قرآن مجید کے مرکب اضافی الفاظ ترجمے میں جوں کے توں رکھ دیے ہیں.... مولوی صاحب ڈپٹی نذیر احمد کی طرح اپنے ترجمے میں ادبیت کا مظاہرہ کرکے لغزشوں کا شکار نہیں ہوئے ہیں۔ صحت مفہوم کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی سنجیدگی اور متانت بھی برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے"(۹)

موصوف فاضل بریلوی کے ترجمہ کی ایک اور خوبی کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں :

"سراجا منیرا" کا ترجمہ عام طور پر جو مترجمین روشن چراغ یا چمکتا ہوا چراغ یا منور چراغ کرتے ہیں وہ گویا لفظ (منیر) کی صرفی حیثیت سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نور نبوت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منور کیا۔ گم کردہ کو اپنے نور ہدایت سے راہ یاب فرمایا۔ کفر و شرک کی ظلمات کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور فرمایا' معرفت اور توحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن کردیں۔ اس لیے ایسے آفتاب عالمتاب کی صفت میں فاضل مترجم (امام احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ) نے منیر کا ترجمہ چمکا دینے والا کیا ہے۔"(۱۰)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکادے چمکانے والے
برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت
بدوں پر بھی برسادے برسانے والے
(حدائق بخش از فاضل بریلوی)

کنزالایمان کے متعلق ڈاکٹر سید حمید شطاری صاحب اپنی حتمی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا ترجمہ عام تحت اللفظ ترجموں کے انداز کا نہیں ہے عبارت میں ربط اور تسلسل قائم رکھنے کی ایسی کوشش کی گئی ہے کہ پڑھتے وقت اس کے غلطی ہونے یا نہ ہونے کا دھیان ہی نہیں ہوتا۔ یہ ترجمہ مفہوم قرآن کے قریب ہے"۱۱

یہ صرف ڈاکٹر صاحب موصوف کا ہی اعتراف حقیقت نہیں ہے بلکہ تمام غیر جانب دار اہل قلم کی آواز ہے۔

صرف ایک آیت قرآنی کی تراجم کے تقابلی جائزہ سے یہ بات بخوبی ابھر کر سامنے آتی ہے کہ کنزالایمان کی امتیازی حیثیت بارگاہ الوھیت اور بارگاہ رسالت کے احترام و وقار کا پاس خاطر، تقدیس الوھیت کا اظہار، عظمت رسالت کا صحیح تصور و مقام نبوت کا تحفظ مودب اسلوب و طرز بیان اور مفہوم قرآن کی صحیح ترجمانی ہے۔

مذکورہ بالا یہ خوبیاں فاضل بریلوی کے علاوہ دیگر ترجمہ نگاروں کے یہاں مفقود ہیں۔ یہی بات فاضل بریلوی کو دیگر ترجمہ نگاروں کے مقابلے میں ایک ایسے ممتاز مقام پر لا کھڑا کرتی ہے۔ جہاں پہنچنا بلا عنایت خداوندی اور فیضان محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے محال ہے۔

مراجع

(۱) قرآن حکیم کے اردو تراجم از صالحہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ص۔۲۹

(۲) ستھیارتھ پرکاش از دیانند سرسوتی اردو ترجمہ چموپتی، ایم اے، مطبوعہ نئی دھلی، ص۔۵۲۳

(۳) کنزالایمان فی ترجمہ القرآن از احمد رضا، امام، مطبوعہ لاہور

(۴) المعجم الوسیط، مولفہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت، مطبوعہ طہران، ج ا ص ۵۴۴

(۵) تاج العروس، مولفہ سید مرتضیٰ زبیدی، ج ،ص ۴۱۱

(۶) التفسیر الکبیر از فخرالدین الرازی، امام مطبوعہ بیروت، ج ۸ ص ۴۲۵

(۷) حقائق القرآن، مولف کرسچین لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا، اشاعت ششم، مطبوعہ لاہور ص۔۶

(۸) ہفت روزہ الاعتصام۔ لاہور، شمارہ ۲۲ تا ۲۹ ستمبر ۱۹۸۹ء ص ۲۳

(۹) قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ (۱۹۱۴ء تک)، از سید حمید شطاری، ڈاکٹر اشاعت ستمبر ۱۹۸۲ء مطبوعہ حیدر آباد دکن، ص۔۴۷۷

(۱۰) ایضا ص ۔۴۹۴

(۱۱) ایضا ص۔۴۹۲

REFERENCES:

1- Syed Jamaluddin, "the Barelvis and the Khilafat Movement", *Moarif-e-Raza*, vol. 4, 1986, P. 23.

2- Muhammad Mas'ud Ahmad, *Tahrik-i-Azadi-i-Hind aur as-Swad al-A'zam*, Lahore, 1979, P. 206.

3- 'Abdul Nabi Kaukab, *Tahrik-i-Pakistan aur Ulama-i-Ahle Sunnat,* Multan, 1979, PP. 6--7.

4- The main organizations were Anjuman-i-Ansar al-Islam, Jama'at-i-Rida-i-Mustafa (1917), Jama'at-i-Ashrafiah Isha'at al-Haqq, Anjuman-i-Khuddam al-Sufia-i-Hind (1901), Jam'iyyat al-Asfia' (1945) and Anjuman-i-Ihya-i-Islam.

5- Muhammad Jalaluddin Qadiri, *Khutabat-i-All India Sunni Conference: 1925--1947,* Gujrat, 1978, PP. 79--85.

6. *Ibid.*, PP. 86--87.

7- Muhammad Mas'ud Ahmad, *op. cit.*, PP. 246-248

8. I.H. Qureshi, *Ulema in Politics,* Karachi, 1972, P. 365.

9- In this historical session, Maulana Abdul Hamid Badayuni propaganda secretary of the AISC, Maulana Abu'l Hasanat Sayyid Muhammad Ahmad Qadiri organiser of the AISC (Punjab), Maulana Abdul Ghafoor Hazarvi (1910--70), Pir Aminul Hasanat of Manki Sharif (1923-60) and Pir Abdul Latif of Zakori Sharif (1916-78) were present, Maulana Badayuni also spoke in favour of the said resolution. Syed Sharifuddin Pirzada, ed., *Foundations of Pakistan: All-India Muslim League Documents: 1906--1947,* vol. 2, Karachi, 1970, P. 347.

10- Ian Talbot, *Provincial Politics and the Pakistan Movement: The Growth of the Muslim League in North-West and North-East India (1937--47),* Karachi, 1988, P. 99.

11- *Ibid.*, PP. 97--98.

12- *Ibid.*, P. 97.

13- Khalid B. Sayeed, *Pakistan : The Formative Phase: 1857-1948,* Karachi, 1978, P. 205.

14 Muhammad Mas'ud Ahmad, *op. cit.*, P. 278.

15- 'Abdul Hakim Khan Akhtar, ed., *Muhaddith-i-A'zam Kackhuchhavi aur Pakistan,* Lahore, 1989, PP. 79--80.

16- Muhammad Jalauddin Qadiri, *op. cit.*, P. 109.

17- *Ibid.*, P. 110.

18- *Ibid.*, P. 103.

19- *Ibid.*, P. 186.

20- *Ibid.*, PP. 315--316.

unanimously the following resolution in favour of 'Pakistan' at its third session, held on April 28:

This session of the All India Sunni Conference strongly supports the demand for Pakistan and announces that Sunni ulama and *Masha'ikh* are ready to sacrifice whole-heartedly for the establishment of an Islamic government.[16]

This resolution can be considered as the climax of the support of the Sunni ulama for the cause of Pakistan. The Conference also appointed a committee to draft a frame-work for an Islamic government.[17]

Maulana Abdul Hamid Badayuni (1900--70), propaganda secretary of the AISC, led a Hajj delegation in 1946. Maulana Shah Muhammad Abdul Alim Siddiqui (1892--1954) accompanied him. The delegation presented the case of Indian Muslims before the Muslims of other countries, and convinced them about the genuineness of the Pakistan demand. When the delegation returned home, it met Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah (1876--1948) on May 3, 1946, who landed its efforts in presenting the League's point of view before the Muslims of the World.[18]

The leaders of the AISC were so committed to the creation of Pakistan that Maulana Na'imuddin Muradabadi wrote a letter to Maulana Abu'l Hasanat Sayyid Muhammad Ahmad Qadiri (1896--1961) organizer of the AISC (Punjab), in which Maulana Muradabadi categorically mentioned that "All India Sunni Conference, in no circumstances can give up the demand for Pakistan, whether Mr. Jinnah himself remains its supporter or not."[19] Maulana Abdul Hamid Badayuni felt that, "Pakistan is a matter of life and death" for the AISC.[20]

Thus, due to the support of the ulama and *Masha'ikh*, the Muslim League became more representative body of the Indian Muslims, that it had been during the previous decades, which enabled it to get Pakistan in August 1947.

In 1936--37 election, AIML was defeated disastrously. After the election results, it made serious efforts to win over the ulama on the slogan of an Islamic State. This support of the ulama was materialized positively in the elections of 1945--46, when the Muslim League got the clear-cut mandate from the Muslims. These election were contested on the basis of 'Pakistan' or 'United India'. The Sunni ulama, *pirs* and sajjadahnashins came out to propagate the demand for 'Pakistan' in the fervent hope of establishing Islamic order in it. They enthusiastically issued *fatawa* in favour of the League, Mufti Ijaz Wali Khan (1914--73) issued a *fatawa* in favour of the League from Madrasah Manzar-i-Islam (1904) Bareli. In 1946, fifty leading Sunni ulama issued another *fatawa* in favour of the League candidates.[10]

A special *Masha'ikh* Committee was appointed by the AIML in 1946 comprising eminnent religious leaders and *pirs* of the highly prestigious shrines of the Punjab and NWFP.[11] The AIML in its struggle for 'Pakistan' persuaded several other prominent ulama and *Masha'ikh* to "pray and exhort their followers to sacrifice their all in the cause of the attainment of a free and independent Muslim India".[12] Thus, these Sunni ulama and *pir* rendered great service to the AIML in the 1945--45's provincial elections of Sindh, Punjab and NWFP. Later on they also played an active role in the referendums of Sylhet and NWEP.[13]

On January 28-30, 1946 at the *'urs* ceremony of Maulana Ahmad Riza Khan, the leaders of the AISC supported the cause of 'Pakistan' and hoped that the new state would be established on the Islamic norms.[14]

On April 27--30, 1946, a representative Sunni Conference was held at Fatman Bagh, Benares, which was attended by 500 *Masha'ikh* 7000 ulama and about 200,000 Muslims. The Conference elected Sayyid Muhammad Ashrafi Muhaddith Kachhuchhavi (1894--1961) as the new president of the AISC. In his presidential address, he said that according to the League's interpretation, "the meaning of 'Pakistan' is an independent state of Islam and Quran, in small part of India, but we (AISC) are working for a grand 'Pakistan'. i.e., the rule of Islam all over the World".[15] The Conference adopted

Maulana Na'imuddin Muradabadi was elected its *Nazim-i-A'la.*[5] The aims and objectives of the AISC were:

a) to unite the Sunni majority of India on one platform;
b) to establish Islamic organizations in every corner of India and link them with the AISC;
c) to organize *tabligh* activities and to open speical *madaris* for this purpose;
d) to provide religious education to the Western educated Muslims and open night schools for the working class;
e) to improve social conditions of the Muslims by encouraging them to invest in trade and business; and
f) to fulfill the daily needs of the Muslims by providing them jobs and making them free from the clutches of loans.[6]

The AISC soon extended is organizational work to almost the whole of the British India and its leadership toured major cities and towns of the Indian subcontinent. It held Sunni Conferences to express its opinion on different political issues. On September 18, 1928, a Sunni Conference was held at Muradabad, in which a resolution was adopted against the anti-Muslim Nehru Report (July 1928). The AISC, meeting at Behral, district Maldah, Bengal on May 20-21, 1930, appealed at the Muslims to remain aloof from the politics of the INC and the Jam`iyyat Ulama-i-Hind (1919), as the latter was working like a puppet in the hands of the Hindus and thus it had ceased to be a true representative of the Indian Muslims.[7]

Maulana Na'imuddin Muradabadi, *Nazim-i-A'la* of the AISC was convinced as early as 1938 that the British would not be able to retain their hold on the Indian subcontinent for long. To him, the question as to who would inherit her was crucial. He had reached the conclusion that the Muslim majority provinces should be constituted into separate state.[8] So, when the All-India Muslim League (AIML)--(1906) adopted the 'Lahore Resolution' in its March 1940 session,[9] the Sunni ulama decided to work for the establishment of `Pakistan'. Thus, different branches of the AISC busied themselves in propagating the idea of 'Pakistan'. Maulana Na'imuddin Muradabadi toured the northern subcontinent and delivered speeches in support of demand for Pakistan.

ALL INDIA SUNNI CONFERENCE VANGUARD OF THE PAKISTAN MOVEMENT

MUJEEB AHMAD
(Government Degree College, Gujranwala)

The Patna Sunni Conference, which was held in 1897, was a milestone in the history of two-nation theory and the ideology of Pakistan. The main speaker of this Conference was Maulana Shah Ahmad Riza Khan (1856-1921), who opposed the concept of Hindu-Muslim unity and any united effort for the independence of the British India, Maulana Ahmad Riza Khan was disturbed by the conciliatory mood of the nationalist ulama and their willingness to cooperate with the Hindu dominated Indian National Congress (INC)--(1885)[1]. The main reason for opposing the Khilafat Movement (1919) and Non-cooperation Movement (1920) by Maulana Ahmad Riza Khan, was the growing cooperation between the Muslim and Hindu leadership, which, according to him, was unnatural, irrational and un-Islamic.[2]

After the death of Maulana Ahmad Riza Khan, other Sunni ulama, like Pir Mehr Ali Shah of Golra Sharif (1859--1937) Maulana Sayyid Sulayman Ashraf (1878--1933) and Maulana Sayyid Muhammad Na'imuddin Muradabadi (1883--1948) vehemently opposed the idea of Hindu-Muslim unity and declared it *haram* for the Muslims even to join the INC[3]. Some Sunni organizations[4] were also working for safeguarding the *din*, culture, rights and identity of the Indian Muslims from the clutches of the INC and the nationalist Muslims parties. In this connection, All India Sunni Conference was the most important organization which eventually became the sole-spokesman of the Sunni ulama, *Masha'ikh* and Muslims.

The first religio-political platform of the Sunni ulama was set up at a meeting of leading Sunni ulama at Jami'ah Na'imi[illegible] Muradabad, on March 16--19, 1925. This was the dawn of the All India Sunni Conference (AISC). At its inaugural session, Pi[illegible] Jama'at Ali Shah Alipuri (d. 1951) was elected its president whil[illegible]

Iran. In fact, he does not care so much for poetry for his own sake, but he wants to convey moral instruction and advice in a simple and sweet manner, so much so that the whole picture floats before the mind's eye and the reader or hearer enjoys it extensively. There being no artificiality of the figures of speech or coloured metaphors, our poet has expressed pointedly what was surging in his heart.

To sum up, there is an ecstatic power behind the poetry of Imam Ahmed Raza Khan 'Raza' because it is the spontaneous outcome of a fervent soul and a lofty genius taking delight in soul's yearning for Union with True Beloved. When he completed his mission, he prepared for his last journey. Before his death, he desired that all the coins and stamps bearing the photographs be removed from the place where he buried himself in prayers. On Friday, the 25th Safar of 1340 A.H./1921 A.D. he passed into eternity. His mausoleum is situated at Bareilly (India).

FOOT NOTES

1. Prof. Dr. Muhammad Mas'ud Ahmed, Rahbar-o-Rahnuma, P.3.
2. Dr. Syed Abdullah, Ahmed Raza Khan Bareilivi, Tarikh Adabiyat Pakistan-wa-Hind, Vol.5 (Farsi Adab-3), Punjab University, Lahore, February 1972, p.p. 595-96.
3. The Holy Quran, Surah XXX, Ruku 4.
4. Quoted by Philip K. Hitti, A History of Arabs, London, 1948, p. 563.
5. Quoted by Anwar-ul-Hassan, Imam Ghazali Ke Talimi Nazaryat, Lahore, 1954, p.80.
6. Foreword to "Economic Guidelines For Muslims Proposed by Imam Ahmed Raza Khan in 1912 A.D." written by Prof. Muhammad Rafiullah Siddiqui, Karachi, p.3.
7. Maulana Kausar Niazi: Imam Ahmed Raza Khan Bareilivi, A versatile personality, p.p. 21, 22.
8. Ibid. p. 35 & 37.
9. Quoted by Maulana Kausar Niazi: Imam Ahmed Raza Khan Bareilivi, A versatile personality, p.p. 35, 36.
10. Dr. Syed Abdullah: Imam Ahmed Raza Khan Bareilivi, op. cit. p. 596.
11. Quoted by Prof. Dr. Muhammad Masood Ahmed, A Baseless Blame, 1991, Karachi, 1991, p. 53.
12. Prof. Dr. Muhammad Mas'ud Ahmed: Neglected Genius of the East, Karachi, 1991, p.p. 13-14.
13. Dr. Syed Abdullah: Ahmed Raza Khan Bareilivi, op. cit. p.598.
14. Maulana Kausar Niazi: Imam Ahmed Raza Khan Bareilivi, A Versatile Personality, op. cit. p.22.
15. Prof. Dr. Muhammad Mas'ud Ahmed: Neglected Genius of the East, Karachi, op. cit. p.15.
16. Ibid, p.9.

مرتضیٰ شیر خدا مرحب کشا خیبر کشا
سرور لشکر کشا مشکل کشا امداد کن

ای تنت درراه مولیٰ خاک و جانت عرش پاک
بو تراب ای خاکیاں را پیشوا امداد کن

ای شب ہجرت بجائی مصطفیٰ بر رخت خواب
ای دم شدت فدائی مصطفیٰ امداد کن

یا شہید کربلا یا دافع کرب و بلا
گلرخا شہزادہ گلگوں قبا امداد کن

ای حسین ای مصطفیٰ را راحت جان نور عین
راحت جان نور عینم دہ بیا امداد کن

ای گلویت کہ لبان مصطفیٰ را بوسہ گاہ
کہ لب تیغ لعین را حسرتا امداد کن

ای تن تو کہ سوار شہسوار عرش ناز
کہ چناں پامال خیل اشقیا امداد کن

'Raza' the reputed literary genius of the East, is immortalized by his three literary production, namely, Commentary of the Holy Quran, Fatawa-e-Razwiya and Hadaiq-e-Bakhshish. The theme and subject-matter of Hadaiq-e-Bakhshish is ethical, dealing with normal precepts, religious exhortations and above all Ishq-e-Rasool - the love of the Holy Prophet (Peace be upon him). The handling of the subject-matter is so skillful that whatever he communicates is entreating as well as instructive. Simplicity combined with elegance and delicate expression, characterise the general style of Hadaiq-e-Bakhshish. His Persian Diwan reveals throughout a combination of originality, learning, sincerity of exhortation, enthusiastic faith, fearlessness, contempt for time-servers and flatterers, courage and above all his devotion to the Holy Prophet (Peace be upon him). These characteristics are hardly found in any other poet of his era.

He was a great scholar of his time, and even to this day Imam Ahmed Raza Khan stands unrivaled in respect of his literary output in many a discipline. As a poet of exceptional merit, his pure and chaste style compares favourable with that of Persian poets of

was sent and Mercy for all the worlds. In him the poor and persecuted, the distressed and downtrodden, the oppressed and helpless find a shelter. He is the light of guidance and that light glitters like a strong crystal shining beacon on a dark and disordered world. His face, reflecting the Light of Allah (Glorified be He) is the brightest of all luminaries whose rays illumine the world. All the human beings, angels, houris and the genni submit to him for his blessings, and the earth as well as heavens adore him. 'Raza' thus puts:-

یا خدا بہر جناب مصطفیٰ امداد کن
یا رسول اللہ از بہر خدا امداد کن

یا شفیع المذنبین یا رحمتہ اللعالمین
یا امان الخائفین یا ملتجی امداد کن

ای ثروت بی ثروتان ای قوت بی قوتان
ای پناہ بیکساں ای غمزدا امداد کن

نیر نور الہدیٰ بدر الدجی شمس الضحی
ای رخت آئینہ ذات خدا امداد کن

ای گدایت جن و انس و حور و غلمان و ملک
وی فدایت عرش و فرش ارض و سما امداد کن

The poet has paid glowing but pathetic tributes to Hazrat Ali and his son Hazrat Imam Hussain who are the embodiment of courage, bravery, honesty and forthrightness. Hazrat Ali is addressed with the title of 'the Lion of God'. He won the battle of Khaibar, and displaying his unrivaled bravery, he killed Marhab, the administrator of the fort of "Qamus" and the commander of Jews. The poet has paid respectable tribute to Hazrat Imam Hussain - the epitome of martyrdom - who rose to defend, the pristine purity of the last Divine message. 'Raza' has presented the tragedy of Karbala which is the symbol of super-human sacrifice to save the spirit of Islam that was being distorted by brute force of tyranny and usurpation. Imam Hussain was immensely loved by the Holy Prophet (Peace be upon him) and was the apple of his eye. The enemines beheaded the man whose neck and lips were kissed by the Holy Prophet (Peace be upon him) when he was an infant. He rode the shoulders of the Holy Prophet (Peace be upon him) during childhood but the callous enemines of Islam and the House of the Holy Prophet (Peace be upon him) down-trampled his body under the hoofs of their horses. Mark the pathos of our poet when he presents the heartrending martyrdom of Imam Hussain at Karbala.

قطرۂ کزوی چکید دست اندر صدف
گوہر رخشندہ شد با صد شرف

دست احمد عین دست ذوالجلال
آمد اندر بیعت و اندر قتال

سنگریزہ می زند دست جناب
ما رمیت از رمیت آید خطاب

In 1294/1877, he (Imam Ahmed Raza Khan) went with his father to visit Shah Al-i-Rasul (d. 1297/1897). He was admitted to the Qadiriyya Order and was permitted to enroll and train neophytes. He had similar authority in thirteen other orders"[16]. Diwan 'Hadaiq-e-Bakhshish' of Imam Ahmed Raza Khan is sublime in content and stupendous in magnitude. It bears an eloquent testimony of the poet's versatile genius. A versatile genius always attempts all forms of poetry, that is, Gazal, Mathnavi, moody or elegy, quatrain, eulogy, fragments etc.

As a devotee of Syed Abdul Qadir Gilani, 'Raza' has paid homage to the greatest saint of Baghdad. Raza's poetry is replete with references to the saintly vision, insight and integrity of Sayedina Abdul Qadir Gilani and there is ample evidence to show that 'Raza' entertains the highest regard and admiration for him. Likewise 'Raza' has paid tributes to the companions of the Holy Prophet (Allah's grace and peace be upon him) and immensely, praised his progeny. In one of his quatrains, 'Raza' maintains that the refined personality of Sayedina Abdul Qadir Gilani possessed the piety and nobility of the first four caliphs of Islam. Highlighting his characteristics "Raza" says that Syed Abdul Qadir Gilani was kind and considerate, sincere and polite like Hazrat Abu Bakr Siddiqu. Likewise, he was just and sagacious like Hazrat Umar Farooque. He possessed the characteristics of benevolence of Hazrat Uthman and like Hazrat Ali he was the man of scholarship and erudition. Mark the devotional tribute of 'Raza' paid to Syed Abdul Qadir Gilani:-

صدیق صفت حلیم عبد القادر
فاروق نمط حکیم عبد القادر
مانند غنی کریم عبد القادر
در رنگ علی علیم عبد القادر

'Raza' invokes the blessings of Allah (Glorified be He) and His Prophet (Allah's grace and choicest blessings be upon him), who

Though 'Raza' has avoided high-sounding language, there is a lot of Quranic, traditional and historical allusions, strewn over his poetry, which testify to his scholarship and ample evidence of his mastery over the Islamic lore. Besides these traits, the poet possesses the great gift of genius, viz. instructive and chaste style, which makes his poetry more efficacious in its appeal. His admonitions to the time-servers is generally free from any bitterness that bears eloquent testimony to his unbending mind and courage of conviction. A devotee and humble servant of the Holy Prophet (Allah's grace and peace be upon him) he says that the light of the Prophethood dispelled the darkness that had shrouded the earth. 'Raza' maintains that Muhammad (Allah's grace and peace be upon him), an epitome of compassion and mercy, the light of worlds, the Divine Messenger, is one whose light in itself is an enlightenment to the world and an embodiment of virtue to mankind. The Holy Prophet (Ahhah's grace and Peace be upon him) has had no equal in both the worlds in respect of his supremacy and love of Allah (Glorified be He). The sum of the Finality of Prophethood when brilliantly shone, all the candles extinguished. The gentle cloud emerged on the horizon, irrigated the gardens of palm-trees and the inundation offended the disbelievers. The rain-drop assumed the shape of pearl when the shell swallowed it. Allah proclaimed the hand of the Holy Prophet (Peace be upon him) as His hand when he took allegiance from his companions on the eve of the Treaty of Hudaibiya. Allah declared that the pebbles thrown by the Holy Prophet (Peace be upon him) at his rival forces in the battle of Badr were, in fact, thrown by Allah (Glorified be He). Mark the ecstatic power behind the following verses of 'Raza':-

مصطفیٰ مہریست تابان بالیقین
منتشر نورش بہ طبقات زمین

در دو عالم نیست مثل آن شاہ را
در فضیلتہا و در قرب خدا

آفتاب خاتمیت شد بلند
مہر آمد شمعہا خامش شدند

ابر آمد کشتہا سیراب کرد
نخلہائی خشک را شاداب کرد

یُعجب الزرّاع کالمآءِ المعین
کی یغیظ الکافرین الظالمین

Mark the pathos expressed below:-

آه آه از ضعف اسلام آه آه
آه آه نفس خود کام آه آه

مردمان شهوات را دین ساختند
صد هزاران رخنها انداختند

هر که نفسش راهی از هوا
ترک دین گفت و نمودش اقتدا

'Raza' plays the role of a sufi lover and expresses his sophistic poetry, the feelings and emotions that would characterise a lover at different stages of his spiritual journey towards the realization of Unity. The grace and sweetness of his language and verse lend to his poetry a charm which few poets can exercise. 'Raza' maintains that it is the benevolence of Allah (Glorified be He) Who causes man to prostrate before Him with all humility at midnight to invoke His Divine Grace. Allah is the Supreme Power having unquestioned Omnipotence; He is the Sustainer; Nourisher and the Protector. He is Light on Light and His Light dawned on an iota that lay in dust which became resplendent. Mark the melody of muse and presentation of lofty truths:-

هیچ می آید ز دست عاجزان
جز دعائی نیم شب ای مستعان

بلکه کار تست اجابت ای صمد
وین دعا هم محض توفیقت بود

ما که بودیم و دعائی ما چه بود
فضل تو دل داد ای رب و دود

ذره بر روئی خاک افتاده بود
آفتابی آمد و روشن نمود

کیست مولائی به از رب جلیل
حسبنا الله ربنا نعم الوکیل

Th
lot of
poetry
maste
sesse
which
nitions
bears
convic
(Allah'
Prophe
'Raza'
upon
worlds
lighten
The Ho
no equ
Allah (
when
cloud e
and the
sumed
claimed
hand w
the Trea
the Hol
battle c
Mark th

زمین

خدا

شدند

کرد

الظالمین

پر کن از مقصد تہی داماں ما
از تو پذ رفتن زما کردن دعا

Oh Allah! Thou revealed the Book of Light - the Holy Quran and addressed us with Thy commandments; For the sake of those who tread Right Path, impart strength to the Islamic Faith; For the sake of Your chosen Holy Prophet (Sall Allaho Alaihe Wasallam), his progeny and four friends (Four caliphs of Islam) fill our skirt with your grace to help us realise our objectives and answer our prayers when we lift our hands.

Imam Ahmed Raza Khan is undoubtedly one of the few outstanding Muslim savants the indo-Pakistan Sub-Continent has over produced. He was a Scholarly man with fine intellect and a wide range of erudition, which was cultivated well and carefully maitained till the end. The great thinker and poet that he was, "Raza" conceived the subject of Ishq-e-Rasool (Love of the Holy Prophet Sall Allaho Alaike Wasallam)and developed a study out of it. "His poetry totally depended on this love. Hence it has great religio-political importance. He awakened the Muslim Nation form a sound sleep, purified their hearts and kindled the fire of love in an atmosphere where the people tried their best to extinguish it "[15] He composed numerous verses and full-fledged poems in Urdu, Arabic and Persian with masterly skill. Like many other devotees of the Holy Prophet (Sall Allaho Alaihe Wasallam) Ahmed Raza Khan also got inspiration from the love of the Holy Prophet (Sall Allaho Alaihe Wasallam) who is the fountain-head of sainthood. He linked his mind with his Creator and lived as His true servant inconformity with the teachings of the Holy Quran and Sunnah. He studied the works of Muslim Scholars, but above all, he made the Holy Quran and Traditions (Ahadith) the main spring-force of his inspiration and spiritual sustenance which provided for him streams of ideas comprising a message of enlightenment for the outside world.

In composing all his poetry, he has tried to manifest what Islam is and means to the humanity at large concerning the life on earth and the life hereafter. His poetry cannot but be construed as a potential flash point presenting Islam as an ethical religion, because all its laws and injunctions are based on the most solid moral foundations. 'Raza' gives vent to his feelings and laments on the self-indulgence of vested interests who have caused tremendous harm to Islam to satisfy their personal ego. The selfish people who go astray owing to their aggrandizement, flout the religious injunctions; nay, they create several obstacles in religious matters and pose themselves as spiritual leaders.

lines show his intrinsic passion of profound yearning for the Divine Love:-

ای خدا ای مہربان مولائی من
ای انیس خلوت شبہائی من

ای کہ نامت راحت جان و دلم
ای کہ فضل تو کفیل مشکلم

ما خطا آریم و تو بخشش کنی
نعرۂ انی غفور می زنی

اللہ اللہ زین طرف جرم و خطا
اللہ اللہ زان طرف رحم و عطا

زہر ما خواہیم تو شکر دہی
خیر را دانیم شر از گمرہی

Oh Allah! My Kind and Compassionate Master; My Solace and Comfort in Secluded nights; Thy name gives peace and contentment to my heart and soul; Thy compassion alleviates my distress; We commit Sins and Thou grant us compassion, You have declared that Thou are Merciful and Forgiving; All praise is for Allah! We sin now and again but Allah showers His Grace and benefaction; We ask for poison (punishment) but You give us sweets (imparts benediction), We misinterpret virtue as vice on account of going astray.

The study of the lives of great saints and sages reveals that although they belonged to different orders of thought and adopted different paths, their mission was common, that is, preaching of Islam. They took pains for the guidance and welfare of mankind.

'Raza' thus puts:-

تو فرستادی بما روشن کتاب
می کنی با ما باحکامت خطاب

از طفیل آن صراط مستقیم
قوتی اسلام را دہ اے کریم

اے خدا بر جناب مصطفےٰ
چار یار پاک و آل با صفا

They had also no connection with the rulers of Indian states or government officers[11]. "In the words of Prof. Dr. Muhammad Masood Ahmed,". Being the grandson of such a warrior, he (Ahmed Raza Khan) could not remain aloof from Freedom Movement. Although he did not take any active part yet he paved the way for freedom with his brilliant philosophy based on the Holy Quran and Hadith .... He (Ahmed Raza Khan) was against Hindu-Muslim unity. This was the basic idea which can rightly be called the foundation of Pakistan"[12]. In the light of preceding study one is impelled to affirm that imbued with dauntless courage, Imam Ahmed Raza Khan looked the personification of manifold virtues of valuer, steadfastness, probity, resolution and perseverance. He surmounted the difficulties with fortitude, accepted the triumphs with humility and faced challenges with courage.

SAINTLY DISPOSITION:

With a rich family and educational background, Imam Ahmed Raza Khan was a living example of saintly people and displayed uncommon talent, initiative and piety in the course of his long saintly career. By nature, he was pious and devout, modest and tolerant. His literary works amply testify to these virtues that adorned his conduct. He was the embodiment of goodness and intense humanity, having a dynamic personality, a charm of his own, with no trace of harshness either in his person or in his demeanour. Endowed with a sharply analytical mind, strong memory, and above all, the ability to express himself lucidly and convincingly, he attracted a multitude of people to listen to his sermons with rapt attention. In an incredibly short span of time his meteoric spiritual power silenced his opponents and it was a miracle of no mean magnitude. "Owing to his religious services he has left behind a large number of admirers and followers in the Indo-Pakistan Sub-continent"[13]. To quote Maulana Kausar Niazi, "Those who have the recognition of his personality, maintain that he was Imam Abu Hanifa of the Sub-continent"[14].

PERSIAN POET OF DIVINE LOVE:

As a mystic poet of Divine Love, Imam Ahmed Raza Khan assumed 'Raza' as his nom-de-plume. His poetry is superb and sheds ecstatic effusions of a devotee's soul-longings. He was not only a voluminous and versatile writer (of about one thousand books) but also he ranks high in the scale of eminent poets of Indo-Pakistan Sub-Continent; in fact, he is one of the highest among them. His poetry speaks of lofty truths in a language which is at once simple, elegant and melodious. His verse is generally smooth and easy in its flow and sweet in expression. The following

(Caliph) of Islam, and the step, disintegrating his 'Khilafat' (the Caliphate) will be taken as an attack on Islam. Muslims became irritated and a movement ran off. But it was a wonderful show that the leadership of the movement was in the hands of Gandhi. As if a man who did not favour to give the Muslims a separate piece of the land in India, now had been working to restore the Muslim Khilafat on the International level. Shah Ahmed Raza (may his soul rest in peace) had been looking seriously at this trap having the same colour of the earth, which was spread by Gandhi ..... The Pakistan Movement would have never been encouraged and promoted, if Imam Ahmed Raza did not make aware the Muslim of Hindu tactics, many years before the Pakistan Movement"[8].

Commenting over the Hijrah Movement, Maulana Rais Ahmed Jafri Nadvi writes, "the Hijrah Movement began. Eighteen thousand Muslims sold their houses and belongings, and immovable property and house hold goods on throw away prices; the buyers were the Hindus, and then they migrated to Afghanistan. They could not be accommodated there, so they returned to India. Some died due to hardships, and the rest who came back safely, they were ruined, exhausted, helpless, destitute, wretched, miserable, afflicted and distressed. If it is not death and destruction, then what it will be called?"[9] Imam Ahmed Raza maintained that India was not 'Dar-ul-Harb' for Muslims, but she was 'Dar-ul-Islam' because the Muslims had ruled India for centuries together. As such the subsequent results of Hijrah Movement proved the political acumen and sagacity of Imam Ahmed Raza "who advised the Muslims not to fall into the trap of Hindus. He issued a Fatwa against the Hijrah Movement and urged the Muslims not to migrate from India to Afghanistan"[10].

Imam Ahmed Raza Khan waged a heroic struggle for the cause of Muslims and utilized all his rational and intellectual faculties rule. He was also conscious of the chauvinistic duplicity of the Hindus who had siphoned off the blood of Muslims through usury and other sordid means; as such, he did not favour the Hindu-Muslim unit. The Islamic culture and civilization had sustained a paralytic stroke at the lands of Hindus and Britishers and the Muslims Ummah looked an appealing and horrid spectacle of misery and poverty. In the given context, the Sub-continent was in dire need of revolutionary leaders like Imam Ahmed Raza Khan who could brave the situation and blaze the trail of sacrifice for the motherland. Syed Altaf Ali Bareilivi, a contemporary of Imam Ahmed Raza and an eye witness of the events thus writes: "Politically speaking, Hazrat Maulana Ahmed Raza Khan was in reality, a lover of freedom. He hated the English and their regime from the bottom of his heart. Neither he, nor his sons, Maulana Hamid Raza Khan and Mustafa Raza Khan ever thought of obtaining a title like Shamsul Ulema.

of Islam), the Geometry, the Mathematics, the Science, the Physics, the Philosophy, the Astrology, the Jafer (numerology), the Chemistry, the Economics, the Geology, the Geography, the History, the Politics, the Ilm-e-Monazra (debating and arguing with the opponents in an arranged/challenged assemble), the Algebra, the Syntax (Grammar), the Etymology, the Meaning, the Expression and oratory, the Eloquence and the Rhetoric (Figures of speech; arterial, the art of recitation of the Holy Quran and the Orthoepy, Tasawwuf (the Islamic Mysticism), the Suluk (the way), the Philology, the Poetry, the Literature, Khat-e-Naskh (the Arabic style of writing, the art of calligraphy), the Khat-e-Nasta'leeq (the Persian style of writing, the art of calligraphy). His biographers have got enumerated almost sixty faculties of knowledge in which he had full proficiency and command. At a time he was a great writer and speaker, arguar and debater, dogmatist, the Muhaddith (Traditionalist) and Mufasser (Commentator), the Faqih (Jurist) and statesman"[7].

MANY FACETED PERSONALITY:

Imam Ahmed Raza Khan was a seasoned politician a revolutionary Muslim Scholar, a Saint, a Sage, a Seer, a Savant, a thinker, a commentator of the Holy Quran, a poet, a theologian, a writer, a jurist, a man of letters and of belles-letters, a Mufti of great calibre and a sagacious statesman. Possessing a many faceted personality, he is known as much for his versatile talent and dedicated service as for the extraordinary spirit of courage that he displayed all his life. He was greatly respect for his profound scholarship and his simple and pious life. With the alchemy of his spiritual bliss and soulful diction, he metamorphosed the lives of several seekers of Truth. For Socio-cultural supremacy and economic uplift of Muslims, he worked with single-mindedness and perceptiveness to emancipate them from the shackles of British slavery.

HIS POLITICAL ACUMEN:

With a view to overthrowing the yoke of colonial rule, he joined the Muslims of the Sub-continent and worked with devotion to duty and courage of conviction and introduced new dimensions in political arena to guide the Muslim Ummah along fruitful and constructive channels. He preferred to tread the thorny path of struggle in following the dictates of his own conscience and judgment than to seek the comfort of compromise and compliance. "During the revolutionary moments vis. the Khilafat, tark-e-mavalat (non-cooperation Movement) and the Hijrah movements, his (Ahmed Raza's) attitude was anti-revolutionary. ....They (the Hindus and their stooges) began to say that the Sultan of Turkey was the Khalifa

lost, besides paternal affection, a seer whose blessing had been a great source of strength to him in his spiritual quest.

EMPHASIS ON LEARNING IN ISLAM:

The Holy Quran says, "Verily the learned are afraid of Allah"[3]. Interpreting this Ayat, the commentators maintain that the emphasis of the Holy Quran on the acquisition of knowledge found its echo in the sayings of the Holy Prophet (Peace be upon him) who understood the importance of education more than anyone else. In one of his traditions he is reported to have said, "The world is sustained by four things only, the learning of the wise, the justice of the great; the prayers of the God and the valuer of the brave"[4]. Since learning occupies such a high place in the hierarchy of human values, the learned surely commands great respect in society. This is obvious from another saying of the Holy Prophet (Allah's grace and peace be upon him) declaring that: "A learned man is a superior to a worshiper as I am superior to the most ordinary amongst you"[5].

UNRIVALLED SCHOLAR:

Motivated by the Islamic incentive to seek knowledge, Imam Ahmed Raza Khan drank deep from the fountains of learning and devoted his life to the study of religious literature, jurisprudence, Muslim philosophy and modern sciences, in consequence whereof, he was regarded as one of the greatest scholars of the Sub-continent. During his early schooling, he received the attention of great divines, saints and sages who helped him to probe the realms of academic excellence for the attainment of Olympian heights in Ulum al-Aqliyyah and Ulum al-Naqliyah combined with Ulum-e-Jadidah, that is the modern sciences. He knew the sciences of philology and lexicography, philosophy and theology, medicine and mathematics, Muslim law and natural sciences. "Besides being the greatest religious scholar of his time, he had also compete command over the subjects and problems of modern area, like Economics. Banking Mathematics, Logarithm, Trigonometry, Astronomy, Physics, Chemistry, Geology etc., etc."[6].

In fact, Imam Ahmed Raza was an encyclopedia of all the sciences and philosophy then extant. He knew the Holy Quran and commentary, Tradition and Fiqah (Jurisprudence), Ilmul Kalam (Muslim Philosophy), Grammar, Rhetoric, Arabic, Persian and Urdu language and Literature, Geometry, Algebra and Arithmetic, Logic, Physical and Natural Sciences, Poetry, Physical Geography, Meteorology, Ethics, Metaphysics, the doctrines of future life etc. To quote Maulana Kausar Niazi, "Which was the faculty of knowledge were he had no access? He had masterly command over Tafsir (commentary of the Holy Quran), Hadith (the Tradition), Fiqah (Law

IMAM AHMED RAZA KHAN

A VERSATILE PERSIAN POET OF THE EAST

By: Prof. Dr. Muhammad Ishaquė Abro.

BIRTH OF THE POET:

A versatile Persian poet of the East "Imam Ahmed Raza Khan Bareilvi, was born at Bareilly (India) on June 14, 1856 A.D. (10th Shawwal, 1272 A.H.)"[1]. His father Hazrat Naqi Ali Khan (Died 1880 A.D./1297 A.H.) was an illustrated theologian and renowned scholar who wielded tremendous spiritual influence over the people of Indo-Pak Sub-continent. "His great grandfather Saeedullah Khan in Seventh generation, migrated from Qandhar to Lahore during the Mughal rule in India. Later on the family came to Delhi, and finally settled in Rohail Khand (Bareilly)"[2]. Greatly respected for his spiritual eminence, the father of the poet always endeavoured to lead people back from mere scholastic dogma to a living contact with the Holy Quran and Traditions. Thus conceived, Imam Ahmed Raza Khan was born in an atmosphere of scholarship and spiritualism at home, and imbibing this influence, he himself became a great scholar and spiritual leader.

EARLY EDUCATION:

As a matter of fact, Imam Ahmed Raza Khan was a brilliant and refined child of extraordinary promise. As a young man of mettle and keen intelligence, he was enthusiastic by nature and possessed the qualities of head and heart. Endowed with brilliant talents, he possessed an unequaled degree of energy and power of unswerving pursuit for the attainment of his high ambition. From the time of his youth till his death, he actively reacted to the political and religious surroundings. In the given context, Hazrat Naqi Ali Khan wanted to impart to his son Ahmed Raza Khan the best education that he could. Hence, his education started at home under the wise and able guidance of his father. Besides the study of the Holy Quran, he gained proficiency in Arabic and Persian in his youth. Among other disciplines, Jurisprudence, Poetry and Mathematics interested him the most. His father died in 1880 A.D. when Ahmed Raza Khan was 25 years old. The death of his father was a great loss to Imam Ahmed Raza, for in his death, he had

and benefitted from them also immensely while issuing a ***Fatwa***. In marking extensive use, of ***Ahadhith*** is the basis of his ***Fatawa,*** the learned Mufti has also dispelled the impression that in ***Fiqa Hanafia***, the ***Hadith*** has not been made good use of. As brought out vividly, the Imam has in fact found solutions to most of the problems in light of the ***Hadith***.

The study of ***Fatawa Ridvia*** also brings to light the fact that the celebrated Mufti has used the sayings of the Holy Prophet (Sal lal-laho-alaihi wasallam) extensively in the chapter on ***Ibadat*** (عبادت). But in other matters like ***Munakihat*** (مناکحات) ***Muamilat*** (معاملات) and other issues, relative less use has been made of ***Ahadith*** and more reliance has been placed on the ***Fatawa*** of the religious scholars of ***Ahnaf*** (احناف) .

Men of learning are award of the fact that a vast treasure of ***Ahadith*** is available with the faithful. But, to find the required ***Hadith*** out of this treasure is an uphill task. The researchers have sometims to spend day to find one ***Hadith.*** It is, therefore, recommended that a complete list be made of the ***Ahadith*** mentioned in ***Fatawa Ridvia*** and their full text obtained. ***Hadith*** should then be throughly understood and analysed.

This way we shall be deriving greater benefit from ***Fatawa Ridvia*** and will at the same time, be opening vistas of research for scholars. We shall also be able to remove doubts and misunderstandings of those who hold that the ***Hadith*** has not been put to good use in ***Fiqah Hanafia***.

Dr. (brig.) S.K. Malik served in the Pakistan army for about 30 years and held various command and staff appointments. After his retirement from Pak Army he served as a Professor and Chairman of the Department of Defence and Strategic studies at the Quaid-e-Azam University, Islamabad. He is the author of four books, namely, ***Khalid bin Walid: the General of Islam, The Quranic concept of war, the Muslim conquest of Central Asia*** and the ***Quranic concept of power***. He has contributed a large number of articles on War, Defence studies, strategic Studies, ***Quranic*** philosophy of war and the Holy Prophets Defence Policy and Strategy in various magazines and periodicals.

In *Fiqah*, one of the most difficult questions is that if the husband of a woman is lost, and is not found after extensive search, how long should she wait for her second ***Nikah*** (marriage). The Imam has solved this problem in ***Fatawa Ridvia*** by ruling that she should wait till her husbaned became seventy years of age. He has fixed this age limited based on the following ***Hadith*** of the Hodly prophet (Sal-lal-laho-alaihe wasallam):-

اعمار امتی مابین الستین و السبعین

"The ages of my ***Ummah*** are between sixty and seventy years."

This ***Fatawa*** is current till today and in Pakistan this is reckoned as the averege age.

(***Fatawa Ridvia***, Vol V, 1346 A.H., p.32, Lahore).

It is compulsory for Muslims to migrate from ***Dar-al-Harb*** to ***Dar-al-Islam*** if they happened to be presen in ***Dar-al-Harb*** . Along with the Holy ***Quran***, the Imam has proved this injunction from the ***Hadith*** which says:- من فر بدینه من ارض الی ارض شبرًا من الارض استوجبت له الجنه و کان رفیق ابیه ابراهیم علیه الصلوة و السلام و نبیه محمد

"He who migrated for the sake of his religion from one place to another, even if he moved one ***balisht*** (بالشت) paradise becomes ***Wajib***(واجب)for him. He becomes the companion of his father Ibrahim and his prophet Muhammad (Sal-lal-laho-alaihe wasallam)."

صلی الله علیه وسلم

The Imam was asked whether a Muslim should return the belongings "امانت" of a Hindu or misappropriate them by deceit. The Imam ruled that misappropriation of the belongings of others was not permissible whether it be that of a Hindu. Breaking of convents was not allowed even when contracted with Hindus. He strengthened his decision with the following ***Hadith***:-

من اعطی الدین من نفسه طائف مکروه فلیس منا

"He who, without any compulsion, indulged in

lowly behavior is not from us."

(***Fatawa Ridvia***, Vol. IX, P.3, Karachi)

In the above lines we have tried to show how Imam Ahmed Raza Barailvi benifitted from the *Hadith* in *Fatawa Ridvia*. In addition to this he had a good grasp of

علم اصول حدیث ، جرح تعدیل ، سلسلۂ رواۃ ، اسماء الرجال

these conditions, they call it as ***not "Sahih*** (صحیح) "(not correct), that is, it is not of a high quality. But it must be clarified that such a ***Hadith*** is not weak but comes under the category of "Hasan (حسن) ". It is incumbent upon us to act on such a ***Hadith***, as the religious scholars say:

لایلزم من نفی الصّحة نفی الثبوت علی وجه الحسن

"It is not necessary that he who calls a ***Hadith*** as incorrect also says that it is not "***Hasan*** (حسن) " according to Imam "***Hajr*** "***Yahtajjo behi*** (یحتج بہ) " that is, that a "***Hasan*** (حسن) "***Hadith*** can be used as an argument.

"***Khairun Wahidun*** (خیر واحد) " is an important issue in the ***Hadith*** Religious scholars have conducted detailed discussions on it. The Imam has also touched upon this issue and has elucidated that in the eyes of the researchers, a weak reporter is acceptable. Accordingly , he writes:-

فنقول عندنا سفة غالية جهالة ولا نفر عندنا لاسيما اکابر

التابعین فان فی مسند لاحرج بان له رواية . . .

While fixing the timings of the prayers, the ***Ummah*** has acted upon different opinions. Some Imams and their followers offer their prayers at the earliest time. Other have considered it better to do so at the latest timings. Imam Ahmed Raza Barailvi has made the issue simple and easy for the Ummah. On this issue also, he has sought guidance from the ***Hadith***. According to the ***Hadith*** in 2 A.H., After prayers were made compulsory. Gibraeel performed ***Imamat*** for the Holy Prophet for two days. On the first day, he performed the ***Imamat*** at the earliest time while, on the second day, he did so, at the latest time and said:-

الوقت بین الوقدین الوقتین

"The time between these two timings is the time for prayers."

This way, by means of ***Hadith***, he tried to create harmony and preserve the unity of the ***Ummah***. Later, he strengthened this viewpoint by ten more ***Ahadith*** in ***Fatawa Ridvia***.

offered "Zuhr (ظہر) "and "Asr (عصر) " prayers in ***Batha*** . Some scholars have knowingly deduced from this ***Hadith*** the combining of "Zuhr (ظہر) " and "Asr (عصر) " prayers. Their argument is that the word ***"Hajra*** (هاجرة) " points towards the performing of ablution and prayers while the word "Fa (فا) " in the ***Hadith*** points towards performance without delay. This the ***Hadith*** means all the tasks were performed at noon "Hajra ".

Imam Ahmed Raza Barailvi has rejected point of view on several grounds which speaks of his knowledge of ***Hadith*** and the Arabic language. Accordingly, he writes that the word "Fa " is for sequence but makes delay compulsory like(تزوج فولد له)Also in this ***Hadith***, "***Khurooj*** (خروج) " is linked with "***Hajra*** (هاجرة) " which is possible also the latest timings. As a result "***Zuhr*** (ظہر) " prayer was performed at the latest timing while "***Asr*** (عصر) " prayer was performed at early timings. Therefore, the prayers were apparently performed together but in actual fact they were performed at their correct times.

In the ***Sahihain*** (صحیحین) , this ***Hadith*** has been reported by several reporters wherein the word "***Thumma*** (ثم) " has been mentioned in place of "***Fa*** (فا) " which does not permit of performance of the act without delay. Also the learned Imam has dwelt upon the sources of the ***Hadith*** which are:

ابن ابي يحيى رافضى قدرى معتزلى جهمى متروك

These sources have been dubbed as unreliable by Yahya bin Saeed, Yahya bin Hatta and Abu Dawood. Imam Ahmed bin Hanbal also said that it was gull of shortcomings. Similarly, Imam Malik has stated that it was neither reliable in religion nor in ***Hadith*** (for details, see ***Fatawa Ridvia***, Vol II, pp 324-326, published in Barailly).

In the second volume of the ***Fatawa Ridvia*** is also a booklet by the Imam called ***Munir al-ain*** منير العين) It conducts a discussion on the laws of the ***Hadith***. The sum-total of this discussion is that if the ***Muhaddithin*** call a ***Hadith*** as not "***Sahih*** (صحیح) " (incorrect), it does not mean that it is false. In the eyes of the ***Mahaddithin*** "Sahih (صحیح) " ***Hadith*** combines in itself all the qualities and fulfills all the conditions which are tough and difficult. There are many condition associated with it which make this ***Hadith*** of a high quality. Such a ***Hadith*** is seldom to be found. As a result, when a certain ***Hadith*** does not fulfil all

missible to them with the help of twenty seven *Ahadith*.

The learned Imam has interpreted *Hadith* in a manner that it has become easy for the Muslims in general to act upon them. As an example, the word "Sa" (صاع) and "Mud" (مد) have been used in various *Ahadith* for purposes of measurement. There was a difference of opinion among the *Fuqaha* about the quantity of these scales. The Imam not only quantified these scales but converted them into present day measurements. He writes in *Fatawa Ridvia*:

> "Sa' (صاع) " is a measurement equal to four "Mud ". For us a "Ritl (رطل) " is equal to thirty six rupees.....The English rupee is equal to eleven and a quarter "Mashe " that is two and a half "Mithqal" (مثقال) . "Ritl" thus equals ninety "Mithqal" . "Sa(صاع)" is therefore equal to eight "Ritl " that is equal to one hundred eighty rupees. It is thus equal to 96 rupees according to our "Seir (سیر) " of Rampur, that is full three "Seir " and Mud " three "Pao (پاؤ) ".

The Imam has also deliberated upon the quantity of water that should be used for ablution (وضو) and for bath, and quoted different *Ahadith* for each. He quoted the *Hadith* reported by Hazrat Aaisha (Radi Allah Anaha) which reads: "(کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتوضأ بالمد و یغتسل بالصّاع.......)".

In giving the sources of this *Hadith*, he referred to the *Ahadith* from

شرح معانی الاثار، صحیح مسلم، مسند احمد بن حنبل،

جامع ترمذی، سنن ابن ماجه، سنن ابو داؤد.......

This speaks of his depth of knowledge of *Ahadith* and their sources in addition he had a complete grasp on the knowledge of

"اصول حدیث، اسانید، اسمأ الرجال، جرح تعدیل، نقد رجال"

and allied issues. The proof the Imam's insight into *Hadith* can be had from the following *Hadith*:

عن ابی جحیفة رضی الله عنه خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم

بالحاجرة فتوضأ وصلی بنا الظهر و العصر....."

This *Hadith* means that the Holy Prophet (Sal-lal-lah-alaihe wasallam) came out his tent, performed ablution and

blind follower and on several subjects, gave his own considered opinion which was different from those of his predecessors.

If one analyses the principles of ***Fatawa*** writing, it becomes apparent that whenever a Muslim ***Faqih*** was faced with the problem of ***Fatawa*** writing, he first sought its solution from the Holy ***Quran***. Since the Holy ***Quran*** deals with the principles of life, the ***Faqih*** may not find the solution of a portion of his problem within it. In that case, he turns to the ***Hadith*** (حدیث) and ***Sunnah*** (سنت) of the Holy Prophet (Sal-lal-lah-alaihe wasallam). If for want of competence and resources, he fails to find the answer from the ***Sunnah***, he should resort to ***Ijtehad*** . This means that in the solution of the problems of ***Shariah*** , the Faqih occupies the third place in so far as his own opinion is concerned.

In this article, we shall try to ascertain as to what extent Imam Ahmed Raza Barailvi utilized the ***Hadith*** and the ***Sunnah*** as the source of ***Fatawa*** writing in ***Fatawa Ridvia*** and how has he judged the strength and weakness of the ***Hadith***.

From the religious writings and publications of the Imam, he stands out that he derives maximum benefit from the ***Quran*** and the ***Sunnah***. Since ***Fatawa Ridvia*** is a religious Fatawa, and no ***Fatawa*** can be issued without reasoning, its writing has brought to light the depth of the knowledge of the Imam as well. This raises him above all other Scholars of his time.

Religious Scholars have argued whether hands should be lifted for prayers after ***Namaz.*** The Imam is in favour of the lifting of hands. On this issue, he wrote a paper which later became a part of ***Fatawa Ridvia***. To prove his point, he made use of thirty eight ***Hadith*** and proved from the ***Sunnah*** of the Holy Prophet (Sal-lal-lah-alaihe wasallam) the lifting of the hands after the Eid (عید) prayers. The title of the original publication written by him in 1300 AH on the subject was ***Saroor al Abd al Saeed Fi Dal al-Dua Baa'd Salat al-Eid.***

(سرور العبد السعید في دل الدعا بعد صلوة العید)

In the forth volume of ***Fatawa Rizvia***, he has conducted a discussion whether poor tax ***(Zakat)*** was permissible for Bani Hashim and ***Sa'dat*** (سادات) The Imam proved that ***Zakat*** was not ad-

The Sayings (Hadith) of the Holy Prophet
(Sal-lal-laho-alaihe wasallam)

AS THE FUNDAMENTAL SOURCE OF

Fatawa Ridvia

by

Dr. Muhammad Tufail,
Islamic Research Council, Islamabad

Translated by
Dr. (Brig- Retd) S.K. Malik

Imam Ahmed Raza Barailvi (1272-1340 AH) started writing ***Fatawa*** at the age of fourteen and kept performing this duty throughout his life. As a matter of fact, this great Muhaddis and Faqih of modern age wrote his first ***Fatawa*** on fourteen Sha'ban 1286 AH. At that time, his age was thirteen years ten months and fourteen days. According to ***Almalfuz***,

the first ***Fatawa*** that he issued pertained to ***Rida'at*** (رضاعت)

The ***Fatawa*** issued by the Imam have been published under the title of ***Al Ataya An Nabwia Fil-Fatawa Al Ridvia*** in twelve volumes. The sequence of ***Fiqa Hanafia*** has been kept in mind in its compilation. According to a cautious estimate, ***Fatawa Ridvia*** consists of thousands of issues and hundreds of small and big booklets. This is so, because, whenever the Imam wrote a ***Fatawa***, he did not confine himself to a specific issue but took into account all the possible aspects of the problem.

It is apparent from the study of ***Fatawa Ridvia*** that the learned Imam had a full grasp of the knowledge pertaining to them and had a deep grasp of various aspects of ***Fiqa***. Be-

or aunty. then the father is obliged to pay towards the expenses for seven years for the boy and nine years for the daughter. If he refuses to pay willingly then the authority will force him to pay the expenses to the guardian of the child.

Fourthly. the father is bound to take care of the well-being of the child. If the father refuses to accept this responsibility, then authority can force the father to accept the responsibility.

Fifthly. the father on his death bed could not disown his dependent by way of will more than 1/3 of his wealth. His will will be superseded and go in favour of his dependent.

Sixthly. the father can enter into a marriage contract for his young children and ask for any amount of the Maher e.g. The daughter Maher may be 1000. then reduced to 500. and daughter-in-law's Maher may begin at 500 and then be raised to 1000. If he marries his son with a slave girl or marries his daughter with low, unaccepted characters. defamed ane dergraded in sociely, these marriages will be lawful if he is not intoxicated. But such a marriage will not be lawful if its is arranged a second time.

Seventhly, in a circumcision ritual, the authority can impose its legal power. If the people of the city abandon the ritual of circumcision the ruler will impose his power to carry out circumcision. If they refuse to obey the command then the ruler can impose this ritual by force.

And the last proclamation is praise be to Allah, the Cherisher and Sustainer of the Worlds and Salat-O-Salam upon our beloved Prophet Muhammad (Sall Allahu Alaihi wa Sallam).

71. Their share should be equal to the boys' share.

72. The daughter must not sleep with any male members of the family from the age of nine. She should be watched with the eye of hawk.

73. They should not be allowed to participate in a marriage ceremony where dance and songs are taking place even if the marriage is in a brother's house. The songs work as magic on the tender heart and suffice to break a glass with a slight knock.

74. The daughters are not allowed to go to unfamiliar households. They should be kept within the four walls of their own house.

75 Do not let them stay on the top balcony of the house

76. They should be dressed nicely and wear jewelry so that their hands will be sought honourably.

77. When a proper man proposes, do not delay in marrying her.

78. Get them to marry at the age of twelve if possible.

79. Make sure she does not marry people who are misguided. rebellious and disobedient of Allah.

I can recall these seventy-nine rights from my memory of the Ahadith. Most of them are Mubah. If you do not perform them, there is no punishment for it. On some of them a person could be answerable on Doomsday. The father is not answerable and responsible in not performing the above mention rights in this world. Neither has a son got the right to take his father to justice or quarrel with him. On certain obligations. the ruler can impose his authority, mediation and suggestion.

Firstly, providing the provision for the children. The ruler can issue his command to the father to supply sufficient funds for the day to day existence of the child. If the father failed to do so he could go to jail. However. in Islamic jurisprudence the father cannot be made responsible for the shortcomings of the upbringing of the children

Secondly, if the real mother cannot breast feed her child because of one reason or another, then the father has to pay the expenses of the services of the foster mother's milk. If he does not pay the foster mother, then he will be forced to pay the expenses. If the child or the mother does not own any wealth and the mother is divorced and not willing to breast feed the baby, then the father has to pay to the mother's services after she finishes time of Eiddat.

Thirdly, if the father is rich and the child is poor and being looked after by a woman like a mother, nanny, grandmother, sister

54 At the age of ten years a child should perform salat.

55 From the age of ten, he should sleep separately; he should have separate mattress and bed

56. When he reaches the age of marriage, marry him and take this in consideration specially that he doesn't marry humiliated and degraded or bad characters or misguided persons.

57 When you ask the child something you think he might not obey do not tell him in a harsh way. In this situation, tell him as advice so that he may not be heedless of the duties.

58 He should not be robbed of his inheritance as some people write their will to disown their offspring and let ar ... roperty go to some other person

59. One must think for your child even after ... by leaving at least 2/3 of the inheritance in child's name. One should not give away more than 1/3 of his inheritance.

The above mentioned 59 rights are both for son and daugther but the last two rights are for all the dependence

Special rights for the boy.

60. Teach him how to w...

61. Teach h... how ... wim.

62. Teach hi... ...d war gameship.

63. Detailed expl...natory teaching of Sura Maiyeda.

64. Announce his circumcision.

Special rights for the daughter.

65 One should not be sad on the birth of a baby girl, but consider her as Allah's blessing.

66. Teach her sewing, knitting, embroidery, cooking and home economics.

67. Teach her Sura Al Noor with detailed explanation.

68. It would be better to educate daughters with proper attention because they are to bring up new generations

69 Daughters should be treated very tenderly as their hearts as easily shattered.

70. They should be given their share before the share of the boys.

speaking and laughing, standing and seating, walking and pacing, modesty, consideration, respecting elderly persons, parents and teachers.

40. Teach the daughter how to obey her husband and respect him. And teach her to recite the Holy Book, the Quran.

41. Give the child to the surveillance of an elderly, pious, steadfast and rightly believing teacher. And the daughter should be taught under the guardianship of a pious woman.

42. Make sure the children keep on the reading the Holy Quran after finishing initially in the presence of the Imam or teacher.

43. Teach them the right belief of Islam and Sunnah of Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam) as beliefs are easily accepted by children. Childhood belief will not be erased.

44. Let their hearts be enriched with profound love and respect for the Prophet of Allah (Sall Allahu Alaihi wa Sallam). In fact this is a real Sunnah and ornament of Imam and indeed it is a life line of belief.

45. From the age of seven years, he should be taught the lesson of Salat verbally.

46 He should be taught the knowledge of Deen on various subjects like ablution, bathing, Salat and fasting, dependence on Allah, contentment, piety, sincerity, humbleness, trustworthiness, rigthteousness, justice, refraining from the temptation of the wishes, etc. And warn him against evils such as greed and jealously, love for wealth and position, pretence, backbiting, rudeness, cheating, lying, pornography, vulgarity, revenge, etc.

47. One should be polite and friendly in teaching and learning.

48. He should be reprimanded with severe warning and punishment occasionally. He should not be cursed because it won't help to improve his behaviour but further leads him to revolt.

49. Do not hit the child on the face.

50. Often one must be discreet and disciplined The whip and stick are only for impressing one's authority.

51 During the learning period, give him some time for play and relaxation

52. Do not let him associate with bad characters, because bad people are worse than poisonous serpents.

53. Keep him away from harmful books such as fantasy of sex, novels, love poems etc. The young mind is easily led astray.

and salat observing person, who would breast feed the child for two years.

24. Refrain from giving the milk of humiliated and defamed women, because milk has a bearing on the character of the child.

25. It is obligatory to a person to provide the required provision for a child. It included the expenses of the foster mother's services, such as breast feeding.

26. After paying the debts and other expenses according to Sharia, distribute among relatives, needy and poor but the preference is for the family then others.

27. Feed the child with rightly earned money. Unlawful earned money will bring a disastrous effect on the character of the child.

28. If someone has a child, he should not eat alone but with him. The children's want supersede his wishes. If the child desires anything which is good, fulfil his desire if possible.

29. The children are in safe keeping from Almighty Allah. As such be generous with them, love them, hug them, give them a ride on the shoulder, make them laugh, play with them and make them happy.

30. One should accommodate children with an open heart, support them, pardon them, protect them even during prayers and during the Friday prayer's sermon.

31. Give newly fresh fruit first to the children as they are also like fresh fruits. The new things for new, how appropriate!

32. Occasionally one should provide according to his sources sweets, garments and gear for games as allowed according to Sharia.

33. One should not make false promises to the children. Promises to children are binding and to be honoured.

34. Distribute equally among the children. Do not have any preference.

35. When returning from a journey, one must bring some present for the children.

36. Provide medicine and appropriate treatment for their illness.

37. Protect them for contagious and fatal diseases.

38. As soon as the child starts talking, teach them to say Allah, Allah and then La Ilaha Il-lal-lah and then first Kalima.

39. When the child learns to understand, teach him manners of

7. The couple should take a sheet or other covers over them while making love, otherwise the child may be vulgar.

8. As soon as the child is born, one should say Azan in the right ear and the Takbeer in the left ear.

9. One should give a newborn baby a bit of mashed dry date or other sweet things so that the child's character would be sweet.

10. On the seventh day, fourteenth the day or twenty first day, one should perform Aqiqa. For a girl-baby one must slaughter one goat and for a boy-baby two goats. This means that the child's future life will have blessings from Allah Ta'ala

11. One should thank the midwife by giving her one leg of a goat.

12. One should shave the head of the child.

13. Weigh hair equal to silver and give it in charity.

14. Apply Zafran on the child's head.

15. Name the child. Even name the premature still born baby otherwise you would be responsible before the Almighty

16. Do not name the child haphazardly as it reflects in the character.

17. One should name the child. Abdullah, Abdul Rehman. Ahmed, Hamid, other names of Allah and names of and His Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam) or names other Prophets and Awliya, or the pious peoples of their own tribes. These names would be blessings for the child. Especially the name of our Prophet Muhammad (Sall Allahu Alaihi wa Sallam) has a significant bearing on the child. It will protect the child in this world and hereafter.

18. When the child is named Muhammad, one should respect and honour the child.

19. He should be given pride of place in a gathering.

20. One should take care in beating him and do not nickname him.

21. When he asks for anything, give him appropriately without any further questioning.

22. The child should not be nicknamed in childhood, as the name will not be removed when he grows older.

23. If the pious mother is unable to breast feed the child, one should make sure that the foster mother should be a noble, pious

PARENTS OBLIGATION TO CHILDREN

By: Imam Ahmed Raza Barelvi

Translated by: Muhammad Khetab

Hazrat Imam Ahmed Raza received a letter from Mr. Mirza Hamid Hussain in 1892 (1310 AH), in which he enquired. "Have parents got an obligation to bring up their offspring under Islamic Sharia? If they are bound to coach their children and fail to do so, will they be answerable for their shortcomings under Islamic law. Please explain in detail."

Imam Ahmed Raza replied to the letter as follows:

Allah Ta'ala made it obligatory to all Muslims to obey Him and their parents too. Allah says. "And We have stressed on man concerning his parents, his mother bore him undergoing weakness upon weakness and his weaning takes two years. show gratitude to Me and to your parents. Finally the return is towards Me." (Luqman 31:14). A true Momin (Muslim) will be obedient, considerate and courteous to their parents. However, there is the other side of the coin. The parents have got an obligation to prepare their children to render civic duties in a Muslim society. There are many books such as Ahya ul Ulum, Aainul Elm, Mdkhal, Kimya-e-Sa'adat, Zakhiratul Mulk etc. written on the parents duties to their children, but I will base my elaborate explanation on this topic on the sayings of the Holy Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam). And I will recall them from my memory otherwise this subject could be a huge voluminous book.

1. In the first instance, even before the existence of a child, a Muslim must marry with noble and pious people.

2. One should marry religious people as the characters of the maternal uncle and grandparents reflects in a child.

3. It would be better to marry in one's own immediate community.

4. One should say Bismillah before making love otherwise Satan will be present in a child.

5. One should not see the woman's private parts lest the child may be born blind.

6. One should not talk too much, the child may be born dumb and may stammer.

Murtaza, the lion of Allah, the bravery of the brave
A million salutations on his who drank deep of spirituality.

The Muslims who saw the Holy prophet just once
A million salutations on the vision of those eyes.

The Saints and the Pious

And all those who are spiritual heirs of that king
A million salutations on all his descendants.

Imam Shafi'i, Malik, Ahmad and abu Hanifa
A million salutations on the four gardens of the Imamat.

Complete blessings on those who tread the spiritual path
A million salutations on those who live by the Sacred Law.

Gauthul A'zam, Imam of saints and the pious
A million salutations on his who was divine by nature.

May they escape the Account and the punisment on Judgement Day
A million salutations on the Ahlu-s-Sunnah till eternity.

I am not the only one with a claim on his mercy
A million salutations on all the followers of that king.

The angels sing in agreement: "Yes, O Raza
A million salutations on Mustafa. essence of mercy"

He owned the whole world yet fed on bread alone
A million salutations on that contented appetite.

His Life and Times

The beautiful moment when Tayba's moon shone bright
A million salutations on that joy-filling moment of his birth.
Blessings from his first prostation
A million salutations on he who remembers his followers.

He left a share for his brothers
A million salutations on the half share of the brest feeders.
Well-known blessings on all his names and connections
A million salutations on every moment of his life.

His family and Companions (Radiallah-o-Anho)

A billion blessings on him from his Lord
A million salutations on his companions and relations.

Fatima-tuz-Zahra. Leader of women in paradise. pleasing. Pure
A million salutations on her who pleased the prophet's heart.
Imam Hasan a leader of generosity
A million salutations on him who rode on the Prophet's shoulders.

A million salutations on the Prince of Martyrs
Who passed through many trials and tribulations.
The loving mothers of faithful believers
A million salutations on maintainers of Purity.

The first mother. a shelter of peace and security
A million salutations on her who fulfilled the rights of betrothal.
Surah Nur (Light) is witness to her purity
A million salutations on her. full of spiritual light.

Blessings on the martyrs of Badr and Uhud
A million salutations on those who fulfilled the Pledge. Bay'ah.

The best in rank after the Prophet
A million salutations on the second to the two in Hijra

Sayyiduna Umar. endeared with his endearing habits
A million salutations on this friend of Allah.

Blessings on the one who extended the Prophet's mosque
A million salutations on his wealth which armed the Muslims

Transliteration of Selected Verses

His Prophetic Qualities

A million salutations on Mustafa, essence of mercy
A million salutations on the light of guidance.
Perpetual blessings on the bridegroom of Nighty Ascension
A million salutations on the guest of honour of paradise.

Unlimited blessings on the Seal of Prophethood
A million salutations on the end of the era of Messengers.

His Sifat of Appearnce

A million salutations on one crowned with success
Before whom the kings silently stood to attention.

The ears which heard from far and near
A million salutations on their miraculous powers.
The bridgegroom garlanded with powers of intercession
A million salutations on his immensely good nature.

A million salutations on the enriching glance
which brought life in whichever direction it turned.
The blessed mouth whose each word was a revelation from Allah
A million salutations on the fountain of knowledge and wisdom.

The tongue which was the key to all the orders of allah
A million salutations on its goverance.
A million blessings on his tasty talk
A million salutations on his sermons.

His consolation turned crises into laughter
A million salutations on that smiling nature.

A million salutations on the seal of Prophethood
Which abides like the Black Stone of the Ka'ba in the heart.
He enriched all places towards which he waved
A million salutations on that enriching wave of the sea.

A million salutations on the power of his arms
Which didn't care for the powers of this world.

Fountains of spiritual light, like seas overflowing
A million salutations on the miracle of his fingers.

126. *Ya'nee hai surah-e Nur jinki gawah*
Unki purnur surat pe lakhon salaam.

129. *Jaan nisarane Badr-o-Uhud par durood*
Haq guzaaraane bay'at pe lahkon salaam.

133. *Ya'nee us afdalul khalq ba'd-ar-Rusul*
Thaniyathnayn Hijrat pe lakhon salaam.

135. *Wo Umar jis ki aa'da pe shayda saqar*
Us khuda dost hazrat pe lakhon salaam.

138. *Zaahiday Masjid Ahmadee pe durood*
Dawlate jaishe usrat pe lakhon salaam.

141. *Murtaza shere Haqq Ashja-ul-Ashjaeen*
Saqee sheer-o-sharbat pe lakhon salaam.

147. *Jis musalman ne dhekha unhe ik nazar*
Us nazar ki basaarat pe lakhon salaam.

The Awliya and Saleheen

150. *Aur jitne hain shehzaade us Shah ke*
Un sab ahle makanat pe lakhon salaam.

152. *Shafi'i, Malik, Ahmad, Imam-e-Haneef*
Chaar baaghe Imamat pe lakhon salaam.

153. *Kaamilaane Tariqat pe kaamil durood*
Haamilaane Shariat pe lakhon salaam.

154. *Gouthe A'zam Imam-ut-Tuqa wa-n-Nuqa*
Jalwae shane Qudrat pe lakhon salaam.

164. *Bay azaab-o-etaab-o-hisaab-o-kitaab*
Taa abad ehle sunnat pe lakhon salaam.

167. *Ek mera hee Rahmat pe da'wa naheen*
Shah ki saari ummat pe lakhon salaam.

169. *Muj say khidmat ke qudsee kahen haan Raza*
Mustafa jaane Rahmat pe lakhon salaam.

68. *Haath jis simt utha ganes kar dhiya*
Mauje bahre samaahat pe lakhon salaam.

69. *Jis ko baare dho aalam ki parwa naheen*
Ayse baazu ki quwwat pe lakhon salaam.

72. *Nur ke chashme lehraen darya bahen*
Ungliyon ki karamat pe lakhon salaam.

76. *Kul jahan milk our jaun ki roti gizaa*
Us shikan ki gana'at pe lakhon salaam

His Life and Times

81. *Jis suhanee agree chamka Tayba ka chaandh*
Us dhil afroze sa'at pe lakhon salaam.

82. *Pehle sajde pe roze azal say durood*
Yaadhgaarae ummat pe lakhon salaam

84. *Bhaiyon ke liye tarke pastan karen*
Dhoodh peeton ki nishfat pe lakhon salaam.

107. *Unke har naam-o-nisbat pe namee durood*
Unke har waqt-o-haalat pe lakhon salaam.

The Ahle Bayt and the Sahaba (RADIALLAH-O-ANHO)

108. *Unke Maula ke unpar karoron durood*
Unke as'haab-o-itrat pe lakhon salaam

114. *Sayyidha. Zahera. Tayyiba. Tahira*
Jaane Ahmad ke raahat pe lakhon salaam.

115. *Wo Hasan Mujtaba Sayyid-ul-Askhiya*
Rakib-e-dowshe izzat pe lakhon salaam.

118. *Us shaheede bala Shahe gulgun quba*
Bekase dashte ghurbat pe lakhon salaam.

120. *Ahle Islam ki maadraane shafeeq*
Baanowane tahaarat pe lakhon salaam.

122. *Siyyena pehli maa kahf-e amn-o-amaan*
Haq guzaare rifaaqat pe lakhon salaam.

Qureshi for going through the accompanying transliteratior and translation and for giving many helpful suggestions. The errors that remain are my own).

Transliteration of Selected Verses

(Verse numbering fol the original)

Sifat-e-Rasul

1. *Mustafa jaane rahmat pe lakhon salaam*
Sham-aye bazme hidayat pe lakhon salaam.

4. *Shabe asraa ke dulha pe daaim durood.*
Nausha-e-bazme jannat pe lakhon salaam.

13. *Fathe baabe nubuwwat pe bayhad durood*
Khatme dauray risalat pay lakhon salaam.

His Sifat of Appearance:

34. *Jis ke aage saresarwara nkham rahen*
Us saretaaji rif-at pe lakhon salaam

38. *Door-o nazdheek ke sun-ne waale wo kaan*
Kaane la'le karamat pe lakhon salaam.

40. *Jis ke maathe shafa'at ka sehra raha*
Us Jabheene sa'adat pe lakhon salaam.

45. *Jis taraf uth gaee dham may dham aagaya*
Us nigaahe inayat pe lakhon salaam.

55. *Woh dahan jis ki har baat wahiye Khuda*
Chashmae ilmo hikmat pe lakhon salaam.

58. *Wo zaban jis ko sab kun ki kunjee kahen*
Us ki naafazhukumat pe lakon salaam.

60. *Us ki baton ki lazzat pe lakhon durood*
Us ke khutbe ki haybat pe lakhon salaam.

63. *Jiski taskeen say rote huwe hans paren*
Us tabassum ki adat pe lakhon salaam.

66. *Hajre Aswad-o Ka'ba-e Jano Dil*
Ya'nee Mohre Nubuwwat pe lakhon salaam.

to the Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam). He put his hand into it and spread out his fingers and then said. "Come along! Hurry up! All those who want to perform ablution. The Blessing is from Allah". I saw the water gushing out from his fingers. So the people performed the ablution and drank. and I tried to drink more of that water (beyond my thirst and capacity). for I knew that it was a blessing. The sub-narrator said: I asked Jabir (RADIALLAH-O-ANHO) "How may persons were you then?" He replied.. "We were one thousand four hundred men" (Bukhari).

The Imam captures this incident in his own inimitable style.

Nur ke chashme lehraen darya bahen
Unglion ki karamat pe lakhon salam
Fountains of spiritual light like seas overflowing
A million salutations on the miracle of his fingers

Along with the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) the Imam gives a standing ovation to his family and companions (RADIALLAH-O-ANHO). as well as the Muslim saints and the pious. Each of his verses elucidates one hadith or two. For example. this verse on Sayyiduna Uthman (RADIALLAH-O-ANHO) encompasses two ahadith (plural of hadith). one of which informs us that he founded the whole of the extension of Masjid-i-Nabawi and the other that he purchased with all the necessary appurtenances and offered them to the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) as his contribution to the war effort.

Zahiday Masjid-i-Ahmadee pe durood
Dawlate jaishe usrat pe lakhon salaam
Blessings on the one who extended the Prophet's mosque
A million salutations on his wealth which armed the Muslims

As we go through the salaam. trying each time to understand a bit more of it. we find that Imam Ahmed Raza Khan is truly rooted in Sharia (sacred law). has trodden the Spiritual Path (Tariqa) leading to Allah (Subhanaho Wa Taalla)and is full of ma'rifa (spiritual sciences). We are also then able to understand why Dr. Muhammad Iqbal considered him to be the second Imam Abu Hanifa. May Muslims continue to gain thawab (merit) by singing his "salaam" to the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) and achieve magfira (forgiveness salvation)

(Acknowledgment: I am grateful to Dr. Muhammad Anwar

it in their melodious voices. It is a complete integrated whole but for purposes of understanding, it can be said to be composed of

1. Sifat (praise) of the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) in general (verses 1 to 32).

2. The sifat of the physical appearance of the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) (verses 33 to 80).

3. His life and times (verses 81 to 107).

4. Sifat (praise) of the Ahlul Bayt and the sahaba (RADIALLAH-O-ANHO) (his family and companions) verses 108 to 147).

5. Sifat (praise) of the awliya and saleheen (the saints and the pious) (verses 148 to 169).

To provide an appreciation of this rare treasure. I have given a transliteration of only 40 of the (selected) verses (in the order in which they appear in the salaam) and a translation (in straight prose). Professor G.D. Qureshi has of course rendered the most memorable service of providing a versified translation of the whole salaam. May Allah Almighty amply reward him and enroll all of us among those who write on the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) and utter his praises in sweet sonorous voice with reverence. Aameen!

This salaam is unique in that the Imam has sung the praises of the miraculous powers of Muhammad-e-Arabi. sallallahu alaihi Wasallam. as well as the miraculous powers of each of his physical features. for example. his ears. his vision. his blessed mouth. his blessed tongue. his speech and khutbah (sermons). his smile. the mohr-i-Nubuwwat (seal of Prophethood). his arms and his fingers.

The miraculous powers of his fingers is borne out in the following hadith:

Narrated Jabir bin Abdullah (RADIALLAH-O-ANHO): I was with the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) and the time for the Asr prayer became due. We had no water with us except a little which was put in a vessel and was brought

Hazrat Ibn-e-Mas'ud (Radiallah-o-Anho) reports that the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) said. "The person who asks blessings upon me abundantly will be nearest to me on the Day of Judgement." (Tirmizi)

To fulfil these Qur'anic and Prophetic exhortations. all Muslims pray at least one tasbih (100 times) of salawaat (blessings) on the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) a day. And the awliya (saints) the saleheen (pious) and the ulama (learned) have compiled many books of salawaat (blessings) and salaam (saluatations) on the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam). The most well known salaam in Arabic is by Imam Barzanji. in Turkish by Sulayman Celebi and in Urdu by Imam Ahmed Raza Khan. In this short introductory article. we have space enough for only a few glances at the spiritually enriching salaam of Imam Ahmed Raza Khan (1856 - 1921) may we benefit from his barakah (blessings) Aameen!

This salaam is recited in standing ovation to the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) by muhbibbeen (beloved disciples of the Holy Prophet. (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam). All stand and the first verse is chanted in chorus. Sometimes the one who leads the salaam will recite a few verses from Imam Ahmed Raza Khan (in Urdu) followed by a few verses from Imam Barzani (in Arabic) and end with a few verses from Allama Akbar Warithi (in Urdu). Just imagine the crescendo if one were to know Turkish as well to round it off with a few verses from Sulayman Celebi!

The salaam by Imam Ahmed Raza Khan runs into 169 verses. It is spontaneous and overflowing as if inspired. and brings out the best of both the aalim and the murshid-e-kaamil (total spiritual personality) in the great Imam. He has composed all types of Muslim religious poetry in Urdu (and some in Persian and Arabic) like hamd. munajaat. na'at. ghazal. qasaid. rubaiyyat. munqabat. madah shajarah. nazam. salawaat and mathnawi. all contained in his compilation Hadaiq-i-Bakhshish. But 'Ala Hazrat as he is affectionately called. will for ever be remembered for his most memorable "salaam" on the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam).

It is so spiritually captivating that you will see tears run down the cheeks of muhabbeen (beloved disciples) as they render

ulama (learned) have compiled many books of salawaat (blessings) and salaam (saluatations) on the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) The most well known salaam in Arabic is by Imam Barzanji, in Turkish by Sulayman Celebi and in Urdu by Imam Ahmed Raza Khan. In this short introductory article we have space enough for only a few glances at the spiritually enriching salaam of Imam Ahmed Raza Khan (1856 - 1921). may we benefit from his barakah (blessings) Aameen!

This salaam is recited in standing ovation to the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) by muhbibbeen (beloved disciples of the Holy Prophet. (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) All stand and the first verse is chanted in chorus Sometimes the one who leads the salaam will recite a few verses from Imam Ahmed Raza Khan (in Urdu). followed by a few verses from Imam Barzani (in Arabic) and end with a few verses from Allama Akbar Warithi (in Urdu) Just imagine the crescendo if one were to know Turkish as well to round it off with a few verses from Sulayman Celebi!

The salaam by Imam Ahmed Raza Khan runs into 169 verses It is spontaneous and overflowing as if inspired, and brings out the best of both the aalim and the murshid-e-kaamil (total sp··itual personality) in the great Imam. He has composed all types of Muslim religious poetry in Urdu (and some in Persian and Arabic) like hamd. munajaat. na'at. ghazal. qasaid. rubaiyyat. munqabat. madah. shajarah. nazam. salawaat and mathnawi. all contained in his compilation Hadaiq-i-Bakhshish. But 'Ala Hazrat as he is affectionately called, will for ever be remembered for his most memorable "salaam" on the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam).

It is so spiritually captivating that you will see tears run down the cheeks of muhabbeen (beloved disciples) as they render

Salam on the Holy Prophet

of Imam Ahmed Raza Khan

By

Siddiq Osman Noormuhammad

We pray in the Holy Qur'an. "Truly. Allah and His angels shower blessings on the Prophet O you who believe! Ask blessings on him and salute him with a worthy salutation". (33 . 56)

In this verse. Allah Almighty issues two commands to the mu'mineen (believers): to send durood or salawaat (blessings) on the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) and to send salutations (salaam) on him.

We pray in the Hadith Shareef:

Hazrat Ibn-e-Mas'ud (Radiallah-o-Anho) reports that the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) said. "The person who asks blessings upon me abundantly will be nearest to me on the Day of Judgement" (Tirmizi)

To fulfil these Qur'anic and Prophetic exhortations. all Muslims pray at least one tasbih (100 times) of salawaat (blessings) on the Holy Prophet (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) a day. And the awliya (saints). the saleheen (pious) and the

given you. So desire to excell in good deeds. You are all to return towards Allah, then He shall tell you regarding what you used to dispute.

إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾

49. And that O Muslim! judge according to what Allah has sent down and follow not their desires and be on guard against them lest they cause to slip you from any command that has come toyou. Then if they turn their faces then know that Allah wishes to give them punishment for some of their sins.[20] And no doubt, many men are disobedient.

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿٤٩﴾

50. Do they seek the judgement of the days of Ignorance?[21] and who is better in judgement than Allah for a people of firm faith?

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾ ع

---

20. The criminals and sinners shall be punished in this world for some of their crimes through arrest, capital punishment and banishment. and they will get punishment for all crimes and sins in the Hereafter.

21 Two tribes Bani Nozair and Bani Quraiza of Jews used to kill one another from time to time. When Prophet Sallallaho alaihe wasallam came to Madina, they brought their case before him. Bani Quraiza told that we and Bani Nozair were brothers, our ancestors were one, and we believed in one religion and accepted one Book Taurah. Though we were one but if Bani Nozair killed any one of us they gave less dates in ransom. Contrarily if any one of us killed any one from Bani Nozair, they took more dates in ransom from us.

Bani Quraiza requested the Prophet to decide, the case. The Prophet ordered that there is no difference in blood shedding between both. Bani Nozair rejected the decision and became angry. This verse was revealed asking them whether they want the rules and laws of period of Ignorance.

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾

firms Taurah that had come before it, and guidance and admonition to the duty-bound.

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾

47. And let the people of Injeel judge by what Allah has revealed in it.[16] and whoso judges not by what Allah has sent down, then it is they who are the transgressors.

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۗ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ

48. And O beloved Prophet! We have sent down to you the true Book confirming the Books preceding it and as a protector and witness over them. So judge you between them according to what Allah has sent down,[17] and O listener! do not follow their desires leaving the truth that has come to you. We ordained a law and way for all of you.[18] and if Allah had willed. He would have made you all a single people. but He desires to test you[19] in what He has

---

16 The people of the Bible should instruct to believe in Prophet Muhammad (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) and to confirm his prophethood as has been said in Bible.

17. If any case is referred by the people of the Books to Prophet for decision. he should give decision according to the dictates of the Quran.

18 In subsidiary tenents and actions every community has its own way. but the real religion of all is one. Hazrat Ali says that the faith and believing from the time of Hazrat Adam is this only that there is none to be worshipped except one Allah and to accept whatever has come from Allah. but the path and Divine Law are particular specific for every community.

19 Allah desires to test a community that whether the people of every period is doing according to the Commandments given by Allah in that period or following their own ways leaving the right way and truth.

45. And We made obligatory[10] on them in Taurah, a life for a life,[11] and an eye for an eye, and a nose for a nose and an ear for an ear and a tooth for a tooth, and in injuries there is equitable retaliation.[12] Then whoso recompenses with happy heart[13] then that shall be an expiation for his sin. And whoso judges not according to what Allah has sent down, then they are the persons unjust.	وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٥﴾
46. And We brought Isa son of Maryam following those prophets on their footsteps, confirming Taurah that had come before him.[14] and We gave him Injeel wherein is guidance[15] and light and con-	وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا

10. Capital punishment was prescribed in Taurah as this punishment was not repealed, so it is necessarily applicable to Muslims too

11. If any one has been killed whether a man or woman, a free person or a slave, the killer shall be killed in exchange.

12. Similarity and equity are necessary in awarding punishment i.e. similar retaliation for physical injury

13. If any killer or criminal after committing the crime accepts the responsibility willingly and applies over himself happily the punishment prescribed in religion then he would be saved from the torment of the Hereafter. Some other commentators opine that this verse gives the meaning that if the affected person or family forgives the criminal or killer, then this forgiveness becomes expiation for the crime

14. Now the description of Bribe begins from this verse. Jesus Christ confirmed the Book Taurah. Some Commandments of Old Testament (Tuarah) were repealed by New Testament (Injeel)

15. In this verse the word 'guide' has been used twice, the first refers to the guidance to save oneself from ignorance and from going astray. The second guide points out towards coming of the last Messenger.

يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَآ
أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٣﴾ ع

wherein is Allah's judgement then thereafter they turn away their faces from it.[6] And they are not to believe.

SECTION: 7

إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى
وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ
الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا
وَالرَّبّٰنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا
اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوا
عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا
النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا
بِاٰيٰتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ
بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ
الْكٰفِرُونَ ﴿٤٤﴾

44. Undoubtedly, We have sent down Taurah, wherein is the guidance and light. According to it the jews were ordered by Our obedient prophets and men of learning and jurists for it was desired from them to preserve the Book of Allah[7] and they were witnesses to it.[8] then fear not people, but fear Me and do not accept mean price for Our Signs. And whoso judges not according to what Allah has sent down, they are the persons who are infidels.[9]

---

6 It is strange that the Jews consider themselves as believers in Taurah and then they refuse to accept the commands of the Book These people do not accept the last Prophet as Messenger inspite of this they came to him for decision

7 The Prophets are to keep the commands given in Taurah safe in their hearts and to remain busy in teaching the commands of the Book of Allah so that the Book and its Commands should not be overlooked This proves that those commands of Taurah according to which the Prophets used to give decisions are binding upon us too If we have not been instructed to abandon them or such commands have not been repealed

8 The Jews fully knew the qualities of the last Prophet and the punishment of stoning mentioned in Taurah So they were witness to it

9 Those who clearly deny what ever has been sent by Allah are infidels

اللهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي
الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ (41)

are they whose hearts Allah intended not to purify. To them there is disgrace in the world, and to them there is great torment in the Hereafter.

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۚ
فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ
اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ
فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ۚ وَاِنْ حَكَمْتَ
فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (42)

42. They are habitual listeners of lies, great devourers of the things forbidden[4] So if they come to you, then judge between them or turn your face from them: and if you will turn your face from them, they shall not harm you at all. And if you judge between them then judge with justice. Undoubtedly, Allah likes the just.

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ
التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ

43. And how they will wish judgement from you while they have Taurah with them[5]

---

his rescue and demanded that unless and until the cousin of King was awarded the same punishment the second man would not be allowed to be stoned.

Therefore all noble, rich and others assembled together and an innovation was made in the prescribed punishment. It was decided that such criminals should be awarded forty lashes, and their faces should be blackened and they should be seated on the back of asses and then should be strolled around the city.

The Prophet then announced his decision of stoning to death and this verse was revealed.

4. The Jews used to change the laws of religion after taking bribe. Taking and giving bribe both has been strictly forbidden and such persons have been cursed.

5. As already the punishment of stoning to death for adultery committed by married man and married woman was mentioned in Taurah.

pleases to misguide. then you shall never be able to avail him anything against Allah. These

اللهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ

punishment for this heinous crime in Taurah was stoning to death. They did not like it. so they desired to take the matter to the Prophet Muhammad (Sal-lal-laho-alaihe Wasallam) for decision. The two criminals were sent to Madina with the instruction that if the prophet awards any other punishment besides stoning. then his decision should be accepted. but if he awards the same punishment as mentioned in Taurah. then it should be rejected The pary first came to the Jews of Quraiza and Nozair and took with some famous men like Kaab-bin- Ashraf. Kaab-bin-Asad. Saeed-bin-Umar and Malik-bin-Saif etc. and came to the Prophet and asked his decision about the matter The verse of stoning was revealed to the Prophet so the decision was announced accordingly. but they refused to accept the decision Then the Prophet asked them about a young while one eyed man resident of Fidak named as Ibne Sowar who according to their statement was the most learned man. and expert in the knowledge of Taurah among the Jews He was called. the Prophet asked about him and his knowledge. he accepted that Jews know him as the most learned man. The Prophet inquired from him on oath of Allah who sent down Taurah on Musa. besides Whom none is to be worshipped? about the punishment of the Crime. Ibnė Sowar announced that stoning to death is the punishment of adultery committed by married man and woman prescribed in Taurah. The Prophet told that in our religion if four eyewitnesses give witness of adultery. the Crime is proved and punishment prescribed in Quran is stoning to death. Ibne Sowar exclaimed that by Allah the same is in our Book Taurah. Then the Prophet asked Ibne Sowar. how this change has occurred in awarding punishment for adultery The story was related by Ibne sowar that we adopted a new system If any noble and rich person committed such crime. we used to free him. but if this crime was committed by any poor person we used to punish him according to the prescribed punishment of the Book The result was that adultery become the habit of rich and noble persons Once a cousin of King committed adultery he was not punished but when another man committed adultery with a woman of his own people he was ordered to be stoned to death by the King. Then the entire people came to

Sura Maida-V

From Kanzul Iman by *Imam Ahmad Raza Shah Barelvi*
Translated by *Prof. Shah Faridul Haque*

Explanatory Notes from Khazaen-ul-Irfan

by
Maulana Syed Naeemuddin Muradabadi
Translation: ***Prof. Shah Faridul Haque***
AL-MAIDA-V (5 : 41 - 50)

(Allah in the name of The Most Affectionate, The Merciful)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

41. O Messenger! let not those grieve you who run towards infidelity,[1] some of those who say with their mouths, we have accepted faith, and their hearts are not muslims, and some of the jews who listen falsehood very well and listen very well to other people[2] who have not come to you. They change the words of Allah from their places, and say, 'if you get this command, then accept it, and if you get not this, then be on your guard.[3] And to whom Allah

یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ لَا یَحۡزُنۡکَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُہُمۡ ۚۛ وَمِنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا ۚۛ سَمّٰعُوۡنَ لِلۡکَذِبِ سَمّٰعُوۡنَ لِقَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ ۙ لَمۡ یَاۡتُوۡکَ ؕ یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوَاضِعِہٖ ۚ یَقُوۡلُوۡنَ اِنۡ اُوۡتِیۡتُمۡ ہٰذَا فَخُذُوۡہُ وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡتَوۡہُ فَاحۡذَرُوۡا ؕ وَمَنۡ یُّرِدِ

---

1. Allah calling the prophet as His Messenger consoles him. Allah is his Helper, he should not be worried about the Hipocrites and their mixing up with non-believers.

2. The Jews hear the lies of their leaders well and accept the talks of others too i.e. the Jews of Khaiber fully well.

3. The circumstances of the verse has been narrated as such: once a married man and a married women from amongst the nobles of the Jews of Khaiber committed adultery. The

Dr. Muhammad Ishaque Abroo, Ex-Director of Colleges. Hyderabad, has written an article specially for this issue on aspects of Imam Ahmad Raza s Persian Poetry entitled as "Imam Ahmad Raza - A versatile Persian Poet". It is hoped this will be of interest for the scholars who desire to study Imam's life and works.

Prof. Mujeeb Ahmad is the grand son of Allama Abu Al-Noor Muhammad Bashir Kotlavi, spiritual disciple of Imam Ahmad Raza. He is also author of Article "Jam-i-Yat-Ulama-i-Pakistan" published by Historical Society of Cultural Research, Islamabad. We are sure that his article "All India Sunni Conference" being published in this issue. will provoke thought and activate scholars to do research works on this aspect of the history.

In the last, we express gratitude to all the learned writers of the above articles and also to our well wishers who have provided assistance to our "IDARA" financially and in the shape of valuable suggestions

May Allah bestow His Grace on all of us and provide us courage and sincerity of cause to carry the mission of "Love" for our Holy Prophet Muhammad (Sali Allaho Alaihe Wasallam) (Amin).

(Idara)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

FOREWORD

The versatile personality of Imam Ahmad Raza Khan is now well known and recognised personality among the western scholars particularly the orientialists. Our English Section of the Annual Publication "MA'ARIF-E-RAZA" and other English Publications of our "IDARA" has not only earned appreciation of our valued readers but also succeeded in inviting the attention of those research scholars whose medium of study is English.

As in the past, we are publishing English version of Imam Ahmad Raza's famous Urdu translation of the Holy Quran, "Kanz-ul-Iman" alongwith the commentary thereon by his great spiritual disciple Maulana Naimuddin Muradabadi. The translator is Prof Shah Faridul Haque and the Verses have been selected from Surah Al-Maida.

Dr. Hafiz Muhammad Tufail, Director of Islamic Research Institute, Islamabad, has written a research paper entitled as "The Sayings of the Prophet (Sall Allaho Alaihe Wasallam) as the Fundamental Source of Fatawa Ridvia". We are producing the same in this issue. It is converted into English by Dr. (Brig. Retd) S.K. Malik.

Mr. Siddique Usman Noor Muhammad has written appreciation of the famous "Salam" (salutations) of Imam Ahmad Raza which is also being published in this issue.

Islam has defined the rights and obligations of every one in the society. "Parents obligation to Children" is an important topic of all times. Imam Ahmad Raza's views on the above subject is being reproduced for the benefit of our readers. The translator is Mr. Muhammad Khetab, England.

MA'ARIF -E- RAZA

Vol. XIV 1994

Idara-i-Tahqeeqat-e-Imam Ahmed Raza (Regd.),
25, Japan Mansion, 2nd Floor, Raza Chowk (Regal) Saddar,
Karachi-74400 (Pakistan).

MA'ARIF -E- RAZA

Vol. XIV 1994

Idara-i-Tahqeeqat-e-Imam Ahmed Raza (Regd.),
25, Japan Mansion, 2nd Floor, Raza Chowk (Regal) Saddar,
Karachi-74400 (Pakistan).